وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

علمی، روحانی اور اصلاحی خطبات کا حسین مرقع علماء، خطباء، طلباء اور عوام الناس کے لیے یکساں مفید

جلد اول

انوارِ حق

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب

مرکزی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مکتبہ عمر فاروقؓ

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔انوارحق

افادات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اول،دوم

نظر ثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا عبدالقیوم حقانی

پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔۔محمد اسرار ابن مدنی

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔بابر حنیف،حافظ انعام الحق

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ملنے کے پتے

مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

فاروقی کتب خانہ اکوڑہ خٹک

مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فهرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

الاھداء

اپنے عظیم مربی

شفیق والد

بے مثال محسن

فخر المحدثین قائد شریعت

شیخ الحدیث **حضرت مولانا عبدالحق صاحب** نور اللہ مرقدہ

کے نام جن کی خصوصی نظر عنایت، توجہ شفقت، پُرخلوص دعاوں اور دامن تربیت کے صدقے اللہ کریم نے علم دین اور خدمتِ علم کی عظیم سعادتوں سے نوازا، یہ جو کچھ بھی ہے ان ہی کے نسبی اور روحانی نسبتوں کا صدقہ ہے۔

پیش لفظ

استادالحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

الحمدلله لحضرت الجلالة والصلاة علی خاتم الرساله

پیش نظر مجموعہ ''مواعظ انوارحق'' برادر عزیز فاضل مکرم مولانا انوارالحق صاحب عم فیضہ کے ان مواعظ وخطبات کا مجموعہ ہے جو آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی مسجد قدیم میں خطبۂ جمعہ کے طور پر ارشاد فرمائے ۔اس مسجد اور اس کے منبر محراب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ کا مسند وعظ وارشاد اور دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں فیوض و برکات کا اولین تاسیسی سرچشمہ اور منبع فیض وہدایت بننے کے لازوال مجد وشرف سے نوازا جو آگے چل کر دارالعلوم کے موجودہ شکل کی شجر طوبیٰ کی شکل اختیار کر گیا ۔حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سالہا سال اس تاریخی مسجد اور اس کے منبر ومحراب سے وعظ وخطاب کی شکل میں دعوت واصلاح کا فریضہ انجام دیتے رہے جسے ''دعوات حق'' کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں مرتب کر کے شائع کر دیا گیا ہے اور جس کے مزید کافی حصے بھی منتظر ترتیب وطباعت ہیں ۔اسی تاریخی مسجد اور منبر ومحراب سے برادر مکرم مولانا حافظ انوارالحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ خطبات جمعہ کی شکل میں جاری رکھے ہوئے ہیں ۔جن کے خطبات میں بھی دعوات حق کا عکس جمیل جھلک رہا ہے ۔انداز بیاں بھی اسی سادگی دلنشینی اور اخلاص وللہیت کو لیے ہوئے ہے ۔گویا حضرت قدس سرہ کے دعوات حق کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے ''انوارحق'' کی صورت میں باقی رکھ کر اس نقش اولین کو نئے پیرایہ اور نقش ثانی کی شکل میں اجاگر کر دیا ہے ۔مولانا انوارالحق سلمہ دارالعلوم کے تدریس میں ہمہ

وقت انہاک کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تربیت ونگرانی میں دارالعلوم کے حلقوں میں ایک خصوصی شخص سے معروف تھے ہی ان ''انوار حق'' کی شکل میں ان کے وعظ وارشاد کی صلاحیتیں بھی اجاگر ہو کر سامنے آرہی ہیں، اور امید ہے کہ اس میں مزید ترقیات سے اللہ تعالیٰ نوازیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تمام اولاد واحفاد جسمانی اور ذریت روحانی کی ساری توانائیاں اور انکے حیات مستعار کے تمام لمحات ان کے نقش قدم پر چل کر انکے مشن کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنیں۔ اور تاقیامت مولانا انوار الحق کا یہ اصلاحی مجموعہ اور ہم سب کی ذہنی اور فکری، علمی اور مادی توانائیاں ان کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوں کہ اسکی رحمت خاص کی دست گیری اور توفیق پر یہ سب کچھ موقوف ہے **وماذالک علی اللہ بعزیز**

سمیع الحق

استاد الحدیث وخادم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تاثر وتبرک

استادالحدیث والتفسیر حضرت مولانا شیر علی شاہ دامت برکاتھم

الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ

استاد الحدیث والتفسیر حضرت مولانا انوارالحق حقانی صاحب مدظلہ العالی نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے مواعظ حسنہ اور خطبات جمعہ کا زرین علمی گنجینہ ''انوارحق'' اکثر و بیشتر روح پرور ،ایمان افزا مضامین کے دید وشنید سے قلب و دماغ ،فکرونظر کو از حد سرور وانبساط ، بے انداز حلاوت وابتہاج نصیب ہوا۔

للہ الحمدوالمنتہ،علامہ مولانا انوارالحق صاحب کے خالص علمی ،مذہبی تقاریر وارشادات میں ان کے عظیم مربی والد بزرگوار (فخرالمحدثین ،داعیۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نورالله ثراه وجعل جنة الفردوس مثواه) کے پاکیزہ مواعظ بلیغہ ،بابرکت وقیع خطبات جلیلہ کی پوری جھلک موجود ہے۔متین وسلیس عام فہم انداز بیان ،مہذب وشائستہ اسلوب تذکیر ودعوت میں ''الولد سر لابیه '' کی حقیقت نمایاں ہے بفضلہ تعالیٰ ''انوارحق'' کا مطالعہ استحکام سیرت ،تذکیہ اور تہذیب اخلاق کیلئے تیر بہدف اور اکسیر اعظم ہے۔

قرآن وحدیث است شفائے دل رنجور

قانون واشارات وشفارا نہ شناسیم

عزیزم مولانا حافظ سلمان الحق حقانی اور مولانا فضل اللہ جان سواتی قابل ستائش وآفرین ہیں کہ انہوں نے اپنے جلیل القدر استاد اور موقر شیخ کے گران قدر بیانات کو پوری محنت

کے ساتھ قلمبند کر کے بہترین ترتیب ومناسب عنوانات اور عمدہ طباعت کے ساتھ کتابی شکل میں شائع فرما کر علمی دنیا پر احسان فرمایا اور فلیبلغ الشاھد الغائب کے مطابق حضرت مولانا انوارالحق حقانی کے علمی انوار کے دائرہ استفادہ کو وسیع تر کر دیا جو پہلے صرف حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے جامع مسجد کی چار دیواری تک محدود تھا اب الحمدللہ قرب وجوار اور دور دراز کے تمام تشنگان علم ودانش بالعموم وگلستان حقانیہ سے وابستہ عند لیبان معرفت ان جوہر پاروں سے یکساں فیض یاب ہوسکیں گے۔

دوردستان رابہ احسان یاد کردن ہمت است

ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمر ے افگند

تقبل الله تعالیٰ هذه الجهود العاليه المنيره فی سبيل الدعوة اليه وجازی الخطيب الموقر ومن رقمها ونشرها وقراها .احسن ما يجازی به عباده الصالحين فی الدنيا والآخرة.وصلی الله تعالیٰ علی اشرف رسله وخاتم انبيائه وعلی آله واصحابه اجمعين

شير علی شاه المدنی

صباح يوم الجمعة المباركه

تعارف

خطیب العصر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی اشرف المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واولیائہ اجمعین

یہ حقیقت اہل بصیرت پر مخفی نہیں کہ تبلیغ ووعظ وخطابت اور دعوت وارشاد پر مشتمل کتابیں علم وعمل کی روح، دنیاوآخرت کیلئے راہبر، خلوت کدہ کیلئے مونس غمزدہ کیلئے انیس، دینی اور دنیاوی مشکلات کیلئے بہترین حل، نورایمان کو بڑھانے اور قلب میں ایمان کی حلاوت اور قوت پیدا کرنے والی ہیں۔ یہ مواعظ اور خطبات مبتدیوں کیلئے اشتیاق وترغیب بنتے ہیں اور منتہیوں کیلئے دستور حیات اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مشائخ اساتذہ علم اور بزرگان دین کے مواعظ میں صحابہ کرام اور سلف صالحین کے موثر واقعات، حیرت انگیز حکایات اور ایمان افریں حالات ہوتے ہیں اس قسم کے آثار اور نقوش سننے اور دیکھنے سے بسا اوقات اخلاف کے خوابیدہ جذبات بیدار ہوتے ہیں اور وہ راہ پر لگ جاتے ہیں مخدوم ومحترم استاذی استاذ العلماء حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کے خطبات کا پیش نظر گلدستہ عرض کردہ تاثرات کا حسین مرقع ہے۔ آنمخدوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے علوم ومعارف کے امین، علمی انہماک، جامعہ حقانیہ کے انتظامی ذمہ داریوں، علاقائی

عوالق وتعلقات اور عامۃ الناس کی خدمات سمیت اپنے عظیم والد کی جگہ جمعہ کے خطبات کا باقاعدگی سے اہتمام کرتے ہیں۔ پیش نظر مجموعہ میں بھی جس طرح درس وتدریس میں اپنے عظیم والد کی یادتازہ کرتے ہیں اسی طرح خطبات میں بھی الولد سر لابیہ کا صحیح مصداق ہیں۔

عبدالقیوم حقانی

خادم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مقدمہ

از حضرت العلامہ مولانا محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اپنے وقت کے عظیم محدث، مدرس، شیخ التفسیر، ولی کامل اور مصلح اُمت تھے۔ان کے افادات، فیوضات و برکات اور روحانی انوارات سے آج ایک دنیا منور ہے۔سلسلہ دعوت وارشاد میں ان کے خطبات (دعوات حق) ایک زرین کڑی ہے۔حضرت کے سانحہ ارتحال کے بعد کرامات بعد الوفات کا ظہور ہو رہا ہے۔حضرت کا گلشن جامعہ حقانیہ روبترقی ہے۔ہمہ جہتی دینی کام روز افزوں ہیں۔وللآخرۃ خیر لک من الاولی ؛قرآنی صداقت کا عملی ظہور ہو رہا ہے اور ایک واضح حقیقت کے طور پر آنکھوں کے سامنے ہے۔حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ جامعہ حقانیہ کے نائب مہتمم بھی ہیں اور مدرس اعلیٰ بھی، صاحب جمال بھی اور صاحب کمال بھی اور حسب ضرورت صاحب جلال بھی۔اسی جلال اور جمال اور علمی وروحانی کمال کا مرقع ''انوار حق'' جلد اول کا ایک حصہ میرے سامنے ہے۔کیا خوب ہے اور کس قدر دل آویز ہے۔اکابر کا بھی تو یہی طریقہ اور یہی امتیازی وصف تھا کہ تدریس بھی کرتے تھے، تبلیغ میں بھی آگے آگے رہتے تھے اور تصنیف و تالیف میں بھی ان کی مساعی کا ہدف تھا۔حضرت مولانا انوارالحق صاحب دعوت وارشاد اور تدریس کے میدانوں میں سرگرم عمل ہیں جامعہ حقانیہ کے انتظامی امور میں اپنے عظیم بھائی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے معاون اور نائب ہیں اب تصنیف و تالیف کے میدانوں میں قدم رکھ رہے ہیں۔ان کے لائق شاگردوں نے ان کے خطبات و مواعظ جمعہ کو جمع اور مرتب کر کے ان کے افادات کو تالیفی شکل دیدی ہے۔گویا تالیفی

میدان میں یہ ان کا نقش اول ہے جو خوب تر ہے، نافع ہے، میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک موصوف کو مزید علمی ترقی دے اور اس میدان میں زیادہ سے زیادہ علمی اور عظیم تصنیفی بالخصوص حدیث کی خدمت اور حنفیت کی اشاعت پر خصوصیت سے کام کرنے کی توفیق عنایت فرماویں۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

آمین

قاضی محمد زاہد الحسینی

افتتاحِ سخن

از

حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ

اکوڑہ خٹک جو ضلع نوشہرہ کا ایک چھوٹا سا گاؤں اپنے ماضی اور تاریخی حوالوں سے ایک راستے کی گزرگاہ اور ایک سرائے ،وسائل کے لحاظ سے ایک بے آب وگیاہ علاقہ ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ارشادات میں ایک وادی ،غیر ذی ذرع کا نمونہ اور آبادی کے لحاظ سے ایک محدود رقبہ پر مشتمل ہے مگر اللہ تعالیٰ کا انتخاب اور نظر عنایت تھی کہ آج نہ صرف یہ کہ پاکستان ،افغانستان ،برصغیر ،اسلامی ممالک ، بلکہ دنیائے انسانیت کے کونے کونے میں اکوڑہ خٹک اہل اسلام بالخصوص علمی اور دینی جذبہ رکھنے والے مسلمانوں کیلئے عقیدت واحترام اور عظمت ومحبت کے عظیم مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے ملک یا بیرون ملک جہاں کہیں بھی اکوڑہ خٹک کا نام لیا جائے تو سننے والوں کی نگاہیں عظمت سے جھک جاتی ہیں اور اُن کے ذہنوں میں علوم دینیہ اور اسلامی تعلیمات کے اُس عظیم مرکز اور نشرگاہ کا نقشہ اُبھرآتا ہے جس سے فارغ التحصیل ہونے والے روحانی ابناء اور فضلاء اطراف عالم میں دینی خدمات میں مصروف ہیں کوئی مدرس ہے تو کوئی مبلغ ،کوئی امام ہے تو کوئی خطیب ،کوئی محقق ہے تو کوئی مصنف ،کوئی سیاسی قائد ہے تو کوئی مذہبی رہنما۔

اسی خرمن کے خوشہ چین بقدر وسعت دامن

فقیہہ ومفتی وقاضی ،محدث ،مبلغ ،عارف وغازی

الحمدللہ فضلائے حقانیہ اپنے اپنے علاقوں اور خطوں میں علمی ،دینی ،روحانی اور سیاسی میدانوں میں مستحکم کام کر کے اپنی علمی عظمت اور سیاست وقیادت میں مقتدا بن کر اپنا سکہ منوا چکے ہیں اور یہ سلسلہ خدمات تا ہنوز جاری ہے اللہ کریم تا قیامت باقی رکھے۔

والدمرحوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے ۱۹۴۷ء میں اس شجر طوبیٰ اور مرکز علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد اپنے آبائی محلّہ ککے زئی کی ایک چھوٹی سی مسجد (مسجد مولانا صاحب) میں رکھی۔ جسے اب قدیم دارالعلوم حقانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہی وہ مسجد ہے جو کہ نہ صرف والدصاحب کی ابتدائی تربیت گاہ بلکہ تقسیم ہند کے بعد اُن کے دوبارہ تدریس کیلئے دیوبند جانے کی وجہ سے دینی علوم کا ذوق وشوق رکھنے والوں کیلئے مرجع تشنگان علوم نبویہ بن گئی یہ مسجد جسامت وعمارت کے لحاظ سے کچھ زیادہ بڑی مسجد نہ تھی عمارت بھی بوسیدہ ،حجم بھی کم ،محلّہ بھی غریب اور متوسط رہنے والوں پر مشتمل ،مگر اخلاص وتقویٰ کا جونمونہ دارالعلوم دیوبند کے اساس کے موقع پر چھتہ والی مسجد کے نام سے ایک چھوٹے سے قطعہ مبارک سے نمودار ہو کر پوری دنیا پر چھا گئی۔یہی روح اور کیفیت اکوڑہ خٹک کی مسجد میں قائم ہونے والے سر چشمہ علوم دینیہ میں کارفرما تھی جسے حق تعالیٰ نے قبولیت اور شہرت کا وہ مقام دیا کہ حکیم الامت شیخ الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ نے اسے ''پاکستان کا دیوبند ثانی'' قرار دیا،اسی خانہ خدا میں یہ چھوٹا سا پودا بڑھا اور تن آور اور مضبوط پھلدار درخت کی شکل اختیار کرنے کی راہ پر گامزن ہوا۔اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پہلے سال ہی درس نظامی کے ابتدائی کتب سے لیکر دورہ حدیث شریف تک کتب کی درس وتدریس کا سلسلہ زور وشور سے شروع ہوا مسجد کے کھلے برآمدہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ مسند نشیں ہو کر صحاح ستہ کی تقریباً تمام کتب خود پڑھاتے رہے، برآمدہ سے ملحق چھوٹے سے ہال نما کمرہ میں چھ اساتذہ بیٹھ کر اپنے حلقہ درس میں شامل ہو کر عاشقان علوم نبویہ کو اپنے علوم وفیوضات سے مستفید کرتے رہتے۔اس ترقی یافتہ اور پُر آسائش دور میں اس مسجد کے اندر جا کر یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ اس مختصر سی جگہ میں اتنے طویل مدت تک بڑی تعداد میں طلباء نے اپنے سلسلہ تعلیم کو جاری رکھا پھر

یہ کہ حضرت نے درس نظامی پر صرف اکتفانہ کیا بلکہ فجر کی نماز کے بعد فوراً تفسیر قرآن کا بیان خود فرما کر کافی عرصہ تک حلقہ درس میں شامل اکوڑہ خٹک کے لوگ اور طلباء ان کے فیوضات سے نفع اُٹھاتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ برصغیر پاک وہند کے نامی گرامی علماء اور اس وقت کے عالم اسلام میں باطل کے خلاف نبرداز ما جاری تحریکوں کے راہنما بھی بکثرت اس مسجد میں آتے رہے اور بیشار ملکی وملی اجتماعات کا مرکز بھی یہی خانہ خدا رہا۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ہر وہ مقام جو کسی طرح بھی دینی علم وعمل اور اسلامی اخلاق واحکامات کا مرکز ع منبع ہو نہ صرف مقدس بلکہ عزت واحترام کی نظر سے اسے دیکھنا ہر مسلمان کو لازم ہے، اور پھر مسجد جو اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی جگہ اور جس کی اضافت ونسبت بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ یعنی ''خانہ خدا'' کی طرف کی جاتی ہے اس کے تقدس واہمیت میں شک کرنا بھی کفر کا باعث ہے اس اعتبار سے مسلمانوں کی تمام وہ عبادت گاہیں جن کی بنیاد اخلاص وتقویٰ پر مبنی ہو مقدس ہیں فرق صرف یہی ہے کہ بعض دیگر تاریخی مساجد ومقامات کی طرح یہاں پانچ نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ یہ اس وجہ سے تاریخی حیثیت کی حامل جگہ ہے کہ برصغیر پاک وہند کی ایک مشہور دینی درسگاہ کی بنیاد اور عہد طفولیت کا پروان یہیں سے ہوا۔

بہرحال دس سال سے زیادہ عرصہ تک اسی مسجد میں چار پانچ صد کے درمیان طلباء قال اللہ اور قال الرسول کے صداؤں سے ملک کے چپہ چپہ کو منور کرتے رہے تنگی وسائل کی کمیابی کے اس دور میں جو طلباء اس ادارے سے فارغ ہوئے ان میں سے تقریباً سبھی اپنے وقت کے محدث مفکر، مدرس، مبلغ، مجاہد اور محقق جیسے ممتاز مقامات پر پہنچے۔

والدی الکریم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کے اس مسجد سے شروع کردہ اشاعت دین کے کارناموں میں ایک اہم کارنامہ انکا وعظ وتبلیغ کے ذریعہ عامۃ المسلمین کی اصلاح دعوت الی اللہ کے طرف لوگوں کو راغب کرنا تھا چنانچہ اسی مسجد ومدرسہ کے منبر سے چالیس سال سے زیادہ عرصہ التزام واہتمام سے جمعہ کے خطبات کے موقع پر نہ صرف اہل اکوڑہ خٹک

بلکہ گردونواح کے دیہات کے بھی عقیدت مند ذوق وشوق سے ان کے مواعظ سننے کیلئے آتے رہے یہی وہ خطبات ومواعظ ہیں جن کا کچھ حصہ موتمر المصنفین سے ''دعوات حق'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہوکر قبولیت عامہ حاصل کر چکا ہے۔

سیدی حضرت والدی الکریم کا اس مسجد سے قلبی تعلق اور محبت کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے جمعہ میں حاضری مشکل ہوتی سفر یا معالجہ کے سلسلہ میں باہر جانا پڑتا تو سب سے پہلا کام یہ ہوتا کہ مسجد مذکورہ میں امامت اور خطابت کا انتظام فرماتے پنج وقتہ نماز کیلئے امام اور خطبہ جمعہ کیلئے خطیب کی ذمہ داری لگاتے اور جب طویل علالتوں اور ہسپتال میں داخلوں کا سلسلہ شروع ہوا تب بھی جمعہ کی آمد سے ایک دو روز قبل مسجد میں امامت اور جمعہ کی خطابت کے بارے میں بار بار استفسار اور تاکید فرماتے رہتے۔

جب تک صحت رہی مسجد میں تشریف فرما ہوتے پانچوں وقت امامت کے فرائض بھی خود ادا فرماتے، جب مختلف امراض کا حملہ ہوا تو امامت کی ذمہ داری بندہ کے سپرد کر کے خود بھی جماعت میں شریک ہوتے۔ پھر بتقضائے بشری کمزوری اس حد تک بڑھ گئی کہ جمعہ کا خطبہ دینا کچھ عرصہ تک تو حضرت کے حکم پر دارالعلوم کے اساتذہ مسجد میں آ کر جمعہ کی خطابت امامت کی ذمہ داری سے نبرد آزما ہوتے رہے۔

ایک جمعہ کے دن احقر سے فرمایا: کہ امامت کے ساتھ تقریر کا سلسلہ بھی خود شروع کر دو میں نے معذرت کر کے عرض کیا کہ مجھے تقریر کرنے کا تجربہ نہیں مگر انہوں نے اصرار کر کے فرمایا بسم اللہ کرو اللہ مدد فرمائیں گے اب بھی مجھے یاد ہے پہلے جمعہ کی تقریر، ایک ناتجربہ کار واعظ وخطیب اور پھر وہ بھی حضرت جیسی شخصیت کی موجودگی میں، گھبراہٹ و پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ والد مکرم کے اخلاق عالیہ کہ احقر کے بے ربط اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ادائیگی کے موقع پر صرف اس لئے موجود ہوتے کہ گھبراہٹ و پریشانی کی حالت ختم ہو اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام اور حضرت کے خصوصی توجہات کا نتیجہ ہے کہ علمی روحانی لحاظ سے اس تاریخی مسجد میں خطابت وغیرہ کا

سلسلہ اسی روز سے تاحال جاری ہے۔اوران کے دور کے تا حال بقید حیات اکثر وبیشتر متعلقین ومتوسلین بدستور شرکت جمعہ کی روایت قائم رکھے ہوئے ہیں۔

مجھے ذاتی طور پر اپنا حدود اربعہ بھی معلوم ہے اور حیثیت خطابت بھی نہ تو کوئی مشاق خطیب ہوں اور نہ کوئی پیشہ ور واعظ ،اپنے ہمہ وقتی اور ذاتی مشاغل میں سب سے زیادہ محبوب اور اہم مشغلہ علوم دینیہ کی تدریس اور حضرت والد مرحوم کی قائم کردہ علوم نبویہ کی دینی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں متنوع اور متفرق مشاغل ،انتظامی امور اور طلبہ علوم نبوت کی خدمت ہے یہی ہمہ وقتی انہماک ہے،حضرت والدؒ کی تربیت ہے اوران کی خدمت وصحبت کے برکات سے شہرت اورنام ونمود کی خواہش کبھی نہیں رہی اور نہ اپنے اندر کوئی ایسے ذاتی جوہر اور کمالات ہیں جو شہرت کا ذریعہ بن سکیں۔

خطابت بھی ایک دینی فریضہ ہے اور دیگر دینی مشاغل اور ذمہ داریوں کی طرح یہ بھی ایک ذمہ داری ہے جو الحمدللہ نبھائی جارہی ہے جامعہ حقانیہ کے بعض ہونہار اور لائق طلبہ نے از خود احقر کی تقاریر کو قلم بند کیا اور پھر اسے صاف کر کے مرتب کرنے کا اہتمام کرلیا تھا یہ کام کرتے انہیں پانچ سال بیت چکے تھے اور خطبات کا وہ کافی مواد جمع کر چکے تھے ان میں سرفہرست مولوی حافظ فضل اللہ ہیں جو خیر سے اب فاضل ہیں نے اپنے تمام مشاغل اور دلچسپیوں پر ترجیح دی،یہ بات اُن سے آوٹ ہوئی تو طلبہ دارالعلوم ،قدیم فضلاء اور اپنے احباب ومخلصین تک پہنچی سب کی طرف سے میری نظر ثانی اور طباعتکی اجازت کا مطالبہ اصرار کی حد تک پہنچا،آخر لاچار ہو کر اپنے مزاج وطبع کے خلاف ان خطبات پر نظر ثانی بھی کی اور ترتیب وطباعت اور اشاعت کی اجازت بھی دینی پڑی۔مرتبین نے اپنے تیئں بھر پور کوشش کی ان کی سعی ،ضبط،عنوانات ترتیب،تحریر الغرض ہمہ جہتی سعی قابل تحسین ہے احقر نے بھی نظر ثانی کے وقت روایات ،واقعات ,احادیث اور مضامین پر خوب نظر ڈالی الحمدللہ اس بات کا خوب اہتمام کیا گیا ہے کہ کسی قسم کی بے بنیاد اور نصوص قرآن وحدیث سے متصادم امور سے یہ مجموعہ پاک وصاف رہے پھر بھی انسان انسان ہے اگر کوئی غیر

موزون یا نامناسب بات اس میں آ گئی ہو تو اہل علم اس سے مطلع کریں اصلاح کی کوشش کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کر دیا جائے

مولانا حافظ انعام الحق و مولانا محمد اسرار اور عزیزم مولانا حافظ سلمان الحق نے اپنے مشاغل کے باوجود کمپوزنگ و پروف ریڈنگ کے سلسلہ میں اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے اس کار خیر میں اپنا حصہ شامل کر دیا پروردگار کے بارگاہ میں سر بسجود ہوں۔ جس نے اس مجموعہ کو منظر عام پر لانے کی توفیق سے نواز کر اس حقیر کے ناچیز مساعی کو محفوظ کر لیا۔ جامعہ حقانیہ کے سابق مدرس حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا بھی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں جنہوں نے کتاب ''انوار حق'' کے اول سے آخری مراحل تک بھرپور تعاون کا مظاہرہ فرمایا۔ واجرھم علی اللہ

انوار الحق

نائب مہتمم و استاد الحدیث جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

توبہ اور اسکے فضائل

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم قال الله عزو جل: الاّ من تاب و آمن وعمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل الله سیأ تھم حسنات و کان الله غفورا رحیما☆ ومن تاب وعمل صالحاً فانه یتوب الی الله متابا☆

دونوں آیتوں میں تین امور پر اللہ جل مجدہ تا کید فرمارہے ہیں' سب سے پہلے توبہ دوسرے مرتبہ میں ایمان اور تیسرا درجہ عمل صالح کا ہے،توبہ کے معنی گناہوں سے باز رہنے کے ہیں اوراس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کئے گئے گناہوں پر شرمندہ ہونا اورآئندہ گناہ نہ کرنے کا صحیح اورقلب سے عزم ہو۔

دنیادارامتحان

انسان اس دارفانی میں مختلف قسم کے مصائب وامراض میں گھرا رہتا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا ہے ہی دارامتحان، جس کے حصول راحت کے لئے شبانہ روز انسان مصروفِ عمل و پریشان رہتا ہے۔ ہمارے سامنے جب بیماری کا ذکر کیا جاتا ہے تو ہمارے اذہان صرف جسمانی امراض جیسے

پیٹ کا درد، سر کی تکلیف وغیرہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ تکالیف بھی باعثِ اذیت ہوتے ہیں ۔لیکن پہلے تو ان امراض کا وجود عارضی ہوتا ہے، ایک خاص وقت و دوا کے استعمال سے افاقہ بلکہ ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔اور اگر کبھی کبھار بیماری دائمی لاعلاج ہو تو بھی موت کیساتھ ہی اس اذیت اور بیماری کے اثرات کا اختتام ہو جاتا ہے۔

روحانی بیماری اور اس کا علاج

اصل بیماری جو کہ دائمی اور ہمیشہ کیلئے نہ جدا ہونے والی ہے جس کے ہوتے ہوئے راحت وسکون کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ایک صالح و نیک سیرت مسلمان کیلئے اس کا تصور بھی کسی بدترین اذیت سے کم نہیں اور وہ روحانی بیماری معصیت یعنی گناہ ہے،جس میں صبح و شام سرتاپا ڈوبے ہوئے ہیں اور کسی لمحے یہ بھی احساس نہیں ہوتا کہ ہم اتنے مہلک مرض میں مبتلا ہیں اور اس کے ازالہ کیلئے بھی کسی مصلح ومرشد سے دوا وعلاج تجویز کروا کے اس پر عمل بھی کرنا چاہئے۔اس کے مقابلہ میں معمولی سی جسمانی بیماری اگر رات کو لاحق ہو جائے تو تمام رات کرب و بے چینی میں گزار کر صبح کے انتظار میں مضطرب رہتے ہیں کہ صبح ہوتے ہی کسی ماہر معالج کے پاس پہونچ کر دوا حاصل کرلیں اور اس عارضی و کم تکلیف دہ مرض سے جتنا جلد ہو سکے نجات حاصل کرے اور نہ ختم ہونے والی تکلیف دہ بیماری منکرات ومعاصی سے نجات کی طرف توجہ ہی نہیں۔

انسان کے بدن پر بیماری کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کا جسم واعضا اپنے اعتدال والے حالت پر باقی نہیں رہتے مثلاً بخار ہو تو بدن معمول کی حالت سے زیادہ گرم ہو جاتا ہے اعضا پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔جسم بیکار ہو جاتا ہے طبیعت میں سستی کا احساس ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی عضو ٹوٹ جائے تو صحت کے وقت اس سے جو کام لیا جاتا ہے اس کے ادائیگی میں دقت اور رکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔

اہل بصیرت کے لئے درس عبرت

اگر صاحب بصیرت مسلمان غور کرے تو گناہوں کے امراض کا مضر اثر روح و باطن پر

وارد ہونے کے ساتھ ظاہری بدن پر بھی رونما ہوتا ہے۔ایک پانچ وقت کے پابند نمازی سے ایک وقت کی نماز بھی بلا عذر شرعی فوت ہو جائے تو روحانی کوفت کے ساتھ ساتھ جسمانی سستی و توڑ پھوڑ کا جو احساس اسے ہوتا ہے وہ ظاہری مرض میں مبتلا مریض کی سستی و ناچاقی سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ایک پابند صوم وصلوٰۃ کے بدن کی ظاہری چستی وتندرستی بھی عبادات کی قوت اور معاصی سے اجتناب کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ اعلیٰ وقیمتی غذاؤں وادویات کے استعمال سے ہو سکتی ہے۔

صحابہ کی حالت

صحابہؓ کی تاریخ وواقعات گواہ ہیں کہ کئی کئی دن فاقہ کے باوجود اگر سخت ترین معرکہ و جہاد کا موقع بھی آجاتا تو انتہائی قوت و پھرتی کے ساتھ ہر قسم کی سختی سے نمٹنے کیلئے تیار ہوتے‘ غذا کی قلت بلکہ انکے اعضاو بدن پر بہت کم اثر ہوتا۔جنگِ خندق ہی کو لیجئے‘ کئی دن پیٹ پر پتھر باندھ کر بھوک و پیاس سے بے نیاز خندق کی کھدائی کے قوت طلب کام میں مصروف رہے اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ مادی غذاؤں کے بجائے اعمالِ صالحہ وعبادات یعنی روحانی غذاؤں پر اعتماد کئے ہوئے تھے جنکی وجہ سے نہ صرف ان کا دل ودماغ ‘ ایمانی ونورانی قوت وطاقت سے لبریز تھا بلکہ انہی کی برکت سے ابدان بھی ہر قسم کے مصائب ومشکلات کے مقابلہ کیلئے ہر وقت مستعد رہتے اور پھر بدر وحنین جیسے صبر آزما جنگوں میں ہر صحابی نے اپنے سے کئی گنا زیادہ ظاہری مضبوط تازے منکرِ خدا کو چاروں شانوں چت کر دیا۔

گناہ کا علاج

آج ہمارے ساتھ صبح وشام خوارک کی فکر ہے۔رات کو کھا کر صبح کی‘ صبح کو پیٹ بھر کر پھر دو پہر کی ،اس کے بعد عشاء۔عمر صرف خوارک و طعام کی طلب اور حصول کی غور وفکر میں ختم ہوگئی،جب کہ صحابہ کرامؓ کو اٹھتے ،بیٹھتے ،سوتے‘ جاگتے‘ آخرت کی فکر ہوتی اور اگر کھانے کی کوئی چیز مل بھی جاتی تو اس نیت سے تناول کرتے کہ اس سے بدن میں قوت پیدا ہو کر اس قوت کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات واعمال طیبہ میں صرف کر دیں۔

بہرحال گناہ ایک انتہائی مضر بیماری ہے جس کا علاج حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اگر چہ بیماری بڑی مہلک مگر دوا انتہائی سستی۔ یہ اللہ کی شان رحیمانہ وکریمانہ ہے، ورنہ قانون دنیا تو یہ ہے کہ بیماری جس قدر تباہ کن ہو اس کی دوائی اسی مقدار سے مہنگی، بلکہ ملکی معالجوں اور دواؤں سے مایوس ہو کر امریکہ و برطانیہ کے ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرنی پڑتی ہے۔ اللہ کے ہاں معاملہ برعکس ہے کہ بیماری تو ایسی ہے کہ سیدالکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے: جب ایک انسان گناہ کرے اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ یا داغ لگ جاتا ہے جب تک توبہ نہ کرے داغ دل پر قائم رہتا ہے۔ مزید گناہ کرتے کرتے دل گناہوں کے سیاہ داغوں کے غلاف میں ڈھک کر ظلمت اور تاریکی کا شکار ہو جاتا ہے پھر صمٌ بکمٌ عُمیٌ کا مصداق بن کر نہ حق سنتا ہے، نہ حق سناتا ہے اور نہ حق دیکھتا ہے، اگر واعظ و مصلح اس کے سامنے ہزار وعظ و نصائح بیان کرے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا، وجہ یہ کہ گناہ ہوتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے نسخہ ''توبہ'' پر صدق دل سے عمل کرلیا جاتا تو نہ یہ حالت ہوتی اور نہ اس قدر گناہوں کے دلدل میں غرق ہو جاتا۔

توبہ کی فضیلت

قرآن و حدیث توبہ کی اہمیت وفضیلت سے بھرے پڑے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

تو بوا الی الله جميعاً ايها المومنون لعلكم تفلحون. (سورۃ نور)

جو خدا کو راضی کرنا چاہے کثرت سے اپنے ماضی سے توبہ کر کے مغفرت کا طلب گار بنے، خود ارحم الراحمین اپنے عباد کو توبہ کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتے ہیں۔

هو الذی يقبل التوبة عن عباده و يعفوا عن السيئات ويعلم ما تفعلون.

''اللہ وہی ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے اس کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ سب جانتا ہے۔''

زیادتی کے بعد توبہ کی

دوسری جگہ ارشاد ہے: **فمن تاب من بعد ظلمه و اصلح فان الله يتوب عليه**

ان اللہ غفور الرحیم(سورہ مائدہ)

''جس نے اپنے آپ پر زیادتی کرنے کے بعد توبہ کرلی اور آئندہ کیلئے اپنے آپکو درست کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرے گا کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ کئی آیات میں مومنوں کے ساتھ کفار اور مشرکوں کو بھی اپنے اعمال بد اور مشرکانہ عقائد سے توبہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور توبہ کے بعد پھر جنت النعیم اور جنت الخلد کی بشارت کے ساتھ پچھلے گناہوں کی معافی کا اعلان بھی کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطو امن رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ' انہ ھو الغفور الرحیم وانیبوا الی ربکم واسلموا لہ ' من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون (سورۃ الزمر)

''اے پیغمبر لوگوں کو کہہ دو میرے جانب سے کہ اے میرے بندو جن لوگوں نے اپنی جانوں پر گناہوں کی شکل میں زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ واقعتاً بڑی بخشش' بڑی رحمت والا ہے تم اپنے پروردگار کی طرف جھک جاؤ اور اس کا احکامات کی بجاآوری میں مصروف رہو اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے پھر تمہارا کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔''

مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

کل ابن آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون. (ترمذی ابن ماجہ)

''ہر شخص قصوروار ہے اور بہترین خطاکار وہ ہے جو اپنی خطاء کی معافی مانگے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

من سعادت المرء ان یطول اللہ عمرہ ویرزقہ الانابۃ (الحاکم)

''انسان کی نیک بختی یہ ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو (انابت الی اللہ) یعنی توبہ اور اخلاص عمل کی توفیق سے اللہ نوازے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام والقاب بہت مذکور ہیں کچھ کتب سابقہ میں پائے جاتے ہیں بعض کا ذکر انبیاء علیہم السلام کی زبان سے ہوا اور کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زبانی امت کو پہنچے، ان میں سے ایک نام نبی التوبۃ ہے جس کا ذکر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا:

عن ابی موسی الاشعری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمی لنا نفسہ' اسماءً فقال انا محمد و احمد والمقفی والحاشر ونبی التوبۃ و نبی الرحمۃ(رواہ مسلم)

''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے اپنی ذات مبارک کے متعدد نام بیان فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا: میں ''احمد ہوں، میں ''محمد'' ہوں، میں ''مقفی'' ہوں، میں ''حاشر'' ہوں، میں توبہ کا نبی ہوں اور میں رحمت کا نبی ہوں۔''

محسن انسانیت نبی التوبہ

نبی التوبہ کی وجہ تسمیہ علماء نے یہ بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ توبہ واستغفار بہت کرتے تھے اور رجوع الی اللہ آپ کی زندگی کا بنیادی مقصد تھا اس لئے اسم ہی نبی التوبہ ہوا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات کی برکت ہے کہ آپ کے امتی اگر صدقِ دل سے توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کی زبانی توبہ قبول فرمالیتے ہیں اور امم سابقہ کے لوگ اپنے جرائم اور گناہوں کی پاداش میں اس وقت تک قابل معافی قرار نہیں پاتے تھے جب تک ان کے قصور اور جرم کی سزا قتل یا دوسری سزاؤں کی شکل میں ان کو نہ مل جاتی تھی۔

توبہ اور سید الکائنات کا عمل

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم جن کو حیات طیبہ ہی میں مغفرت وبخشش کا مژدہ سنایا گیا رب ذوالجلال کے نزدیک بندہ کے محبوب عمل توبہ پر بکثرت کاربند رہنا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

عن الاغر المزنی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ایها الناس توبوا الی الله فانی اتوب الیه فی الیوم ماۃ مرۃ (رواہ مسلم)

''اغر مزنی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگوں! اللہ سے مغفرت طلب کرو کیونکہ میں خود بھی روزانہ ایک سو بار مغفرت کا طلبگار رہتا ہوں۔''

سو مرتبہ کا مطلب یہ نہیں کہ سو سے زیادہ دفعہ توبہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس سے مراد کثرت ہے کہ اللہ بندہ کی توبہ جو اس کے عجز و انکساری پر دلالت کرے پر خوش ہوتا ہے جتنا زیادہ ہو سکے رجوع الی اللہ کر کے اپنے گناہوں پر نادم و شرمسار ہونا چاہیے۔

قیامت سے پہلے توبہ

اجماع امت ہے کہ تمام انبیاء بشمول سیدالرسل صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے پاک اور معصومین ہیں تو دن رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینکڑوں بار توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت و ذکر الٰہی کی شان یہ تھی کہ ہر آن اللہ کی یاد میں منہمک رہتے کوئی لحہ بھی خدا کی یاد سے غافل نہ رہتے اور اگر کبھی کبھی بہ تقاضائے بشریت غفلت ہو جاتی اسے بھی گناہ سمجھ کر توبہ و استغفار کرتے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللهصلی الله علیه وسلممن تاب قبل ان تطلع الشمس من مغربها تاب الله علیه. (رواہ مسلم)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مغرب کی طرف سے آفتاب نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔''

زوال امت کا سدباب

توبہ سے نہ صرف روحانی امراض سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے بلکہ دنیوی لحاظ سے آج ہمارے جتنے مصائب و پریشانیاں ہیں۔ مہنگائی کا دور دورہ ہے نئے نئے آفات امراض وباؤں کا دور دورہ ہے۔ آسمان سے بارشوں کا وقت پر نزول بند ہو چکا ہے۔ پورے دنیا پر نظر دوڑائیں خواہ

فلسطین و کشمیر ہو یا افغانستان وافریقہ، ہر جگہ مسلم امت یہود و ہنود و کفار کے مظالم کی چکی تلے پس رہے ہیں۔ اپنے ہی اسلامی ملکوں میں حاکموں کے رویہ سے رعایا نالاں' ظالم و بے دین ارباب اقتدار مسلط ہیں۔ باپ بیٹے کا دشمن' بیٹا باپ کا' ماں بیٹی سے بیزار' بیٹی ماں سے گریزاں' گھر گھر افتراق وانتشار' مرغ و پرندے کی ہلاکت پر اظہار ندامت وافسوس کیا جاتا ہے مگر مسلمان دوسرے مسلمان کے خون کا پیاسا' بے گناہ کے خون بہانے پر افسوس وملامت کرنے والا ناپید، غرض دینی انحطاط' اخلاقی بے راہ روی' معاشرتی زوال' اقتصادی تباہی ان تمام مصائب کی وجہ ہمارے اعمال بداور گناہ ہیں اس کا ذکر منعم ازلی نے بھی فرمایا ہے **مااصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم** اوران ساری پستیوں سے نکل کر ایک بار پھر امت مسلمہ پورے عالم میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح قابل تقلید قوم بن کر پوری دنیا کی قیادت وامارت کی اہل بن سکتی ہے بشرطیکہ صدق دل سے اپنے گناہوں سے توبہ تائب ہو کر انابت الی اللہ کے نسخہ پر کاربند ہو۔

حضرت نوحؑ کا نسخہ

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو ان کی تمام مشکلات کا حل توبہ اور گناہوں کا بخشوانا ہی قرار دیا۔ منعم حقیقی کے الفاظ میں نوحؑ کا فرمان سورۂ نوح میں مذکور ہے: کہ

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا☆ یرسل السماء علیکم مدرارا ☆ ویمددکم باموال وبنین و یجعل لکم جنات ویجعل لکم انهارا☆ (سورہ نوح)

''چنانچہ میں (نوح) نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ معاف کراؤ، وہ بے شک بڑا معافی دینے والا ہے، تم پر بارش نازل فرمائے گا، بہت زیادہ تمہارے مال و اولاد میں ترقی دے گا تمہارے لئے باغ اگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہادے گا۔''

تو گویا توبہ واستغفار ہی میں ہمارے باطنی وظاہری بیماریوں ومشکلات کا حل مضمر ہے۔ اللہ جل جلالہ ہم سب کو سچا و پکا امت محمدی کا پیروکار بنا کر چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بچنے اور معاصی پر شرمسار و نادم ہونے کی توفیق نصیب فرماویں۔

ایمان اور عمل صالح کا تلازم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد:فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ عزو جل: الاّ من تاب و آمن وعمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل اللہ سیأ تھم حسنات و کان اللہ غفورا رحیما☆ ومن تاب وعمل صالحاً فانہ یتوب الی اللہ متابا☆

گزشتہ جمعہ کو آیات میں ذکر کردہ تین امور میں دوسرا اور تیسرا مرتبہ ایمان وعمل صالح کا ہے۔ مسلمانوں کی اُخروی و دنیوی فلاح وکامیابی ان دونوں سے مشروط ہے مگر افسوس کہ اب ہم نام کے مومن اور پارسا ہیں، اگر کسی میں کچھ حصہ ایمان موجود ہے تو عمل صالح کا فقدان ہے اگر چند میں عمل صالح کا شائبہ ہے تو کما حقہ ایمان معدوم ہے حالانکہ یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں ایک کی غیر موجودگی میں دوسرا بھی معدوم ہے۔

ایمان اور عمل صالح کا تلازم

قرآن مجید میں بار بار ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان

کے ساتھ عمل صالح کا موجود ہونا ضروری ہے' ایمان صرف زبان سے اللہ کو ایک ماننے کا نام نہیں، اسلام ایک ایسا دین فطرت اور روز قیامت تک مشعل راہ مذہب ہے کہ اس میں افراط ہے نہ تفریط کہ انسانی نجات صرف ایمان پر ہی موقوف رکھی جائے جو کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور نہ صرف ایمان سے خالی نیکوکاری کا نام ہے جیسا کہ بعض ادیان باطلہ کا عقیدہ ہے بلکہ ایمان کا مفہوم و معنی یہ ہے کہ دل مکمل طور پر اللہ کا فرمانبردار بن جائے۔

کارساز ما

یقین محکم ہو کہ اللہ تعالیٰ سارے کمالات و اختیارات کا مرکز ومنبع ہے، نہ کہ طاقت و کمالات کا سرچشمہ عوام اور مادی امور کو قرار دیں، جو چیز مانگنی ہے اسی سے مانگنی ہے عبادت صرف اسی کی کرنی چاہیے، اسی کو وحدہ لا شریک مانیں، نفع ونقصان کے مالک اسی کو جانیں، جلوت وخلوت میں غیر اللہ سے اپنی توجہ ہٹا کر صرف اسی کی برتری وحاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔ رگ وریشہ میں اس کی محبت رچ بس جائے۔ ہم اسلام و ایمان کو صرف اپنی شناخت کے لئے بطور ایک علامت یا ذکر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام وایمان کو صرف ایک نام کی حیثیت حاصل نہیں بلکہ یہ نام ہے مخصوص اعتقادات' عبادات' اخلاق و اعمال کا، انہی عقائد وعبادت کی حدود و دائرہ میں رہ کر ایک شخص مسلم ومومن کامل بن سکتا ہے۔ ورنہ اگر صرف جاننا ایمان کی نشانی ہوتی تو فرعون و کفار مکہ بھی جانتے تھے کہ آسمان وزمین کا خالق و مالک رب العالمین ہے مگر ان کا عمل اس تصور کے خلاف ہوتا جس کی بناء پر وہ کافر ومشرک ٹھہرے اور اسی عقیدہ وعمل کے تضاد کی وجہ سے ان کو موردالزام ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله قل فانٰى تصرفون.

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا تو جواب میں عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، جب یہ مانتے ہو کہ کائنات کے پیدا کرنے والا رب العالمین ہے تو پھر اس کی اطاعت سے منہ کیوں موڑتے ہو''

ایمان کی مثال

والدِ محترم حضرت شیخ الحدیث برد اللہ مضجعہ' اپنے مواعظ میں ایمان کی تشبیہ درخت کی جڑ سے دیتے تھے جو کہ زمین کے اندر رہ کر اس کے پھل و پھول پتے اور شاخیں زمین سے باہر ہوتے ہیں جب تک اس درخت کو پانی وکھاد وغیرہ دیا جائے تر و تازہ رہے گا اس کے ظاہر و باطن کی آبیاری اور اس کی حفاظت سے اس کے برگ و بار میں بھی ترقی ہوگی اور اگر باہر سے پانی وکھاد وغیرہ مہیا ہوں' زمین کے اندر سے جڑیں کاٹ دی جائیں۔ پھول' پتے اور پھل سب مرجھا کر زمین بوس ہو جائیں گے یہی حال ایمان کا ہے۔ اگر ایمان کی جڑ کمزور اور محکم نہ ہو ظاہری اعمال پر کسی قسم کے اجر و ثواب کے مرتب ہونے کا سوال ہی نہیں۔ دوسری صورت میں اگر درخت پر خاص حالات کے اثر انداز ہونے کی وجہ سے کسی وقت پھل پھول پتے نہ ہوں مگر جڑیں محکم ہوں تو جب بھی اس کی آبیاری ہو جائے درخت پر بہار آجائے گی ۔ گویا زندگی موجود ہے تو ظاہری حالت میں انقلاب آنے کی امید قوی ہے۔ جب ایمان کا مطلوبہ عقیدہ راسخ ہے تو جڑ مستحکم ہے۔ اب اگر ظاہری اعمال ایمان کے متقاضی اعمال کے مخالف ہیں تو غالب امکان یہی ہے کہ اگر ذرا سی رجوع الی اللہ بھی کی جائے تو ظاہری تسلیم و انقیاد کی شکل میں اس شخص میں ایمانی انقلاب آ کر اس کا ظاہر و باطن ایمان کے پھول و پھل و پتوں سے لہلہائے گا۔

خلاصہ

ابھی تک وعظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایمان بغیر عمل صالح کے نامکمل اور عمل صالحہ بغیر ایمان کے هباء منثورا یعنی بے فائدہ شی ہے۔ اب جس طرح دنیاوی امور صرف ذہنی تخیل سے مکمل نہیں ہوتے جب تک اس امر کے پورے فارمولے پر عمل نہ کیا جائے مثلاً ایک بھوکے کی بھوک صرف اسی خیال اور تخیل سے ختم نہیں ہوسکتی کہ روٹی بھوک کو ختم کرتی ہے جب تک کہ اس روٹی کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کے حاصل کرنے کے تمام طریقے استعمال میں لا کر جدوجہد نہ

کی جائے اور پکانے اور کھانے کے جملہ مخصوص طریقوں پر عمل نہ کیا جائے۔ان سارے مراحل کے طے کرنے اور مشقت اٹھانے کے بعد بھوک کا علاج ہوگا۔اسی طرح عبادات ومشروعات مثلاً روزہ،نماز و حج کے تصور سے آدمی روزہ دار نمازی و حاجی نہیں بن سکتا۔جب تک اس اعمال کے ادائیگی کی طرف عملی قدم اٹھا کر ان کے ارکان وشرائط پر عمل نہیں کرے گا۔اسی طرح اخروی اعمال بھی صرف ذہنی تخیل سے پورے نہیں ہوتے۔

ارشادات ربانی

جب تک ایمان وعمل صالح دونوں کو ساتھ ساتھ وجود میں نہ لایا جائے فلاح وکامیابی ناممکن ہے۔ایمان اور عمل صالح کی اہمیت اور اس پر مرتب ہونے والے اجور پر کئی ارشادات ربانی دلالت کرتے ہیں۔ارشاد فرمایا:

ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثی وھو مومن فاولٰئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا (النساء)

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات واقاموا الصلوۃ واتو الزکوۃ لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرۃ)

ان الذین امنوا و عملوا الصالحات کانت لھم جنٰت الفردوس نزلاً خالدین فیھا لایبغون عنھا حولا (الکھف)

فمن یعمل من الصالحات وھو مومن فلا کفران لسعیہ وانا لہ کاتبون(الانبیاء)

''اور جو مرد یا عورتیں کچھ نیک کام کریں بشرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور تل برابر ان پر ظلم نہ ہوگا۔تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور نماز کو قائم کیا اور زکوۃ ادا کی نہ انہیں خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہونگے''

''تحقیق جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں ان کی مہمانی جنت الفردوس کی شکل میں

ہوگی جس میں وہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے“

”جو ایمان کی حالت میں نیک عمل کرے گا تو اس کی کوشش و محنت کی ناقدری نہ ہوگی اور اسکے اعمال کو ہم لکھنے والے ہیں“

ایمان و عمل صالح کے ثمرات صرف آخرت تک محدود نہیں بلکہ دنیا اور عالم برزخ یعنی قبر ہی سے اس کے بہترین اثرات نمایاں ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

عالم برزخ

احادیث میں ہے کہ جب مردہ قبر کو حوالہ ہونے کے بعد نکیر و منکر کے سوالات میں کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو اس کی قبر حدِ نگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔ دور سے آتا ہوا ایک شخص نظر آتا ہے، اسکے چہرے سے خیر و برکت اور چمک دمک ٹپکتی ہے، اس کے روحانی و نورانی چہرہ کو دیکھ کر اسے فرحت حاصل ہو جاتی ہے وہ اسکی طرف آہستہ آہستہ قریب آتا ہے، یہ میت اس سے پوچھتی ہے اے فلاں تو کون ہے کہ اس بیت الغربہ اور بیت الوحدۃ میں تو نے میرے پاس آکر میرے دل سے قبر کی وحشت و تنہائی کو دور کر دیا، وہ جواب میں کہتا ہے: تو مجھے اتنی جلدی فراموش کر گیا۔ انا عملک الصالح: میں تیرا نیک عمل ہوں تری وحشت اور تنہائی کو دور کرنے آیا ہوں گھبرانا مت میں تیرے ساتھ ہوں۔ اب آپ غور کریں کہ صرف نیک اعمال ہی ہیں جو اس تنگ و تاریک کوٹھری میں نعمت غیر مترقبہ بن کر کام آئیں گے۔

حالتِ نزع

حالت نزع میں بھی نیک عمل کارآمد، قبر میں بھی، میدان محشر میں بھی پل صراط پر انسان کے ساتھ صرف یہی عمل ہوگا اور جنت کے انعامات و مزے بھی اس کے برکت سے حاصل ہوں گے۔ اس کے علاوہ دنیا کی سب سے محبوب چیزوں میں دو چیزیں محبوب ترین ہیں جو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھے جاتے ہیں۔ پہلی چیز مال و دولت ہے یہ وہ متاع فانی ہے جس کے لئے انسان دین بھی بیچ دیتا ہے۔ حلال و حرام، اپنے و پرائے کی تمیز سے بھی عاری ہو جاتا ہے، مال ہی کے لئے

بھائی بھائی کا گلہ کاٹ کر رحم و قرابت داری کے مقدس رشتہ کو بھی پامال کر دیتا ہے۔اس کے حاصل کرنے کیلئے انسان کو اپنی صحت کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی آرام کا جتنی رغبت اس کی طرف ہوتی ہے کسی اور چیز کی طرف کبھی نہیں ہوتی۔یہی عزیز ترین مال و دولت اس وقت تک ساتھ دیتی ہے جب تک انسان کا سانس جاری ہے اور روح قفس عنصری سے پرواز نہیں کرتی ۔جب سانس رک جائے مال بھی رشتہ اور ساتھ چھوڑ دیتا ہے اس کی بے وفائی ہی کا اثر ہے کہ جب ایک شخص کے دل کی حرکت رک جائے اور روح نکل پڑے تو اس میت کے مِلک سے اس کا تصرف و مالکانہ حق بالکل ختم ہوا اب یہ وارثوں کا مال ہے آپس میں بانٹنے کے بعد جیسے چاہیں تصرف کر سکتے ہیں لاش ابھی چارپائی پر پڑی ہے دفن کا مرحلہ ابھی باقی ہے مگر جس مال کے لئے اپنی عمر عزیز وقف کی تھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی بجا آوری کی بھی پرواہ نہ کی اس نے منہ موڑ لیا۔ مال و دولت کی بے اعتنائی و اعمال کی وفاداری کو۔

نیک عمل کی برکات

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلمنے اس انداز سے بیان فرمایا کہ جب انسان کا جنازہ اٹھتا ہے فرشتے پوچھتے ہیں ماقدم فلان کہ فلاں نے اپنے موت سے آگے کون سا ایسا بہترین عمل بھیجا ہے جو اس کے لئے اگلی دنیا میں کار آمد ہو اور وارث اور قرابت دار ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ما اخر فلان فلاں نے اپنے پیچھے کس قسم کا مال چھوڑا ہے جس پر ہم قبضہ کر لیں آپ اور ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ کئی مرنے والوں کو تختہ غسل پر پہنچانے سے پہلے ہی اس کے وارث اس کے مال کے حصول اور بندر بانٹ کے لئے مشت و گریبان ہو جاتے ہیں۔

دوسری محبوب ترین چیز انسان کی بیوی بچے ہوتے ہیں جن کو اپنے آخری وقت کا بااعتماد سہارا سمجھا جاتا ہے۔اپنی زندگی میں ان دونوں کی خوشنودی اور محبت میں اکثر لوگ شرعی قیودات و احکامات سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور ان کی آسودگی و آرام و راحت کے لئے اپنی عزیز جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ان کی محبت میں اس حد تک افراط کا مظاہرہ کرتے

ہے کہ ان کی ہر ناجائز وشریعت سے متصادم خواہش کی تکمیل کو بھی اپنا فرض اولین سمجھ کر شفقت پدری کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کے بے جا پیار ولاڈ میں اس قدر بے فکر ہے کہ نہ ان کو شریعت کی طرف راغب کرنے کا خیال اور نہ اخلاق حسنہ وتربیت کی طرف توجہ۔

مرتے وقت یہ دونوں بھی جواب دے دیتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اتنا کرلیں گے کہ روح نکلنے تک چارپائی کے قریب رہیں گے یا اگر کچھ زیادہ وفاشعار اولاد ہو تو قبر تک جاکر زیر زمین دفنا دیں گے۔ کئی من مٹی تلے دبنے کے بعد نہ پھر بیوی ساتھ دیتی ہے اور نہ اولاد۔

مغربی تعلیم وتہذیب کے مضر اثرات

اور اب تو مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ جو کہ یورپی تہذیب کا دلدادہ ہے ان سے متاثر ہیں، والدین کی میت کے ساتھ قبر تک جانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے۔ اگر کسی کو جنازہ کے ساتھ جانے کی توفیق میسر بھی آجائے تو مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لئے جو آخری حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں نماز جنازہ کی صورت میں ارشاد فرمایا اس کے نہ جاننے کا بہانا بنا کر جنازہ کی صفوں سے دور کھڑے رہ کر تماشا کرنے لگ جاتے ہیں۔ تدفین کے وقت تو اور بھی دور ہٹ جاتے ہیں کہ قبر میں ڈالی جانے والی مٹی بدن اور اجلے کپڑوں کو میلا نہ کردے۔ یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ ایسے اولاد سے کسی ایسے نیک عمل کی توقع ہو کہ ان کا کوئی بہترین عمل صدقہ جاریہ بن کر والدین کے لئے بعد از مرگ ایصال ثواب کا ذریعہ بن جائے۔

ہاں چند خوش قسمت ایسے ماں باپ بھی ہوتے ہیں کہ اپنی اولاد کے ساتھ شرعی حدود کے اندر جائز شفقت ومحبت کے ساتھ ساتھ ان کی زیادہ تر توجہ دین اخلاق حسنہ کی تربیت شریعت مطہرہ کی تعلیم کی طرف رہی ہو، اگر چہ والدین کے فراق کے بعد ایسی راست باز ونیکوکار اولاد بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے مگر ان کا نیک عمل والدین کے ساتھ جارہا ہے اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق ایسی اولاد کے اعمال طیبہ بھی ان اعمال کی ترغیب وتعلیم دینے والوں کے لئے صدقہ جاریہ

کے طور پر جاری وساری رہیں گے۔

قبر میں نیک اعمال نہ صرف نیک صورت کی شکل میں وارد ہوں گے بلکہ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مردہ جب قبر میں دفنا دیا جائے تو چاروں اطراف سے عذاب اس کی طرف دوڑتا ہے، دائیں طرف سے نماز اس کا باڈی گارڈ بن کر عذاب کے لئے ڈھال بن جاتی ہے، سر کی طرف قرآن کی تلاوت اس کی محافظ بن جاتی ہے، بائیں طرف سے روزہ عذاب کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے، ٹانگوں کی طرف آنے والے عذاب کے لئے زکوٰۃ وخیرات عذاب کا راستہ روک دیتا ہے۔ یہ تمام محافظ اس شخص کے لئے دستیاب ہوں گے جس نے اپنی زندگی میں اعمال صالحہ کی پابندی کی ہو۔

صبح وشام اور انجام

اب اگر ہمارا صبح و شام اللہ کی نافرمانی میں گزرے ہر قسم کے نیک کام مثلاً سچائی' دیانتداری' امانتداری' شرم وحیا' عدل وانصاف' رحم وکرم' تواضع' احسان' عفو درگزر' تیمار داری' یتیم کے ساتھ بہتر سلوک' خالق کی عبادت' خلق خدا کی خدمت سے ہمارا نامہ اعمال خالی ہو، خوف خدا نام کی چیز کا تصور بھی ہمارے کسی عمل میں شامل نہ ہو اور کبھی بادل ناخواستہ کارِ خیر کیا بھی ہو تو وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ مخلوقِ خدا کی رضامندی و دکھلاوے کے لئے، تو ہم بھلا کیسے یہ امید کر سکتے ہیں کہ جان کنی کے المناک لمحہ اور عالم قبر کے اندوہناک موقع پر کوئی عمل ہمارے لئے کارگر ثابت ہو کر ہمیں شیطان کے فریب اور اللہ کے عذاب سے بچا سکے گا۔ زندگی میں ہم ہر موہوم مصیبت و پریشانی کے آنے سے پہلے پہلے ہی اس کے مقابلے اور بچاؤ کے اسباب تلاش کرتے ہیں جبکہ اللہ کے یقینی عذاب وسزا سے بچاؤ کے اسباب جو کہ اعمال صالحہ ہیں ان سے ہم بالکل غافل و بےفکر ہیں۔

محسنِ انسانیت کے دعوت پر لبیک کہنے کے ثمرات

حالانکہ اگر ان اسباب کو ہم حاصل کرتے تو یہ صرف وقتِ نزع' عالمِ برزخ وروزِ محشر

کے ظلمات میں نور کا کام نہ دیتے بلکہ دنیا میں بھی ہمیں ان کی بدولت ہماری پستی و ذلّت و خواری کی جگہ باعزت مقام معاشرہ میں حاصل ہوتا۔ اکثر و بیشتر جمعہ کے مواعظ میں آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں، عرب کے مشرکانہ عقائد رکھنے والے انسان نما وحشی نہ صرف کفر کے مرتکب تھے بلکہ ہر قسم کے اخلاقیات، حسن معاشرت سے بھی مکمل طور پر عاری تھے۔ رزق کی تلاش میں دربدر ٹھوکریں کھانا، راستے پر گزرنے والے ہر مسافر کو لوٹنا، معمولی معمولی جھگڑوں پر کئی کئی سال ایک دوسرے کا خون بہانا جیسے جرائم ان کا معمول بن گیا تھا۔ روحانی و قلبی اطمینان و سکون کا تو سوال ہی نہ تھا جسمانی و مادی لحاظ سے بھی تاریکیوں میں گم ہو چکے تھے۔ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور دعوت پر لبیک کہنے سے اس جیسی باطنی و ظاہری لحاظ سے پسماندہ قوم کی تقدیر بدل گئی۔ بدی کے خوگر لوگوں کی عادت و طبیعت نیکی کی طرف مائل ہوگئی۔ رزق کی تلاش میں دردر کی خاک چھاننے والے قیصر و کسریٰ کے خزائن کے مالک بن کر جابر و کافر بادشاہوں کے جواہر سے بھرے ہوئے لباس ان کے بچوں کے کھلونے بن گئے۔ سروں پر عظمت و دبدبہ کا نشان بننے والے لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے کے تاج صالح و دیندار صحابہ کے لئے حقیر ترین شی کی حیثیت اختیار کر گئے۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کے لئے وقف کر کے لحہ لحہ اللہ کو راضی کرنے والے اعمال میں صرف کرنے شروع کر دیئے تو منعمِ حقیقی نے بقول **ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب** ان کے ارزاق کا بندوبست اپنے خزانہ غیب سے فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر کاربند ہر صحابی اعمال صالحہ کے مینار بن کر دنیا کے اطراف و اکناف میں رشد و ہدایت کے مبلغ کی حیثیت سے پھیل گئے۔

نیک سیرت افراد

تو پاک و صاف کردار اور نیک اعمال کی وجہ سے نہ صرف ان کی اپنی حالت ذلت و پستی سے عزت و عروج میں بدلی بلکہ جو ذرہ بھی ان سے متاثر ہوا وہ بھی اپنی جگہ دنیوی قدر و منزلت کا

نشان ٹھہرا۔ مظلوم و مغلوب قوم اسلامی افکار و اعمال اپنانے کے بعد اپنے وقت کی سپر قوموں اور قیصر و کسریٰ جیسے بادشاہوں کے لئے ہیبت اور دہشت بن کر سینہ سپر ہوئے، اس دور کے ظالم و قاہر اور ظاہری مادی وسائل سے لیس حاکم مسلمانوں کا نام سن کر اپنے آرامگاہوں اور محلات میں کانپنے لگ جاتے۔

یہ اتنا بڑا انقلاب صرف اس وجہ سے آیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کے مخاطب افراد نے کفر سے توبہ کر کے اعمال صالحہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ جسکی بدولت مادی وسائل و خزانے بھی انکے قدموں میں بے قیمت و حقیر اشیاء کی حیثیت سے خود بخود آپہنچے اور غالب و فاتح قوم کی حیثیت سے دنیا کے اکثر خطوں پر حکمرانی کرنے لگ گئے اور ساتھ ہی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر سپاہی و صحابیؓ شرعی احکام میں بھی امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلمکیلئے رہتی دنیا تک با اعتماد و مسلّم قابل اتباع راہنما مانا گیا۔

توبہ ایک پسندیدہ عمل

گناہوں سے توبہ کے بعد جب دل مکمل طور پر اللہ کا فرمانبردار بن جائے اور سارے کمالات اختیارات و امور کا سرچشمہ اللہ کو مان کر اس کے احکام یعنی ماموارت پر عمل پیرا اور منہیات سے اجتناب کیا جائے تو پھر ارشاد ہے کہ **فاولٰئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات**، ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے جتنے گناہ زمانہ کفر میں کئے تھے ایمان لانے کے بعد ان سب گناہوں کے بجائے نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے کے بعد جب بھی اپنے سابقہ دور اور اس کے دوران کئے گئے معاصی کا تصور کرینگے تو اس پر شرمسار ہو کر بار بار توبہ کرینگے اور توبہ کا عمل بھی بذاتِ خود نیک اعمال میں ایک بہترین اور اللہ کو پسندیدہ عمل ہے اسی عمل کی بدولت بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم **ان الحسنات یذھبن السیئات** اور **الاسلام یھدم ما کان قبلہ** نہ صرف سابقہ گناہ مٹ جائیں گے بلکہ اس پر گناہ کے بدلے نیکی لکھ دی جائیگی اور اللہ کی شانِ کریمی سے یہ کچھ

بعید بھی نہیں۔

آیت کی دوسری توجیہ

دوسری توجیہ آیت کی یہ بھی علماء نے بیان کی ہے کہ حالتِ کفر میں رجسٹر اور عمل نامے گناہوں کی سیاہی سے بھرے پڑے تھے۔ جب ایمان لانے سے گناہوں کی وہ سیاہی عمل نامہ سے مٹادی گئی کیونکہ وہ کفریہ عقائد اور اعمال بدتو معاف کردیئے گئے۔ اب انکے وہی نامہ ھائے اعمال جو پہلے گناہوں سے آلودہ تھے انکی جگہ نیکیاں لے لیں گی۔

خلاصہ وعظ

خلاصہ وعظ یہ کہ بے عملی کی وجہ سے دنیا بھی خراب اور مرنے کے بعد قبر اور میدان حشر میں جو انجام ہے وہ بھی لرزہ خیز۔ اس لئے وقت غرغرہ یعنی مرنے سے پہلے ہی گناہوں سے توبہ تائب ہو کر اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، وقت نزع تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتے ہیں جو کامل یقین رکھنے والا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذاتِ اقدس پر یقینِ کامل کی توفیق نصیب فرما کر ہمارے گناہ معاف فرمائے اور نیکیوں اور ماموارت پر چلنے اور منہیات سے بچنے کی ہمت و طاقت عطاء فرمائے۔ آمین

دنیا کی حقیقت، مال واولاد کا فتنہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم . امابعد فاعوذ بااللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ عزوجل یاایھا الذین امنو الا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذالک فاولٰئک ھم الخٰسرون ☆.وانفقوا من ما رزقناکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین☆ ولن یوخر اللہ نفساً اذاجاء اجلھا واللہ خبیر بما تعملون ☆ (سورۃ منافقون)

''اے مومنو! غافل نہ کردیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارہ میں، اور خرچ کرو جو کچھ ہمارا دیا ہوا ہے، اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم میں کسی کو موت اور پھر کہے، اے رب! کیوں مہلت نہ دی مجھ کو تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔ اور ہرگز اللہ تعالیٰ مہلت نہ دے گا کسی نفس کو، جب آ پہنچا اس کا وقتِ موت۔ اور اللہ تعالیٰ کو جو کچھ تم کرتے ہو، خبر ہے''

دنیا کی محبت تمام گناہوں کا سر چشمہ

سورۂ منافقون کی ان آخری آیات میں اللہ جل مجدہٗ مومنوں کی ایک ایسی بیماری کا ذکر فرمار ہے ہیں جو کہ تمام گناہوں کا سر چشمہ اور منبع ہے اور بہت کم ایمان کے دعویدار اس مرض سے محفوظ ہیں، بس فرق یہی ہے کہ کوئی زیادہ گرفتار مرض ہے اور کوئی کم نیز بیماری سے بچاؤ کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے، وہ مرض ایسا مرض کہ اس میں مبتلا ہو کر بھی انسان اپنے آپ کو مبتلائے مرض نہیں سمجھتا اور یہ تباہی و ہلاکت کی طرف تیزی سے جانے کا ایک اہم سبب ہے کیونکہ اگر ایک آدمی کسی بیماری میں گرفتار ہونے کے بعد اپنے آپ کو بیمار سمجھے اگر فوراً نہیں تو کبھی تو بیماری کا علاج اور ازالہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدابیر سوچ لے گا اور جب بیماری میں مبتلا شخص اپنے آپ کو بیمار ہی نہ سمجھے تو آپ سوچیں کہ اس بے وقوف کا انجام کیا ہوگا۔ اپنی تباہی و بربادی کا ذمہ دار خود ہی ہوگا۔ اور وہ تمام گناہوں کی جڑ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور یادِ آخرت سے غافل ہونا ہے۔ اس سورت کے ابتداہی میں منافقین کا ذکر اور ان کی مذمت اسی لئے فرمائی گئی کہ ان کی گمراہی کی اصل وجہ محبت دنیا اور اس میں کھپ جانا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ اس کے پیغمبر اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اسی خطرناک مرض سے اہل ایمان کو بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ انسان کے ایمان کے لئے سب سے زیادہ تباہ کن بات یہ ہے کہ آخرت کو چھوڑ کر دنیا میں مستغرق ہو جائے اور اعلیٰ مقصد کو ترک کر کے ادنیٰ کو اپنے لئے پسند کرے، آخرت کے اعلیٰ اور پائیدار ہونے اور دنیا کے حقیر اور فانی ہونے پر قرآن مجید کی کئی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات واضح دلالت کرتے ہیں۔

مال واولاد

آیتِ مبارکہ میں آخرت سے غفلت دلانے والی چیزوں میں صرف مال واولاد کا ذکر کیا گیا، جس کی وجہ یہ کہ بنی آدم اکثر انہی دو اشیاء کی خاطر دین و مذہب سے غافل ہو کر بے دینی

کی راہ پر چل پڑتے ہیں، ورنہ وہ تمام امور جو انسان کو آخرت سے بے پرواہ بنا کر مادہ پرستی اور بے راہ روی کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کردیں مراد ہیں۔ اگر انسان قرآنی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی روشنی میں آخرت اور دنیاوی جاہ وجلال کا موازنہ غور وتدبر سے کرلے تو کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتا۔ دنیا کی زندگی اور اس کے مال ومتاع کو تو اللہ تعالیٰ نے محض کھیل وتماشہ قرار دیا۔ ارشاد ہے:

وما هـذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب وان الدار الاخرة لهى الحيوان لو كانوا يعلمون (سورة العنكبوت)

''اور یہ دنیا کی زندگی تو بس دل بہلانا اور کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر تو حقیقی زندگی ہے کاش ان کو سمجھ ہوتی''

انسان کو چاہیے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی کو سب کچھ سمجھ کر آخرت کی فکر سے غافل نہ ہو کیونکہ اصلی اور دائمی زندگی آخرت کی ہے۔ دنیا کو نہ بقا ہے اور نہ دوام، بلکہ اس کا زوال یقینی ہے۔ دنیا کی زندگی کو کھیل وتماشہ سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح کھیل کود کا تماشا چند لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے یہی حال دنیوی زندگی کا بھی ہے۔

دنیا کی حقیقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو دنیا کی حقیقت اور حیثیت بتلانے کے لئے انتہائی حکیمانہ اور ناصحانہ انداز میں ایک دفعہ بکری کے مردہ بچے سے گزرتے ہوئے سوال کیا کہ اس مردہ بچے کو جس کے کان بھی ناقص اور چھوٹے ہیں کون ایک درہم میں لینا چاہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس مرے ہوئے بچے کو خرید کر اس سے تو کوئی فائدہ نہیں لیا جا سکتا' اسے کیونکر خریدا جائے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا: کہ اگر خریدنا ناممکن ہو تو کیا اسے کوئی بلا قیمت لینے کے لئے بھی تیار ہے یا نہیں۔ جواباً انہوں نے کہا کہ اس ناقص اعضاء والے بکرے کو اگر زندہ بھی ہوتا تو بے کار ہونے کی وجہ سے کوئی نہ لیتا چہ جائیکہ مردار ہونے کے بعد کوئی اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس یہی

سمجھانے کیلئے آپ لوگوں کواس مردہ بچے کے خریدنے اور پھر مفت لینے کی پیشکش کی کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس دنیا کی حقیقت اس مردار بچے سے بھی زیادہ حقیر اور کم قیمت ہے' بلکہ کوئی قدرو قیمت ہی نہیں۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا: جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰکے نزدیک اس دنیا اور اس کے مال و متاع کی وقعت مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس سے ایک قطرہ بھی حاصل نہ ہوتا۔ مسلمان کے لئے دنیا میں سب سے بہترین نمونہ جس کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حیات طیبہ ہے اب ذرا دیکھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے عیش وعشرت اور آرام طلبی سے کتنا حصہ حاصل کیا۔ دنیا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لاتعلق رہنے اور بے رغبتی کے لئے عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل شدہ اس ایک واقعہ کو ہم اپنے لئے مشعل راہ اور ضابطہ رشد وہدایت بنالیں تو آرام وراحت کے لئے ناجائز طریقوں سے دولت کے حصول کی آرزو اور حرص ولالچ کے دروازے بند ہوسکتے ہیں۔

عن ابن مسعودؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نام على حصيرٍ فقام و قداثرفي جسده فقال ابن مسعود يا رسول الله لو امرتنا ان نبسط لک ونعمل فقال مالي وللدنيا وما انا والدنيا الا كراكب استظل تحت شجرة ثم راح وتركها (رواه الترمذی وابن ماجه)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوکر اٹھے،تو چٹائی کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر پڑ چکے تھے،ابن مسعودؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے نرم بستر ے اور آرام دہ کپڑوں کا انتظام کردیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو اس دنیا کے عیش وآرام سے اور اس دنیا کو مجھ سے

کیا تعلق۔ بلکہ میری اور اس دنیا کی مثال تو بس ایسی ہی ہے جیسے کوئی مسافر یا سوار کسی درخت کے نیچے سایہ کی تلاش میں آ کر کچھ دیر سایہ کے نیچے سکون و راحت حاصل کر کے پھر چل پڑے اور درخت و سایہ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دے"

جس کے امتی اور عاشق ہونے کے ہم زبانی دعوے کرتے کرتے تھکتے نہیں، اس کی تو حالت یہ کہ دنیا کو آخرت کی ضد اور مقابل سمجھ کر اس سے اپنے ہر قسم کے تعلق اور رشتے کی نفی کر رہے ہیں اور ہم ہیں کہ دنیا اور اس کے وسائل کو حیات دائمی سمجھ کر اس کے اسباب عیش وعشرت سے ہمارا جی بھرتا ہی نہیں، ہم میں سے دنیاوی اعتبار سے متوسط تو کیا کہ غریب مسلمان بھی اپنے آرام کے لئے نرم ترین گدوں اور بستروں کے بغیر سونے کو آرام ہی نہیں سمجھتا اور ہر ایک گہری سے گہری نیند کا ایسا متلاشی رہتا ہے جیسے اس دنیا میں آمد کا مقصد ہی آرام وخواب ہو۔ قربان جایئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل رشک آدمی اس شخص کو قرار نہیں دیا جو قارون کی طرح دولت وخزانوں کا مالک ہو' جو اقتدار اور حکومت کے بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز ہو' جو بے حد حسین وصحت مند ہو' جس کی شہرت کے ڈنکے اطراف عالم میں بج رہے ہوں' روزانہ کے اخبارات ورسائل وذرائع ابلاغ اس کی تشہیر کرتے رہتے ہوں۔ ملازموں اور خادموں کی فوج ظفر موج اس کے آگے پیچھے ہو بے شمار قصیدہ خواں جس کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملا رہے ہوں وارثوں اور پسماندگان کے لئے بنک اور تجوریاں بھری چھوڑ کر زندگی میں حرام وحلال کی تمیز کرنے سے عاری ہو، اس کی موت کے بعد مرثیہ خواں اور رونے چیخنے والے لاتعداد ہوں۔ اپنے زمانہ کی لادینی سیاست اور سیاسی میدان کا مکار وعیار سیاستدان ہو۔ بلکہ اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برگزیدہ بندوں کی نظروں میں رشک کرنے کے قابل قرار دیا جو کہ ان کے اپنے ارشادات کے مطابق صفات کا حامل ہو جن کا ذکر ابوامامہ سے نقل کردہ اس تفصیلی حدیث میں ہو چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کا امتیاز

عن ابی امامۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اغبط اولیائی عندی لمومن خفیف الحاذ ذوحظ من الصلوۃ احسن عبادۃ ربه واطاعه فی السر وکان غامضافی الناس لایشار الیه بالا صابع وکان رزقه کفافا فصبر علی ذلک ثم نفذ بیدہ فقال عجلت منیتة قلت بواکیه قل تراثه (رواہ الترمذی وابن ماجه)

''حضرت ابوامامہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میرے نزدیک میرے دوستوں میں یعنی مومنین میں انتہائی قابل رشک وہ مومن جوسبکسار ہے۔نماز کی ادائیگی میں اس کا کافی حصہ ہے'اوراپنے رب کی تمام عبادات بہت اچھے انداز سے ادا کرتا ہے، جس ظاہری طور پر عبادات ادا کرتا ہے، اسی طرح مخفی طور پر بھی اللہ کی اطاعات وعبادات میں مصروف رہتا ہے'لوگوں میں غیرمشہور ہے یعنی لوگوں میں علم وعمل کی وجہ سے شہرت اس کی نہیں بلکہ گمنامی ہی میں اپنے علم وعمل کے ذریعے دین کی خدمت کررہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہیں کیا جاتا اوراس کی زندگی کے اخراجات اورمصارف اس کے حاجات اورضروریات کے مطابق ہیں''

یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے ذریعہ چٹکی بجائی اور فرمایا: کہ اس کی موت بس یونہی اپنا کام جلدی میں مکمل کردیتی ہے اوراس کی موت پر رونے والی عورتیں بہت کم اوراس کا مال بھی نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

قابل رشک کون؟

ہم نے یہ حدیث سن کراپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کے بعد اندازہ کرلیا ہوگا کہ آج معاشرہ میں ایک فرد کے قابل رشک ہونے کا جو معیار ہماری نظروں میں ہے وہ کیا ہے؟ اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صفات بتائیں وہ کیا ہیں؟

ہم اپنی زندگی اور بودوباش کوخود ہی اپنے ہاتھوں مشکلات میں ڈال کر ہوسِ دنیا میں

مبتلا ہو گئے' ہر کوئی صبح وشام اس مسابقت اور مقابلہ میں مصروف ہے کہ مادی وسائل زیادہ سے زیادہ راتوں رات حاصل کر کے دوسرے سے آگے نکل جائے۔ خواہ اس مسابقت کے لئے ہر قسم کے غیراخلاقی اور غیر شرعی ذرائع کیوں نہ اختیار کرنے پڑیں۔

خیرالقرون کی حالت

اگر ہم خیرالقرون دور کے مسلمانوں کے حالات کا مطالعہ کریں تو ہمیں کہیں نظر نہ آئے گا کہ صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے سے مقابلہ' دولت کمانے اور دنیاوی شان وشوکت بڑھانے میں کیا ہو' بلکہ ان کا آپس میں اگر ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا مقابلہ ہوا بھی تو صرف اعمال خیر میں۔ ہر صحابیؓ کی خواہش رہتی ہے کہ فلاں نے وہ نیک عمل کیا' جہاد میں اتنا چندہ دیا' اتنی دفعہ جہاد میں شرکت کی۔ میں کیوں نیکیوں میں اس سے پیچھے رہوں' ہر کوئی ایک دوسرے سے مبادرت الی الخیرات اور مسابقت کی کوشش کرتا۔ صحابہ کرامؓ کا نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کے واقعات کئی خطبوں میں آپ سن چکے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین ساتھی اور صحابہؓ باوجود اس کے کہ فقر وفاقہ میں مبتلا رہے سر چھپانے کے لئے چھت نہیں بدن ڈھانپنے کے لئے ضروری حد تک لباس سے محروم ہیں۔ کئی کئی دن چند کھجوروں اور پانی کے چند قطروں کے سہارے زندگی کے سانس لینے پر اکتفا کرتے، پھر بھی ان کے دل مال وزر کی محبت سے بالکل خالی ہیں اور نہ دنیا کی طرف رغبت۔

اصحاب صفہ کی مثال

اصحاب صفہ ہی کی مثال لیجئے کہ بقول حضرت ابو ہریرہؓ میں نے اصحاب صفہ میں ستر افراد کو دیکھا جن میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ اس کے پاس کوئی چادر اور تہہ بند ہو' یعنی دو کپڑے کا مالک ان میں کوئی بھی نہ تھا۔ اگر کسی کے پاس تہہ بند ہے، تو بدن کے اوپر حصہ چھپانے کے لئے چادر نہیں، اگر چادر ہے تو تہہ بند سے محروم، بلکہ صرف چادر کو اس انداز سے گلے میں ڈالتا کہ بدن

کا نچلا حصہ جس کو چھپانا فرض ہے،وہ حصہ اور نصف پنڈلیاں ڈھک جائیں' ان صعوبتوں کے ہوتے ہوئے ان کے نزدیک دنیاوی مال ومتاع اور جاہ وحشمت کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ تھی اسی سوال کا یہی ایک جواب ہے کہ وہ اپنے مرشد ومحسن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و تعلیمات پرعمل پیرا ہونے اور اپنی جان سے عزیز سمجھنے کو اپنے دین و دنیا کے حقیقی فلاح کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے' ان کو یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر و فاقہ کی زندگی پر قناعت کرنا کسی مجبوری کے تحت نہ تھا بلکہ اپنے قصد واختیار کا نتیجہ تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور اس کے لذات وعیش وعشرت کے اسباب سے کوئی تعلق اور سروکار ہی نہ تھا، بلکہ صرف اس قدر کھانے پر اکتفا کرتے کہ عبادت کے لئے بدن میں قوت رہے' یہی وجہ ہے کہ صحابیؓ محبوبِ کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا جذبہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک دفعہ ایک مجلس سے گزر ہوا، جو ایک دسترخوان پر جس پر بھنی ہوئی بکری پڑی تھی کے گرد جمع تھے' انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بھی کھانے کی دعوت دی، انہوں نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے اس حالت میں تشریف لے گئے کہ کبھی جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا۔ تو میں کیسے گوارا کروں کہ بھنی بکری جیسی لذیذ غذا سے اپنا پیٹ بھر دوں۔ یہ ہے لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة پر صدق دل سے عمل کرنے کا مظاہرہ۔ اور اسی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر اپنانے کا صلہ تھا کہ ہر صحابیؓ اپنی اپنی جگہ آسمان رشد و ہدایت کا چمکتا ہوا ستارہ بن کر ان کی تابعداری کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ اور زینہ قرار دیا گیا،

صحابہؓ ہر حالت میں آخرت کے نفع ونقصان کو دنیا کے نفع ونقصان پر ترجیح دیتے تھے۔ اور آخرت کے دشوار گزار اور پرخار راستے سے گزرنے کیلئے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ہلکا کرنے کیلئے ہر وقت فکر مند رہتے۔ اور یہی وہ فکر تھی جو کبھی بھی ان کو دنیا کی طرف راغب اور مائل نہ کرسکا۔

یہ دنیا جس کے حاصل کرنے کے لئے ہم اپنا دین و ایمان تک گنوا دیتے ہیں، قیمتی زندگی جو رب کے دین کی خدمت اور اس کی عبادت اور اطاعت کے لئے دی، وہ بہترین مواقع دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اس کے حصول کے حیلوں اور اسباب میں لٹا دیتے ہیں، اس کے بارے میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی رائے سنئے۔

تین چیزیں جو بارگاہ ایزدی میں مقبول ہیں

فرماتے ہیں:

عن ابی هریرةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ألا ان الدنیا ملعونة و ملعون مافیها إلاذکر الله وما والاه و عالم اومتعلم (ترمذی)

ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار، دنیا ملعون ہے، اور جو اشیاء و امور دنیا میں موجود ہیں، وہ بھی ملعون ہیں، ماسوائے ذکر اللہ اور خدا کی پسندیدہ چیزیں، عالم دین، دینی طالب، یہ وہ چیزیں ہیں جن کو بارگاہ ایزدی میں قبولیت سے نوازا گیا۔

یعنی ایسے تمام اعمال جو انسان کو یاد الٰہی سے غافل کردیں، دین کے کاموں میں غفلت و سستی اور عبادات و طاعات میں تقصیر کا سبب ہوں، مال و دولت، منصب و جاہ جلال اور دنیاوی ترقی و عروج کا بوجھ اپنے کاندھوں پر رکھ کر موت، قبر، منکر نکیر کے سوال و جواب، روز حشر، نامہ اعمال کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں ملنا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں جوابدہی، پل صراط جیسے دشوار ترین مراحل کو بھول جائے، یہ تمام اعمال رب العزت کی درگاہ میں غیر مقبول اور مردود ہیں، اس کے مقابلہ میں ایسے مشاغل و مصروفیات جو انسان کو اللہ کے ذکر، اعمال صالحہ اور دین کے سیکھنے سکھانے کی طرف راغب و مائل کردیں، وہ امور اللہ کی خوشنودی اور قرب الٰہی کا وسیلہ بنیں، ایسے مشاغل و امور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب و مقبول ہیں۔

قربان جایئے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جہاں اس نے فقر اور غربت کے مضر اثرات اور نقصانات کی بھی بار بار نشاندہی فرمائی کا دالفقران یکون کفرا بعض ناتوان اور

ضعیف الاعتقاد مسلمان ناداری وافلاس کے خوف سے کفر تک کو اختیار کر لیتے ہیں، وہاں زیادہ زور اس بات پر دیا کہ کم وبیش سارے دینی ومعاشی مفاسد کی جڑ مال ومتاع کی حرص ہے، اسی فاسد ذہنیت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان تمام عمر مشین کا ایک بے جان پرزہ بن کر مال کمانے اور جمع کرنے میں کھپ کر اپنے آپ کو خدا سے بے نیاز سمجھ بیٹھتا ہے۔ حالانکہ ایسا عمل ودنیا وآخرت دونوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔

مال کا فتنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ودولت کی فراوانی کو اپنی امت کے لئے بڑا خطرہ اور امتحان قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

عن کعب بن عیاضؓ قال سمعت رسول صلی الله علیه وسلم یقول ان لکل امة فتنة و فتنة امتی المال (رواہ الترمذی)

کعب بن عیاضؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے ہر امت کے لئے کوئی نہ کوئی فتنہ وامتحان ہوتا ہے، جس میں ان کو مبتلا کر کے ان کو آزمایا جاتا ہے، میری امت کے لئے جو آزمائش اور فتنہ ہے وہ مال ودولت ہے، کہ اللہ تعالیٰ انہیں کثرت سے مال ودولت دے کر ان کو آزمائے گا کہ دولت کا غرور گھمنڈ ان کو اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنے دیتا ہے، یا ان کے پائے ثبات میں لغزش آتی ہے۔

دوسرا واقعہ

اس دوسرے واقعہ کو سن کر بھی آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال کی کثرت کے مفاسد اور خرابیوں کا بار بار کس انداز میں تنبیہ فرمارہے ہیں۔

ایک موقع پر جزیہ کا کچھ مال بحرین سے لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انصار مدینہ مال کے آنے کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کے مقصد کا جان کر مسکرانے کے بعد فرمایا: جو

چیز حاصل کرنے کی تمنا آپ لوگ لے کر یہاں آئے ہو وہ تو پوری ہوگی لیکن یاد رکھئے خدا کی قسم میں آپ کے بارے میں فقر وفاقہ سے نہیں ڈرتا البتہ یہ خوف مجھے آپ لوگوں کے بارے میں ہے کہ جب تم پر دنیا کی فراوانی اور کشادگی کردی جائے جیسے پہلے کی امتوں پر کی گئی کہ تم کو اس دنیا کا حرص وطمع اس طرح ہلاک کردے جس طرح پہلے لوگوں کو تباہ کیا گیا۔

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہماری حالت زار

آپ حضرات اب تک کے سارے سلسلہ بیان سے خوب سمجھ چکے ہوں گے کہ انبیاء کے سردار محمد عربیصلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہؓ نے امت کے لئے فقر وقناعت کا اسوہ چھوڑا ہے نہ کہ دولت وامارت اور مال ودولت پر فخر ومباہات کا کہ غزوات سے کامیاب وکامران آنے کے بعد بڑے بڑے جابر ومالدار بادشاہوں کے خزانے مال غنیمت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر خس خاشاک کی طرح پڑے رہتے ،مگر اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی کبھی نہیں کھائی ، بلکہ شمائل ترمذی میں آپصلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک وطعام کا پڑھ کر انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ یا اللہ اس دنیا میں کبھی ایسا عظیم انسان بھی پیدا ہوگا جو قناعت وصبر کا ایسا مجسمہ ہوگا، جو باوجود اتنے مالی وسائل ہاتھ آنے کے بھی دنیا سے گیا مگر ناقص کھجور تک پیٹ بھر کر نہیں کھائے۔میدہ روٹی دیکھی تک نہیں، چھنے ہوئے آٹے کو کھانے کا تصور نہ تھا۔ جو کے پسے ہوئے آٹے کو پھونک کر بھوسہ اڑجاتا۔باقی ماندہ کو گوندھ کر پکالیا جاتا۔

ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے دعویدار،قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حقدار اور دل وجان سے محمد عربیصلی اللہ علیہ وسلم کے محبت اور اتباع کے علمبردار ہونے کا اقرار زبان سے بار بار کرتے ہیں،مگر دنیا سے محبت اور اس کے حاصل کرنے کی ناجائز خواہشات سے ہمارے دل بھرے پڑے رہتے ہیں ۔سوتے جاگتے ایک ہی تصور ہے کہ

جیسے تیسے بھی ہو، دنیاوی ساز و سامان کی ریل پیل ہو' دولت کے کھیل میں عجیب دوڑ اور مقابلہ شروع ہے، ہر ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا فکرمند اور دوسرے کو نیچا دکھانے کا خواہش مند ہے اگر کسی نے بنگلہ بنایا' دوسرا اس سے بہتر بنگلہ بنا کر مسابقت حاصل کرنے کا خواہشمند ہے' صرف اسی میں مقابلہ نہیں بلکہ عیش وعشرت اور ہر عیاشی والے آلات واسباب کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں سب لگے ہوئے ہیں۔ اگر مقابلہ نہیں تو صرف دین کے کاموں میں نہیں۔

الٹی گنگا

ہمارے ہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے جن اعمال میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنا مذموم قرار دیا گیا اسے ہم نے عین اسلام قرار دیا اور جہاں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی تلقین وترغیب ہے اسے ہم نے بھلا کر نیک اعمال کرنے والے کو بے کار' بے عقل اور اپنے معاشرہ کا عضو معطل سمجھتے ہیں' ہماری اس کج فہمی اور بے راہ روی پر ماسوائے افسوس اور اصلاح احوال کی دعوات کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال تلاوت شدہ آیات کی مناسبت سے آج حب دنیا کی قباحتوں اور اس کے نتیجہ میں پیش آنے والی اخروی تباہی وہلاکتوں کا مختصر ذکر ہو چکا مگر اس سے کوئی یہ نتیجہ اخذ نہ کرے کہ دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر ترک دنیا جو رہبانیت کہلاتا ہے کو اختیار کیا جائے اسلام میں ممنوع ہے، اسلام میں رزق حلال کے کمانے کی تاکید کے ساتھ مال حلال کو جنت کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی قرار دیا گیا، جس کی تفصیل میں جانے کے لئے اب وقت نہیں انشاء اللہ اگر زندگی رہی تو آئندہ اس پر بحث ہوگی۔

خالق کائنات ہم کو حب دنیا جو کہ تمام معاصی کی جڑ ہے، سے محفوظ فرماویں۔ (امین)

اموال واولاد کا فتنہ،کسب حلال میں اعتدال

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یاایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذالک فاو لئک ھم الخٰسرون ☆وانفقوا من ما رزقناکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین ☆ولن یوخر اللہ نفساً اذاجاء اجلھا واللہ خبیر بما تعملون ☆(سورۃ منافقون)

''اے مومنو! غافل نہ کردیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارہ میں اور خرچ کرو جو کچھ ہمارا دیا ہوا ہے اس سے پہلے کہ آپہنچے تم میں کسی کو موت اور پھر کہے اے رب کیوں مہلت نہ دی مجھ کو تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں ۔اور ہرگز اللہ تعالیٰ مہلت نہ دے گا کسی نفس کو جب آپہنچا اس کا وقتِ موت ۔اور اللہ تعالیٰ کو جو کچھ تم کرتے ہو خبر ہے''

تعطل کی مذمت

آپ کو یاد ہوگا کہ قریباً دو ہفتے قبل جمعہ کے خطبہ میں ان آیات کی تلاوت کے بعد ان سے متعلق کچھ معروضات پیش کئے تھے درمیان میں سلسلہ میری عدم موجودگی کی وجہ سے منقطع رہا آج پھر ان آیات کی تلاوت کر کے یہ بتلانا مقصود ہے کہ گزشتہ وعظ میں دنیا کے مال ومتاع کے برے اثرات اور مذمت کے بیان کا یہ مقصد نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وسائل اور اسباب دنیا سے تعلق ہی ختم کر کے آسمان سے رزق نازل ہونے کے انتظار میں گوشہ نشینی اختیار کرلیں، وہ الگ بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ اور عقیدہ اس حد تک راسخ ومضبوط ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے **ومامن دابة فی الارض الاعلی الله رزقها** کے ارشاد کے بموجب ہر ذی روح کو رزق پہونچانے کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے، تو بغیر وسائل رزق کے اختیار کرنے کے بھی وہ ذات برحق رزق پہنچانے پر قادر ہے' اس کے شواہد اور مثالیں اللہ والوں کے واقعات اور تاریخ میں بکثرت موجود ہیں۔اس کے لئے شرط خالق ومالک کے ذات وارشادات پر یقین کامل اور عقیدہ کی پختگی کے ساتھ ساتھ انسان کا پیکر صبر ورضا ہونا ضروری ہے۔

کائنات میں رزق رسائی کا وسیع پروگرام

اس کارخانہ عالم میں جہاں اربوں انسان بستے ہیں۔اس سے کئی گناہ بڑھ کر کیڑے مکوڑے حیوانات پرند وچرند موجود ہیں، جن کو خالق حقیقی نے ان کے درجات کے مطابق روزی پہنچانے کے لئے ایک منظم اور مربوط نظام قائم کیا ہوا ہے۔حیوانات اور انسانوں کو پیدا کر کے ان کی پرورش کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لینے کے وعدہ کو بہترین طریقہ سے نبھا رہا ہے۔قرآن مجید میں خود ارشاد فرماتے ہیں:

ان الله هوالرزاق ذوالقوة المتين . (سورة الذاريات)

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کو رزق دینے والا مضبوط اور طاقتور ہے۔''

صبح سویرے لاتعداد جانور اپنے غاروں سے اور پرندے اپنے گھونسلوں سے بھوکے پیاسے نکل

کرشام کوخوب سیر ہوکراپنے اپنے ٹھکانوں کوواپس آجاتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے:

لو انکم تتو کلون علی اللہ حق تو کلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطانا . (ترمذی)

''اگرتم لوگ خدا تعالیٰ پر کامل اعتماد کرلو تو جس طرح وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے اسی طرح تم کو بھی دے گا کہ وہ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آجاتے ہیں۔''

دنیاقدموں میں

آج بھی اگر ایسے متوکلین پیدا ہوجائیں تو کچھ بعید از عقل نہیں کہ جتنا رزق انسان کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے وہ یقیناً اسے ملتا رہے گا، خواہ اس کے حاصل کرنے کے لئے یہی حضرت انسان حیلہ اختیار کرے یا نہ کرے، جس شخص کی توجہ اور دنیا کی چندروزہ زندگی کا مقصد آخرت ہوتی ہے، آخرت کے کاموں کے لئے سفر کرتا ہے، اسی مقصد کے لئے اقامت اختیار کرتا ہے، دنیا کے رہنے والوں سے دوستی اور دشمنی کا دارومدار بھی اسی آخرت کی بنیاد پر ہو تو رب العزت بھی اسے دنیا سے بے نیازی اور بے فکری اور استغنا کی نعمت سے مالا مال فرمادیتا ہے۔ دنیا کی وقعت اس کی نظروں سے ختم ہوجاتی ہے' پھر دنیا ذلیل وحقیر بن کر خود بخود اس کے قدموں میں اس کے پاس آگرتی ہے۔ یہی وہ نصیحت ہے جس کی طرف ہم جیسے دنیا پرستوں کو متوجہ کرنے کے لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول ابن آدم تفرغ لعبادتی املاء صدرک غنی واسد فقرک وان لاتفعل ملأت یدک شغلاً ولم اسد فقرک (رواہ احمد و مشکوٰۃ)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے بنی آدم! تو اپنے آپ کو میری عبادت کے لئے فارغ کردے، میں تیرے سینے کو غنا سے بھردوں'ا اور تیرے فقر کو ختم کردوں گا، اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تمہیں دنیا کے مشاغل میں تو مصروف کردوں گا اور باوجود

اس کے تیر اقفر ختم نہ ہوگا۔''

قربان جایئے، محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک ارشاد سے کہ کچھ اوپر چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ان کا ہر جملہ سچائی اور حقانیت کا علمبردار بن کر پوری انسانیت کو دعوت فکر دے رہا ہے۔ہم جیسے نام کے مسلمانوں نے ان جب نصائح ومواعظ پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو غفلت اور رسوائی کے اندھیروں میں بھٹک گئے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کا توکل

والد محترم برّد اللہ مضجعہ اپنے مواعظ میں اکثر و بیشتر اپنے اکابر واسلاف کے واقعات کے ضمن میں فرمایا کرتے تھے کہ کئی مواقع پر ہندوستان کے بڑے بڑے نوابوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے ان بزرگوں کی خدمت میں خطیر رقوم پیش کیں، مگر حقارت سے ان رقوم کو ٹھکرانے کے بعد ان دولتمندوں نے اپنے عطیات ان بزرگوں اور ان کے شاگردوں کے جوتوں میں ڈال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ (جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر توکل ہو اس کی طلب رضا میں مگن ہو اللہ تعالیٰ ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو اس کے رزق کا ذمہ دار بنا دیتا ہے، وہ سب کے سب اس کو حلال رزق پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے اور یہ شخص بغیر حساب کے اپنی روزی کو پورا کر لیتا ہے) پر مہر تصدیق ثبت کر لیتے، صرف یہی نہیں بلکہ والد مرحوم کی پوری زندگی آپ کے ساتھ گزری ہندوستان سے آ کر اس چھوٹی سی بستی میں دارالعلوم حقانیہ کی داغ بیل ڈالی۔ مال و دولت اور نہ وسائل و ذرائع۔اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور اعتماد کے اس مقام پر فائز تھے کہ اس ادارہ کے لئے خود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ فرمایا، بلکہ دارالعلوم کے ارکان اور اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے پاس آئے ہوئے مالدار مہمان کو اشارۃً و کنایۃً دارالعلوم کی مالی امداد کی طرف راغب کرنے سے منع فرماتے، اسی توکل اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور استغناء کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے کہ دین کی خدمت کے لئے بنائے ہوئے اس چھوٹے سے ادارہ کو اللہ تعالیٰ نے چار دانگ عالم میں وہ شہرت بخشی کہ جو لوگ اس چھوٹے گاؤں سے تعلق سکونت رکھتے ہیں، پاکستان سے باہر جا کر

وہاں لوگ ایسے شخص کو بھی اسی نسبت سے عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

جب انسان دنیا کے پیچھے لگ جائے

اب ذرا اس شخص کی حالت جس کا مقصد صرف اور صرف دنیا حاصل کرنا ہو دیکھئے جس کے بارے میں حضرت ابوذرؓ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دنیا کے پیچھے لگ جائے اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہیں اور جس کو مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کا فکر وخیال نہ ہو' اس کو مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں اور جو دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو رضا اور خوشی سے ذلیل کرے، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔''

بات لمبی ہوگئی خلاصہ یہ کہ دنیاوی زندگی اگر کسی کی ہزار سال بھی ہوگی تو ایک دن ختم ہونے کو ہے، اس دوران اگر بے شمار دولت جمع کر لی جائے تو ماسوائے چند گز کفن کے سب کچھ یہاں ہی چھوڑنا ہے، اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی کو اختتام نہیں، اس نہ ختم ہونے والی زندگی کے لئے جو ذخیرہ کیا ہے' وہی ساتھ جانا ہے اور اس لامتناہی زندگی میں فوز وفلاح کا دارومدار انہی اعمال حسنہ پر ہے، جو دنیا میں کر کے موت کے بعد قبر میں بھی کام آنے والے' میدان محشر کی سختی سے بچانے والے اور جنت میں داخلہ کے لئے سند اور ٹکٹ کی حیثیت رکھتے ہیں، اب اسی واضح صورتحال میں آپ ہی اندازہ کرلیں کہ دانا اور عقل مند کون سا شخص ہے؟ ایسی چیز کو اختیار کرنے والا جو ہمیشہ اس کے پاس رہے گی اور اس کا فائدہ نہ ختم ہونے والا ابدی ہو یا وہ انسان جو ایسی اشیاء کو حاصل کرنے والا ہو، جو کسی طرح بھی ہمیشہ اس کے پاس نہ رہے گی اور اس کا نفع بھی وقتی' فانی' اور عارضی ہو۔ ہمارے ذہنوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، یہ دنیا جس کی مثال لمبے سفر پر جانے والے مسافر کے لئے کسی ہوٹل یا سٹاپ پر کچھ دیر کے لئے قیام کرنے کی مدت سے بھی آخرت کے مقابلے میں کم ہے کے زیب وزینت اور ٹھاٹ باٹ پر دل لگائے بیٹھے ہیں' ایسے شخص کو احمق کے علاوہ اور کس نام سے یاد کیا جائے گا۔

رزق حلال کے وسائل اختیار کرنا

لیکن مذمت دنیا کے اس لمبے چوڑے بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ انسان اگر دین کے مطابق دنیا میں رہنا چاہے اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کا خواہشمند ہو، تو اس کے لئے دنیا کو بالکل ترک کرنا ہوگا، جیسے کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں ہمارے ظرف میں اتنی وسعت ہے اور نہ توکل کے اس مقام پر ہم فائز ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ انسان معذور لوگوں کی طرح ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے فاقوں پر فاقے گزار کر آسمان سے دسترخوان اترنے کا منتظر رہے بلکہ قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تعلیمات میں بے شمار مقامات پر روزی کمانے اور مال حاصل کرنے کی ترغیبات موجود ہیں' جائز طریقوں سے رزق پیدا کرنا اور اس کے لئے حلال وسائل اختیار کرنا فرض ہے انبیاء اور نیک لوگوں' بزرگوں کے حالات و واقعات سے آپ آگاہ ہیں، سب نے حلال وسائل اختیار کر کے اپنے اور اہل و عیال کیلئے زرق کمایا' اپنے اپنے دور کے بڑے بڑے فقہاء' مجتہدین' محدثین اور علماء سب کے سب رزق حلال حاصل کرنے کے کسی نہ کسی شعبہ سے منسلک رہے، ان کو معلوم تھا کہ احکام الٰہی ادا کرنے کے بعد حلال کمائی کی طلب بھی بہت ضروری ہے کیونکہ تمام عبادات کا دارومدار اسی پر ہے۔ عیسائیت اور بعض دیگر مذاہب میں انسان اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ نہیں بن سکتا جب تک گھر و جائیداد' بیوی و بچے' اور تمام کاروبار دنیا ترک نہ کردے، اسلام نے اس عقیدہ اور رہبانیت کی **لا رھبـانیة فی الاسلام** کہہ کر تردید کردی کہ اسلام میں اس تصور کی قطعاً گنجائش نہیں بلکہ اس عقیدہ کے برعکس قرآن و حدیث میں کئی مواقع پر حلال مال کمانے کی ترغیب دی گئی۔ اور حلال کمائی کے لئے محنت اور کوشش کرنے والوں کا ذکر تعریف و تحسین کے ساتھ کیا گیا

کسب حلال پر قرآنی ارشادات

وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله

''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی رزق کو ڈھونڈتے ہیں۔''

دوسری جگہ جمعہ کی اہم عبادت سے فراغت کے فوراً بعد اور کاموں میں مشغول ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی رزق حلال کیلئے زمین میں پھیل جانے کا ارشاد ہے۔

فاذاقضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (الایۃ)

''پھر جب نماز سے فارغ ہو چکے، تو زمین میں پھیل کر خدا کا فضل (رزق حلال) تلاش کرو''

کسب حلال کے متعلق نبوی فرمودات

مـا اکل احدطعاما قط من ان یاکل من عمل یدیه وان نبی اللہ داوٗدؑ کان یاکل من عمل یدیه (بخاری)

''انسان جو کھانا کھاتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت داوٗدؑ اپنے ہاتھوں سے کما کر کھایا کرتے تھے'' دوسری جگہ ارشاد ہے:

قیل یارسول اللہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور.

''پوچھا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی کمائی حلال و پاکیزہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی اپنے ہاتھ سے حاصل کی ہوئی کمائی اور ہر وہ تجارت جس میں دھوکہ اور خیانت نہ ہو''

کسب حلال کی ترغیب اور نمونہ عمل

یہ ترغیب وتلقین صرف قول کی حد تک نہ تھی بلکہ آپ نے بچپن میں بکریاں چرائیں، حافظ ابن کثیر کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے سے پہلے پورے بارہ سال تک تجارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت میں اتنی برکت رہی کہ جو شریک ہوتا وہ بھی کافی نفع حاصل کر لیتا، آپ کا مال تجارت شام، بحرین وغیرہ کے بازاروں میں بکنے کے لئے بھیجا جاتا تھا، کئی دفعہ خود تجارت کی غرض سے دور دراز ملکوں کا سفر کیا گویا عملی حیثیت سے بھی آپ نے حلال رزق کمانے کو اہمیت دے کرامت کے لئے بہترین مثال قائم کر دی۔

خلاصہ یہ کہ اسلام اور شارع علیہ السلام نے روزی کمانے کی ترغیب وتحسین بیان

کر کے کبھی بھی دوسرے کے سہارے زکوٰۃ وصدقات پر گزارہ کرنے والے شخص کی حوصلہ افزائی نہیں فرمائی اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کردوں کہ قرآن وحدیث کی کئی آیات وحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس بات پر بھی زور دے رہے ہیں کہ جو مال بھی حلال وسائل سے تمہاری ملکیت میں آجائے اس کو ذاتی ملکیت سمجھ کر اپنے اور اپنی اولاد کے لئے مختص کرنے کی بجائے اس میں اس مال کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرنا ہے۔

راہ خدا میں خرچ

مال تو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، جس میں اس کی ہدایات کے برعکس اپنی پسند وناپسند کا عمل دخل خیانت ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مال کا انفاق یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے پر بڑی شدومد سے زور دیتے ہوئے اس کے کئی مصارف بھی متعین فرمادیئے تاکہ مسلمان کی نظر دوسروں سے لینے کے بجائے جو کچھ بھی اپنی استطاعت کے مطابق ہوسکے دینا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کرنے پر ہونی چاہیے۔ایک طرف اگر حلال کمائی کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے،تو اس کے ساتھ ساتھ غریب ونادار بے بس اور ناتواں لوگوں کی دادرسی پر اس سے بڑھ کر زور دیا جارہا ہے حضرت ابوہریرہؓ کے سوال کے جواب میں کہ سب سے بہتر صدقہ کون سا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ غریب جو اپنی محنت مزدوری سے کچھ کما کر دوسرے محتاج کو دے دے وہ افضل وبہترین صدقہ ہے اور جو دولت مند کمائی ہوئی دولت پر سانپ کی طرح بیٹھ کر صدقہ وخیرات کے ذریعے اپنی آخرت کو سنوارنے سے غافل رہیں،ان کے بارے میں حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سخت الفاظ میں مذمت فرماتے ہوئے اپنے آقا کی مرضی کے مطابق انفاق کی تلقین کی کیونکہ صدقہ وخیرات کرنے والا شخص قیامت کے دن اپنے اس اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردینے والے صدقہ اور خیرات کے سایہ ہی میں رحمت خداوندی سے لطف اندوز ہوگا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جو فرد اپنے مال ودولت کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے کھانا پینے کی مَد میں خرچ کرے وہ بیت الخلاء میں جمع ہونا ہے البتہ جو کچھ یہی شخص مساکین وفقراء اور محتاجوں پر بطور صدقہ خرچ کرے گا اس کو اپنے لئے آخرت کے اکاؤنٹ

میں جمع کر کے وہاں اللہ کے اجروانعام کا مستحق قرار پائے گا۔

مال جمع کرنے والے کی حالت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن انسؓ عن النبیصلی الله علیه وسلم قال یجاء بابن آدم یوم القیامة کانه بذج فیوقف بین یدی الله فیقول له ' اعطیتک وخولتک وانعمت علیک فما صنعت فیقول رب جمعته ' وثمرته و ترکته ' اکثر ماکان فارجعی اتک به کله فیقول له' ارنی ماقدمت فیقول رب جمعته و ثمرته و ترکته اکثر ماکان فارجعنی اتک به کله فاذا عبدلم یقدم خیراً فیمضی به الی النار. (ترمذی)

حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ابن آدم کو اس حقارت اور ذلت سے پیش کیا جائے گا جیسے کہ وہ بکری کا بچہ ہو، اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر کے اس سے فرشتوں کے ذریعہ یا اللہ تعالیٰ خود براہ راست پوچھے گا کہ میں نے تمہیں زندگی' صحت' عافیت مال و دولت' عزت و مرتبہ الغرض ان گنت نعمتیں عطا کیں، پس ان بے شمار انعامات کے بدلے کیا کیا' ان انعامات و اکرامات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور بتائے ہوئے اصولوں اور احکامات کی روشنی میں بروئے کار لایا' یا ان کو صرف اپنی خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کے لئے زینہ بنایا۔

مال جمع کرنے والے کا جواب

جواب میں کہے گا پروردگار میں نے تو آپ کے دیئے ہوئے دولت کو مال بڑھانے کے شعبوں میں مثلاً تجارت و کاروبار وغیرہ میں لگا کر کئی گنا زیادہ اور جمع کرنے کے بعد دنیا میں چھوڑ کر یہاں آیا' اب آپ مجھے دنیا میں واپس جانے کی اجازت دے دیں تا کہ وہ سب کچھ آپ کی راہ میں خرچ کر کے اس کا اجر و ثواب لینے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں' باری تعالیٰ فرمائے گا دنیا میں دوبارہ بھیجنا تو ممکن نہیں البتہ یہ بتاؤ کہ تم نے اس مال کا کوئی حصہ میری راہ

میں خرچ کر کے اپنے لئے ذخیرہ آخرت اور ثواب کمانے کا ذریعہ بنا کر یہاں کے لئے بھی کچھ اپنے آگے بھیجا ہے یا نہیں' روزِ آخرت کے کاموں میں چونکہ اس نے مال کا کوئی حصہ خرچ کیا ہی نہ ہوگا اس لئے بار بار وہی ایک بات دہراتا رہے گا کہ یا اللہ میں نے اس مال کو خوب بڑھایا' جمع کرتا رہا' اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تا کہ تیری مرضیات پر چل کر خرچ کر کے آخرت میں نجات یافتہ بندوں میں شامل ہو جاؤں۔ عذرِ معقول پیش نہ کرنے کی وجہ سے اس کو دوزخ بھیجنے کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔

ایک دوسرے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کے سچے اور یقینی ہونے پر قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ ان تینوں میں سے ایک یہ کہ مسلمان کا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے کم نہیں ہوتا اگر چہ ظاہری طور پر صدقہ وخیرات سے کمی مال کی محسوس ہوتی ہے مگر درحقیقت اس میں کوئی نقصان اور کمی نہیں آتی ، دنیاوی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لئے خرچ کئے گئے مال کا کئی گنا زیادہ بدلہ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا بدلہ اجر وثواب کی صورت میں ملنا بھی (انفاق لوجہ اللہ ہو تو) یقینی ہے۔

مال واولاد کی محبت

اس دنیا میں انسان کی سب سے بڑی کمزوری اس کا مال واولاد ہے' زیادہ تر گناہوں کے ارتکاب میں ان دو امور کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مال کے حاصل کرنے کے لئے حرام ذرائع و راستے اختیار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اسی کی خاطر حیاتِ دائمی سے غافل اور حیاتِ فانی میں منہمک رہ کر ادنیٰ مقصد کے لئے اعلیٰ مقصد چھوڑ دیتا ہے اور پھر یہ سلسلہ انسان کی اپنی زندگی تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ تصور لاحق ہو جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے اولاد کے لئے بھی مال ودولت کا انبار چھوڑا جائے۔

اسی مال واولاد کے غم اور فکر میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر وعبادت سے غافل ہو جاتا ہے' خطبہ کی ابتدا میں تلاوت کی گئی آیات کی پہلی آیت میں ہمارے لئے یہ درس ہے کہ مال و

اولاد کی محبت میں میانہ روی کو چھوڑ کر اس مقام تک نہ جائیں کہ یہ دونوں اشیاء اللہ تعالیٰ کی یاد سے مدہوش ہونے کا ذریعہ بن جائے۔ایک خاص حد تک تو دنیا کے اسباب معیشت سے استفادہ کرنا اور اس سے ربط و تعلق قائم رکھنے کی اجازت ہے،مگر ان کی محبت میں گرفتار ہو کر اوامر و نواہی میں کوتاہی کرنا، حرام و حلال کا فرق ختم کر دینا بہت بڑے زیان اور اخروی تباہی ہے۔

حسنات میں تعجیل محمود ہے

مال و اولاد کی محبت میں شرعی حدود و قیود کو کراس کرنے کے علاج اور خواب غفلت سے بیداری کے لئے دوسری آیت میں مالک حقیقی علاج تجویز فرما رہے ہیں کہ ہم نے جو مال و متاع تم کو بطور امانت دیا ہے اس میں جو حقوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کئے گئے خواہ زکوٰۃ کی شکل میں ہو۔ خیرات یا حج ہو، فقراء و مساکین پر خرچ کرنا ہو موت سے پہلے ہی تمام حقوق ادا کر دو کیونکہ جب موت کے اثرات نمایاں ہو جائیں اس وقت انفاق فی سبیل اللہ پر وہ ثمرات مرتب نہیں ہوتے جو حالت صحت و عافیت میں ملتے ہیں، جوانی اور صحت میں خرچ کرتے وقت غیر شعوری و غیر ارادی طور پر یہ خدشات رہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا جاوے،تو مال میں ظاہری طور پر کمی آجائے گی، اسی خدشہ اور وہم کو رد کر کے خرچ کرنے پر زور دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے جانی و مالی جو عبادت کرنی ہے، وہ صحت و قوت کی حالت میں کی جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرما رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا ایسا صدقہ ہے جو زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسی حالت میں خرچ کرنا، جب کہ خرچ کرنے والا انسان اپنے ہوش و حواس قائم رکھے ہوئے تندرست و توانا ہو نیز یہ خوف بھی ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر ڈالا تو محتاج نہ ہو جاؤں، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا: صدقات اور خیرات کو اس وقت تک موخر نہ کرو کہ روح نکلنے کا وقت آجائے پھر نفقات اور صدقات کی وصیت کرنے لگ جاؤ۔اسی طرح ابو داؤد کی روایت میں سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لان یتصدق المر ء فی حیاتہ خیر لہ من ان یتصدق بمأة عند موتہ

''انسان کا اپنی زندگی میں ایک درہم خرچ کرنا موت کے وقت سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے''

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

یہی صورتحال صرف صدقات کی نہیں بلکہ تمام اعمال صالح کے کرنے کا وقت مرگ سے پہلے کا زمانہ ہے ورنہ جیسا کہ اس آیت کے آخری حصہ میں ذکر ہے کہ نزع کی سخت حالت دیکھ کر ہر وہ شخص جس نے صحت کے دور میں دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ و خیرات وغیرہ عبادات کی طرف توجہ ہی نہ دی، اس خواہش کا اظہار کرے گا کہ کاش! اگر مجھے دنیا میں کچھ عرصہ مزید چھوڑ کر مہلت دی جائے تو میں بھی صدقات وعبادات کر کے نیکوکار لوگوں کے زمرہ میں شامل ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے، ہر چیز اور کام کرنے پر قادر ہے' مزید مہلت اور عمر بھی دے سکتا ہے، مگر عمر کے ایک طویل سلسلے کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نفس وشہوات کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑنا تھا، جو اب تک اس مقصد حیات سے لا پرواہی برتتا رہا، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے بموجب اس کی اس خواہش کو مسترد کر دے گا کہ اب مزید عمل کرنے کا وقت باقی نہیں رہا جو کرنے کا وقت تھا وہ مال و اولاد کے غرور میں مبتلا رہ کر ضائع کر دیا۔ ''فانی'' کے حصول کے لئے ''باقی'' سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ انجام یہ ہوا کہ ''نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم''

اپنی آخرت کو بھی کھو دیا اور دنیا میں بھی قلبی سکون حاصل نہ رہے جس شخص کی جتنی عمر تقدیر ازل میں لکھ دی گئی ہے، اس کے پورا ہونے پر ایک سیکنڈ کی بھی مزید مہلت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے اس کو ہمارے گزشتہ اور آئندہ کے تمام اعمال وارادوں کا علم ہے، اسے معلوم ہے کہ اگر اس کنجوس کو مزید عمر و مہلت دی گئی تو یہ اپنے نفس امارہ بالسوء کی خواہشات کی تکمیل میں وہی کچھ کرے گا، جو پہلے کر چکا ہے۔ **اللھم وفقنا لما تحب و ترضی.**

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے کر تمام عادات و اخلاق رذیلہ سے محفوظ فرمائے۔

رزق حلال کی فضیلت واہمیت

اوراسراف وتبذیر کی مذمت

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم .انما اموالکم و اولادکم فتنة والله عنده اجر عظیم ☆ (سورۃ تغابن رکوع ۱۶ آیت ۱۵)

"تحقیق تمہارے اموال اوراولا دتمہارے لئے آزمائش کی چیزیں ہیں اوراللہ تعالیٰ کے پاس ہی بڑااجر ہے"

مہربان میزبان

انسان کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز فرمایا تو جیسے ایک معزز مہمان کے آنے سے پہلے میزبان آنے والے کے ہرقسم راحت وسکون کے لئے تمام اسباب سہولت مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ مہمان وارد ہونے کے بعد تفکرات سے بے نیاز ہوکر جس مقصد کے لئے آیا ہے اس میں ہمہ تن مصروف رہے اس طرح مالک کائنات نے انسان کے وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں اپنی نعمتوں کا عظیم دسترخوان بچھا کرآدم کی اولاد کوصرف اور صرف اپنے یعنی ذاتِ باری کی طرف متوجہ ہوکر عبادت کرنے کا حکم فرما کر مقصد تخلیق ہی "وما

خلقت الجن والانس الالیعبدون'' عبادت قرار دیا۔شرعی حدود وقیود کے اندر رہتے ہوئے انسان کو ان تمام نعمتوں کو اپنے کام میں لانے کی اجازت مہیا فرمادی۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم کا خطاب دے کر اسے خوبصورت شکل وصورت عطا کی۔عالم رنگ و بو کی ہر چیز اس کے واسطے پیدا کر کے سب چیزوں کو اس کا خادم اس لئے بنایا کہ انسان ان تمام نعمتوں اور قدرت باری تعالیٰ کے دلائل ونشانیوں میں غور کر کے اس کی خالقیت' مالکیت' ربوبیت اور حاکمیت کی پہچان اور اس کی عبادت واطاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے۔

نعمتیں خیر بھی اور مصیبت بھی

اللہ تعالیٰ کی انہی دی ہوئی نعمتوں کو اگر اس کے بتائے ہوئے اصول اور قواعد کے مطابق استعمال کیا جائے،تو خیر اور بھلائی کا ذریعہ بن جاتے ہیں'اور اگر وہی نعمتیں دنیاوی لذات کے حصول اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں خرچ کردی جائیں،تو اس سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول سے انحراف کر کے انسان جہنم کے اسفل ترین مقام کو پہونچ جاتا ہے گویا بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے جتنی نعمتیں پیدا کر کے اسے حوالہ کردیں'ان میں خیر کا بھی پہلو ہے اور شر کا بھی۔اس خیر وشر کے درمیان بنی نوع آدم کی آزمائش ہے،اسی نعمت کو اگر منعم حقیقی کی مرضیات کے تابع ہو کر استعمال کیا جائے،تو یہ نعمت بھی خیر محض بن کر انسان کی بھلائی کا ذریعہ بن جاتی ہے،اگر اسی نعمت کو اپنے ہوائے نفس یعنی اپنی پسند وناپسند کے معیار پر پرکھ کر خرچ کیا جائے تو یہی نعمت شر محض بن کر اس کی تباہی و بربادی کا ذریعہ ہو جاتی ہے'اللہ تعالیٰ کی لامتناہی نعمتوں کی وسیع فہرست کی چند نعمتوں پر اگر نظر دوڑائیں تو ہر نعمت میں ان دونوں کا احتمال ہے' صحت وسلامتی بدن ہی کو لیجئے کتنی بڑی نعمت ہے،اس کی قدر واہمیت کا اندازہ کسی معذور ومریض کو دیکھ کر خود بخود ہو جاتا ہے'یا بیماری میں مبتلا شخص سے تندرستی کے فوائد اور صحتمند شخص کو اس کی حسرت بھری نگاہ سے دیکھنے پر اندازہ ہوگا،اب اسی نعمت صحت وتوانائی میں بھی رب کی طرف سے امتحان ہے کہ اس قوت وطاقت کے دور کو عبادت الٰہی اور اس کے دین کی سربلندی کے

لئے صرف کرنا ہے یا کہ شیطانی امنگوں کی تکمیل کے لئے لہوولعب میں گنوا کر عاقبت کو برباد کردی جائے اس مختصر وقت میں کس کس نعمت کے اچھے اور برے استعمال کا موازنہ کرتا چلوں۔ان بے شمار نعمتوں میں دو ایسی نعمتوں کا بیان جن میں مبتلا رہ کر اکثر و بیشتر مسلمان اپنے آخرت کو بگاڑ دیتے ہیں۔حسب ذیل ہیں:

مال واولاد

وہ مال واولاد ہیں ان دونوں کے سلسلہ میں بار بار قرآن واحادیث میں اعتدال و احتیاط ملحوظ رکھنے کی تلقین فرما کر ان دونوں کو بہت بڑا فتنہ وامتحان قرار دیا گیا۔اس کی بڑی وجہ یہ کہ مال واولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر یہ دونوں زیادہ تر معصیت کا سبب بن جاتے ہیں' اور اگر ہم اپنے اور اپنے گردوپیش مسلمانوں کے حالات بد پر نظر دوڑائیں تو مشاہدہ اور اعمال سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ہمارے مادی وروحانی زوال کا سب سے بڑا سبب مال واولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر آخرت ومذہب سے غافل ہونا ہی ہے۔

کسبِ حلال میں برکت

جیسا کہ کئی مواقع پر عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بار بار مذمت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بقدرِ ضرورت کسبِ دنیا بھی حرام ہے بلکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو **کسب الحلال فریضة بعد الفریضة** کا فرمان جاری کر کے دنیا کے بقدر مجبوری وضرورت مال کمانے کو فرض شرعی قرار دے دیا' کسب حلال کو فریضہ قرار دے کر بطور آزمائش اس مال کے سلسلہ میں شرائط بھی عائد کر دی گئیں۔مثلاً مال حاصل کرنے کے وسائل اور ذرائع جائز ہوں ناجائز ذرائع سے مال جمع کرنے سے احتراز کیا جائے اور جو مال حلال راستوں سے آتا ہے وہ نعمت بن کر اس میں اللہ تعالیٰ برکت بھی ڈال دیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن خولة بنت قیس ؓ قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان

هذالمال خضرة حلوة فمن اصابه بحقه بورک له ' فیه الخ (رواہ الترمذی)

''حضرت خولہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بلاشبہ یہ مال ایک سبز و شیرین شے ہے، اس لئے جو شخص اس مال کو حلال ذریعہ سے حاصل کرے اس کے لئے اس میں برکت عطا کی جاتی ہے''

مال حاصل کرنے کی اس ایک ہی شرط کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے کمانے کے وسائل پر غور کرنا چاہیے کہ ہم سے کتنی کوتاہیاں ہورہی ہیں' ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کے مقابلہ سیم وزر وہوس دنیا میں ہر ایک آگے نکلنا چاہتا ہے، رکنے اور تھکنے کا نام ہی کوئی نہیں لیتا، بلکہ کئی دوست بڑی بے فکری اور ڈھٹائی سے فخریہ انداز میں آپ کو کہتے ہوئے ملیں گے کہ یہی وقت ہے جوانی اور صحت کا، اس میں جتنا ہو سکے کمایا جائے، بڑھاپا تو کمانے کا زمانہ نہیں ہوتا ان بدبختوں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں

کمائی کا اصل وقت

کہ اصل کمائی تو اللہ کی عبادات اور اس کی مرضیات پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے لئے بہترین وقت جوانی کا وقت ہوتا ہے اس کمائی میں بھی کبھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا تصور تک کیا ہے؟ ہزار روپے حاصل کر کے دو ہزار کی فکر میں لگ جاتے ہیں' دنیا کی محبت اور آگے بڑھنے کی خواہشات بڑھتی رہتی ہیں' اور یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ آخر کار موت آنے پر خود بخود ختم ہو کر دنیاوی خواہشات کی فلک بوس عمارات مٹی میں مل جاتے ہیں، کبھی غور کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل رشک زیادہ مال حاصل کرنے والے کی زندگی کو قرار دیا ہے' یا وہ شخص جو بقدرِ کفایت دنیاوی وسائل کے حصوں کا متمنی اور اسی پر عمل پیرا بھی ہو ارشاد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست

عن ابی امامةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اغبط اولیائی عندی لمومن خفیف الحاذ ذوحظ من الصلوة احسن عبادة ربه واطاعه فی

السرو کان غامضافی الناس لایشار الیه بالاصابع و کان رزقه کفافا فصبر علی ذالک ثم نفد بیده فقال عجلت منیته قلت بواکیه قل تراثه' (رواہ الترمذی)

''جنابِ ابوامامہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابلِ رشک (مالی اعتبار سے وہ) شخص ہے جو کم مال واولاد ہو بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو' اپنے رب کی عبادت بہتر طریقہ سے ادا کرنے والا ہو' جیسے ظاہر میں احسن طریقہ سے عبادت ادا کرتا ہے' اسی طرح لوگوں کی نظروں سے چھپ کر بھی طاعتِ خداوندی میں مصروف رہتا ہے' لوگوں میں غیر مشہور اور گمنام ہو' لوگ اس کی شہرت کی وجہ سے اس کی طرف اشارے نہیں کرتے اور اس کا رزق بقدر کفایت ہو اور یہ بقدر ضرورت رزق حاصل ہونے پر صابر و قانع ہو، یہ فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے چٹکی بجا کر فرمایا: کہ ایسے شخص کو موت آناً فاناً واقع ہو کر (فتنوں اور گناہ کی آلودگیوں سے بھری دنیا سے اسے جلدی نجات مل جاتی ہے) اس کی موت پر رونے والی عورتیں تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہوتی ہیں اور اس کا متروکہ مال بھی اتنا قلیل کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

یعنی زیادہ اہل وعیال' مال ودولت کے بوجھ' دنیاوی تفکرات وحرص ولالچ سے عاری ہو کر فراغِ قلب ووقت کے ساتھ بیشتر وقت حق تعالیٰ کی طاعت وعبادت میں منہمک رہتا ہو' اپنے مالک وخالق کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل پیرا رہنے کے لئے شہرت اور انسانوں کی داد وتحسین کا خواہشمند نہ ہو اور نہ کسی سے بدلہ وانعام لینے کا آرزومند، بلکہ لوگوں کے درمیان رہ کر عبادت و طاعت' دین وعلم کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے خاموشی سے جہدِ مسلسل میں مشغول ہو' اور ایک وقت اس پر ایسا بھی آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے مطابق اس کے جسم وجان کا رشتہ منقطع ہو کر نہایت سکون وآسانی سے اپنی جان' مالکِ حقیقی کے سپرد کردیتا ہے' دنیا سے رخصت ہوتے وقت نہ اسے یہ غم وفکر کہ زیادہ مال ودولت رہ کر اس کا کیا بنے گا اور نہ یہ حسرت کہ پیچھے رہ جانی والی اولاد کہیں فتنہ کا سبب اور میراث میں ملنے والے مال ودولت کے جنگ وجدل اور بھول بھلیوں مین مبتلا ہو کر گمراہی اور بے راہ روی کے گھپ اندھیروں میں اپنے مورثوں کیلئے آخرت

کے سکون کے بجائے ان کے مزید عذاب کا خطرہ نہ بن جائیں۔

ہمارا انداز فکر

ہمارا اندازِ فکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز سے مختلف ہے' ہمارے معاشرہ میں وہ مرنے والا خوش قسمت سمجھا جاتا ہے جس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بینکوں میں دولت بے حساب ہو' لاش پر رونے والوں کی کثرت اور زندگی میں شہرت کا دلدادہ ہو۔

محترم سامعین! بات حلال ذرائع سے مال حاصل کرنے کی ہو رہی تھی جسے اللہ جل شانہ نے بھی اپنے رسولوں اور برگزیدہ بندوں کو خطاب کے دوران کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً میں طیبات کے نام سے یاد فرمایا کہ انسان کو جائز و حلال وسائل و ذرائع سے جو حلال و پاکیزہ اموال حاصل ہوں ان سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اللہ کے خوف اور حلال و حرام کا امتیاز رکھنے والے شخص کے لئے دولت مذمت کی چیز نہیں۔

مال حلال' مومن کے لئے ڈھال

عن الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنافی مجلس فطلع علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی راسہٖ اثرماءٍ فقلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نراک طیب النفس قال اجل قال ثم خاض القوم فی ذکر الغنی فقال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لاباس باالغنی لمن اتقی اللہ عزوجل و الصحۃ لمن اتقی خیر من الغنی وطیب النفس من النعیم (رواہ احمد)

ایک صحابیؓ نے روایت کی ہے کہ ہم مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر غسل کی وجہ سے تری بھی تھی، ہم نے عرض کیا کہ اس وقت ہم آپ کو خوش دیکھ رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ہاں میں دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت صحابہؓ مالداری کے ذکر میں مشغول ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری گفتگو سن کر فرمایا: کہ اس شخص کے دولتمند ہونے میں کوئی حرج نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ نیز صحت مندی (وہ غربت کے ساتھ کیوں نہ ہو) دولت

مندی سے زیادہ بہتر ہے اور خوش دلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں ہی سے ایک نعمت ہے۔

ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال مال کو مومن کے لئے بڑی ڈھال سے تعبیر فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسب و محنت کر کے حلال روزی نہ کمائے تو اسے اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے ایسے متمول لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں۔ جو تعاون و امداد تو کیا کہ ذلیل و رسوا کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ تو ایسا مال جس کے ذریعے حرام و مشتبہ امور میں گرفتار ہونے سے بچ سکنے کا حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

حرام کمائی کرنے والوں کی مذمت

بقدرِ ضرورت کمائی کی اہمیت ضرورت تو کسی حد تک واضح ہو گئی مگر اس شرط کے ساتھ جو پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ آمدنی کے وسائل شرعی حدود و قیود کے اندر ہوں' رب العزت کے رسولوں اور انبیاء علیہم السلام نے بھی حلال طریقوں سے رزق کمایا۔ حرام ذرائع سے مال حاصل کرنا نہ صرف شرعی بلکہ اخلاقی و معاشرتی خیانت و جرم ہے بلکہ حرام کمائی والا معاشرہ کے تمام افراد کی نظروں میں ذلیل و گھٹیا شمار کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی نماز جیسی اہم عبادت کو بھی قبول نہیں فرماتا' جب کہ حلال راستوں کو اختیار کرنے والا لوگوں کی نظروں میں بلند مرتبہ' باعزت اور مالک الملک بھی اسے اپنا محبوب بنا کر جنتی ہونے کی بشارت سے نواز دیتے ہیں۔

زمانہ حال' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

ہم تو شاید ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جس کے بارے میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاتی علی الناس زمان لایبالی المرء ما ا خذ أ من الحلال أم من الحرام(بخاری)

''لوگوں پر ایسا دور آنے والا ہے کہ لوگوں کو یہ پرواہ نہ ہو گی کہ دولت حرام ذرائع سے کمائی ہے یا حلال سے''

انفرادی بھی ہر فرد (الا ماشاء اللہ) ارتکازِ دولت کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد حرام

کو بھی شیر مادر سمجھ کر اس سے بچنے کا تصور ہی ختم ہو گیا ہے' اجتماعی اور حکومتی سطح پر آئے دن ناجائز طریقوں کے نئی نئی سکیموں اور پروگراموں کا اجراء زور وشور سے کیا جارہا ہے' سودی لین دین، قمار بازی' سٹہ بازی اور رشوت وغیرہ جیسے غیر شرعی اور حتمی حرام کاروبار کو حکومتی نظام چلانے کے لئے اہم جزء سمجھ کر جائز و ناجائز حلال وحرام کی ساری اخلاقی و دینی اقدار کو توڑ کر حضرتِ انسان کو صرف ''نرا حیوان'' بنایا جارہا ہے۔

اب جہاں اسلام نے کسب معاش کے سلسلہ میں حرام وحلال' جائز و ناجائز مکروہ و مستحب جیسے کئی قیود عائد کر کے ناجائز دولت حاصل کرنے کے راستے ختم کر دیئے، وہاں اس حلال کمائی کے انفاق یعنی خرچ کرنے میں بھی صاحبِ مال کو آزاد نہیں چھوڑا' کہیں وہ یہ نہ سمجھ لے کہ یہ تو اس کی ذاتی جاگیر اور ملکیت ہے، جہاں چاہے جیسے چاہے خرچ کر سکتا ہے، قدم قدم پر اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمتوں میں انسان کا امتحان لے رہے ہیں' جتنے خطرات اور مضرات کے امکانات دولت کے حاصل کرنے میں تھے، اس سے کئی گنا بڑھ کر اس کے خرچ کرنے میں بھی ہیں، مال کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے اسلام نے دیگر عبادات مثلاً نماز روزہ کی طرح انفاق کے بھی اصول وقوانین مقرر فرمادیئے کہ ان حدود میں رہتے ہوئے مال کو استعمال میں لانا ہے۔

اعتدال اور میانہ روی کی تلقین

شریعت کے مطابق خرچ کرنے کے مصارف سے اسلامی تعلیمات وقرآنی آیات بھرے پڑے ہیں' ان تفاصیل میں جانے کا نہ یہ موقع اور نہ اتنا وقت ہے، اول سے آخر تک قرآن کی آیات واحادیث کے ذخیرے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب اور بخل کی مذمت پر زور دے رہے ہیں لیکن یہ بات یاد رکھیں جہاں خرچ کرنے کی تاکید کی جارہی ہے اس کے ساتھ متصل میانہ روی اختیار کر کے اسراف وفضول خرچی سے بچنے کی بھی بار بار تلقین کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما.

''اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب وہ خرچ کریں تو نہ فضول خرچی اور نہ تنگی کریں بلکہ میانہ روی اور اعتدال کی راہ کو اختیار کریں''

مسلمانوں کے امتیازی اور اہم اوصاف میں افراط وتفریط سے خالی راہ اعتدال کو اہم حیثیت حاصل ہے اور اسی اعتدال کے راستے کا نام صراط مستقیم بھی ہے۔سورۃ انعام میں فرمان الٰہی ہے:

کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقه یوم حصادہ ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین.

''درخت کے پھل جب پک جائیں،تم اس سے کھاؤ اور جب فصل کٹ جائے تو اس کا حق ادا کردو،حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو، کیونکہ حق تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''

فضول خرچی پر وعید

گو کہ انسان کو حد سے زیادہ بخیل اور حد سے زیادہ سخاوت اور فیاضی سے بھی روکا گیا۔اسلام نے جہاں ایک طرف واجبی حقوق کی ادائیگی' قرابت داروں محتاجوں' مسافروں اور پڑوسیوں [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا ہے ساتھ ہی فضول خرچی اختیار کرنے سے منع کر کے امت کو تمام معمولات بشمول صرف وخرچ میں اسی کی تلقین فرمائی۔حضرت حذیفہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مااحسن القصد فی الغنی ما احسن القصد فی الفقر مااحسن القصد فی العبادۃ. (کنز العمال)

''دولت مندی میں اعتدال کیا ہی خوب ہے محتاجی میں بھی درمیانگی کتنی بہتر ہے،اور عبادت میں بھی میانہ روی کتنی اچھی ہے''

کثرتِ مال کے مضرات

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے حلال مال کے خرچ کے سلسلہ میں کبھی ہم نے سوچا ہے کہ

ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا ہے' اور ہم تو صرف ایک امین کی حیثیت سے اس میں وہ تصرف کرسکتے ،جسکی مالک حقیقی نے اجازت دی ہو' جہاں اسکی اجازت ہو اسی جگہ خرچ کرنا اور جن جگہوں میں خرچ سے منع کیا ہے،اس سے اجتناب کرنا ہے۔آج کے دور کے مسلمانوں کا معاملہ بالکل اسکے برعکس ہے' جہاں انفاق کا حکم ہے،وہاں بخل سے کام لیتے ہیں اور جہاں خرچ سے بچنے کا حکم ہے وہاں فیاضی اور شاہ خرچی کا مظاہرہ کرکے اپنے آپ کو حاتم طائی کے نام سے پکارے جانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

اپنی جھوٹی انا کی تسکین اور اپنے آپ کو اصحاب ثروت لوگوں کی صف میں شمار کروانے کے لئے رسومات وخرافات میں پانی کی طرح دولت بہانے سے گریز نہیں کرتے ،جتنا مال بڑھتا ہے اتنا ہی انسان شراب وکباب' زنا' جوا و دیگر حرام کاریوں کا رسیا بنتا جاتا ہے' اللہ تعالٰی کے بتائے ہوئے مصارف میں ایک روپیہ خرچ کرنے پر جان نکلتی ہے اور نام ونمود اور ریا کے کاموں میں تمام مالداروں پر سبقت حاصل کرنے کا مقابلہ رہتا ہے' مالداری کے بعد انسان کی سرکشی کا اظہار احکم الحاکمین نے خود بیان فرمایا: کہ **کلا ان الانسان لیطغی☆ ان راہ استغنی☆**

''کوئی نہیں آدمی سرکش ہوتا ہے جب اپنے آپ کو بے پرواہ دیکھے''

اسلامی ممالک اور دولت کی فراوانی

اس آیت کی تفسیر حرفاً حرفاً ہمارے سامنے ہے، اسلامی بلاک کے وہ ممالک جو کچھ عرصہ قبل فقر وغربت کا شکار تھے۔سونا و پیٹرول ودیگر معدنیات سے مالا مال ہونے کے بعد ان کی دینی حالت وہ نہیں رہی ،جو غربت وافلاس کے زمانہ میں تھی' مال ودولت کی فراوانی کو اللہ تعالٰی کے اطاعت اور کلمۃ اللہ کے سربلندی کے بجائے اپنی عیاشی وآرام طلبی جیسے لغو مصارف میں استعمال کرنے سے ان کی دینی' سیاسی حالات آپ کے سامنے ہیں،سب کچھ اللہ تعالٰی کا دیا ہوا موجود ہونے کے باوجود اغیار کے سامنے شکست خوردہ اقوام کی طرح مغلوب وسوالی کی حیثیت سے متعارف ہیں' عیاشی وفحاشی کے اسباب کو حاصل کرنا اپنے لئے طرّہ امتیاز سمجھتے ہیں،اسی کمزوری

سے فائدہ اٹھا کر کفار و یہود ہمارے مادی وسائل کو دھڑا دھڑ اپنی طرف کھینچ کر اسلامی دنیا کو ایک بار پھر قلاش بنانے پر تلے ہوئے ہیں اوروں کو سادگی کا درس دینے والی قوم بے راہ روی کی وجہ سے اسراف و بے اعتدالیوں کا شکار ہوگئی۔

اسراف وتبذیر

دین کے اہم اور سہل عبادات واحکامات اور معاملات کو ہم نے اسراف اور بے اعتدالی کا رویہ اپنانے کی وجہ سے مشکل ترین بنا دیئے، شادی بیاہ جیسے مسنون عمل کو بھی غیر شرعی رسوم اور سیم وزر کی نمائش اور اسراف کا ذریعہ بنا کر اس کے اسلامی اور مسنون طریقے جو کہ انتہائی آسان اور سادہ تھے کو ختم کر دیا گیا، یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اور ناجائز میں بھی سبقت حاصل کرنے کے مقابلہ نے ایک غریب ومتوسط شخص کے لئے نکاح جیسا پاکیزہ اور مبارک معاملہ بھی شجرِ ممنوع بنا کر رکھ دیا۔فضول خرچی کا یہ سلسلہ صرف شادیوں پر ختم نہیں ہوتا' بلکہ ہمارا غم بھی بیاہ سے کم نہیں، گھر میں میت ہونے پر رسوم و بدعات کا وہ لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' کہ کسی ناواقف آدمی کو میت کے گھر آ کر فرق محسوس نہیں ہوتا کہ غمی کی تقاریب کا انعقاد ہے یا خوشی کا' اور پھر صرف اس پر بھی اکتفا نہیں شیطانی خواہشات کی تکمیل' بیوی اور اولاد کے ناجائز مطالبات کو پورا کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں' مسلمانوں کی زندگی کا کون سا شعبہ ہے جو مال کے ناجائز اخراجات سے خالی ہو اور مسلمانوں کا یہی عمل ان کے دُنیوی و اُخروی تباہی کا سبب بن رہا ہے۔

امت کا فتنہ مال

جیسے کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خطرناک جس کا بندہ کو گمراہی کے اندھیروں میں پہونچانے میں عمل دخل زیادہ ہے' یعنی مال' اسے فتنہ قرار دیا گیا سرکار دو عالم نے بھی اسے آزمائش وفتنہ کے نام سے یاد فرما کر بار بار اس کی ہلاکتوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ارشاد فرمایا:

عن كعب بن عياضؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان لكل قوم فتنة وفتنة امتى المال (رواه الترمذى)

''حضرت کعبؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہر قوم کسی نہ کسی امتحان وآزمائش میں دوچار ہوتی ہے اور میری امت جس فتنہ میں مبتلا ہوگی وہ مال ودولت ہوگی''

ان کو مال دے کر آزمایا جائے گا اس کا حاصل کرنے اور خرچ کرنے میں راہ اعتدال پر رہتی ہے یا صراط مستقیم سے بھٹک جاتی ہے۔

خطبہ کی ابتداء میں تلاوت کردہ آیت میں مال اور اولاد کے وبال اور معصیت کا سبب بننے کا ذکر ہے مال دولت کے نقصانات کا ذکر اپنے حقیر علم کے مطابق ہوگیا۔

اولاد کا مسئلہ

اب اولاد کی طرف آیئے' مال کی طرح اولاد کی تعلیم وتربیت واصلاح احوال کے لیے حدود و اصول شریعت نے متعین کردیئے ہیں' اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قدر واہمیت ان لوگوں سے پوچھیں جو لاولد ہونے کی وجہ سے اولاد کے لئے تڑپ رہے ہوں' اگر کسی کے پاس اس ایک نعمت کے علاوہ خوشی کی تمام چیزیں موجود ہوں' وہ اپنے آپ کو بالکل محروم لوگوں میں شمار کرتا ہے۔

اسی اولاد کی خاطر ولادت سے لے کر جوان ہونے تک والدین تکالیف برداشت کرکے ان کو سکھ وسکون پہنچانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرادینے سے دریغ نہیں کرتے' شریعت نے پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں آذان دینے' ساتویں روز عقیقہ کرنے' بہترین اسلامی نام رکھنے اور اسلامی تعلیم و تربیت کی تلقین کی ہے' بچپن ہی سے اسلامی ارکان واعمال کا اہم رکن نماز کے سکھلانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اسے سزا دینے کی بھی اجازت دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع سنین و اضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین الخ (ابو داؤد)

''جب تمہاری اولاد سات سال عمر کی ہوجائے تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال عمر تک پہنچ کر پھر بھی نماز نہ پڑھیں تو ان کو مارا بھی کریں''

امام ترمذی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لأن یؤدب الرجل ولدہ خیر لہ من ان یتصدق بصاع.

''آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا' اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ دیا جائے''

مقصد یہ کہ ان کو ادب وشرافت کے طور طریقے سکھلائے جائیں' اولاد کو دینی تعلیم دینا والدین کا فرض ہے، تا کہ وہ معاشرہ کے بہترین افراد بن کر والدین اور مذہب کے ماتھے پر بدنما داغ بننے کے بجائے اسلامی سوسائٹی کے بہترین رکن بن سکیں' پھر یہی اولاد جو اسلامی شعائر و احکامات کے زیور سے آراستہ ہو جائیں تو نہ صرف اس کی دنیا و آخرت سنور جاتی ہے، بلکہ والدین کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کے لئے صدقہ جاریہ بن کر اُخروی نجات وسعادت کا بہترین ذخیرہ کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

صدقہ جاریہ

ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الرجل انقطع عنہ عملہ الا من ثلثۃ' صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولدٍ صالح یدعولہ'

''انسان جب مر جاتا ہے تو اسکے سارے اعمال کا باب بند ہو جاتا ہے یعنی انکا ثواب کا سلسلہ جاری نہیں رہتا البتہ تین اعمال کے ثواب کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے جن میں پہلا کام عمل صالح' دوم وہ علم جس سے نفع حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہے، اور سوم وہ دیندار صالح اولاد جو والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کے حق میں دعائے خیر کریں''

ہر مسلمان پر از روئے شریعت یہ لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے دینی ماحول مہیا کر کے ان کو ہر ناجائز کام سے روکے اور دین پر عمل پیرا رہنے کے لئے اس کو مجبور کرے ورنہ اس فریضہ سے پہلو تہی کرنے والے کا روز قیامت مواخذہ ہوگا والدین ہونے کے ناطے یہ وہ چند ذمہ داریاں ہیں، جو اس نعمت کے کارآمد ثابت ہونے کے لئے شریعت نے ہر مسلمان والد اور والدہ پر لازم کی ہیں۔

اپنا محاسبہ کریں

آیئے! اب ہم اپنا محاسبہ کریں کہ اولاد کی پرورش وتربیت کے اس شرعی ضابطہ اخلاق پر ہم کس حد تک عمل پیرا ہیں، بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی غیر شرعی رسومات وخرافات کا ایک ہنگامہ شروع ہوجاتا ہے' کسی صالح ودیندار شخص کا نام رکھنے کی بجائے لہوولعب کے ماہر یا کسی فلمی اداکار واداکارہ یا ذرا زیادہ ماڈرن خاندان ہو تو انگریزی ٹائپ نام رکھنے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ناموں پر ترجیح دیتے ہیں۔

والدین کی ذمہ داریاں

عمر چار پانچ سال تک نہیں پہونچتی کہ دینی تعلیم وماحول مہیا کرنے کی بجائے انگلش میڈیم اور مشنری سکولوں میں داخلے دلوانے کے لئے ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیتے ہیں۔

افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اس بیماری میں بہت اچھے بھلے ہم میں سے اپنے آپ کو دیندار شریعت کے پابند کہلوانے والے بھی اوروں سے پیچھے نہیں رہے۔ اس غیر اسلامی ماحول کا نتیجہ ظاہر ہے کیا نکلے گا کہ سات اور دس سال کی عمر میں نماز سکھانے اور پڑھنے کی جگہ وہ میوزک اور ڈانس کے ماہر بن جاتے ہیں' بچپن ہی سے بے جا لاڈ پیار سے اخلاق تباہ کر دیا جاتا ہے' دینی علوم سے بے بہرہ رکھنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نہ ان کو والدین' بڑے چھوٹوں کی عزت ومنزلت کا علم ہوتا ہے' نہ اسلامی اقدار وافکار کا خیال' محبت میں افراط سے کام لے کر ماں باپ ان کی ہر خواہش پر دل کھول کر مال ودولت اڑاتے ہیں' والدین کنجوسی اور بخل کا مظاہرہ کر کے کوڑی کوڑی اس تصور سے جمع کرتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد بچوں کے کام آسکے تو وہ اولاد جن کی ابتداء ہی دنیاوی علوم حاصل کرنے سے کی جائے ان سے یہ توقع ہی عبث ہے کہ ایسی اولاد والدین کا ترکہ اللہ تعالیٰ کی راہ یا والدین کے ایصال ثواب میں خرچ کرے گا بلکہ انہی علوم کے زیر اثر رہ کر اس مال کو لہولعب اور عیاشی میں صرف کر کے والدین کے لئے مزید اذیت اور عذاب کا ذریعہ بنیں گے' ان سے پھر یہ امید کہاں کہ اپنے بزرگوں کے ایصال ثواب ومغفرت کے لئے دعوات کریں، اولاد کے بگڑنے اور سدھرنے میں والدین کا بڑا عمل دخل ہے، اگر ماں باپ بچپن ہی سے بچوں کو دین اور دینی تعلیم ومعاشرہ کی

طرف مائل کردیں تو اس میں دونوں کا فائدہ اور اگر اس طرف توجہ نہ دے کر غفلت سے کام لیا گیا تو اولاد کے گناہوں کا بوجھ بھی سر پرستوں کے کندھوں پر ہوگا۔

شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من ولد لہ' ولد فلیحسن اسمہ و ادبہ فاذا بلغ فلیز وجہ و ان بلغ ولم یزوجہ' فاصاب اثمافانما اثمہ علی ابیہ .

''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کا اچھا نام رکھنا چاہیے اور بہتر ادب سکھلانا چاہیے، جب بالغ ہو جائے نکاح کر دیں اگر بالغ ہونے کے بعد نکاح نہ کیا گیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہوا، تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا'

اولاد نعمت اور امتحان

محترم حضرات! آپ خود اندازہ کرلیں یہی اولاد بھی مال کی طرح نعمت بن کر والدین کی مغفرت، رفع درجات اور دخول جنت کا وسیلہ ہو سکتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ ان کی تربیت و اصلاح اسلامی تعلیمات واصول کو مدنظر رکھ کر کی جائے۔ بصورت دیگر یہی نعمت خود اولاد اور ان کے سر پرستوں کو جہنم کا ایندھن بنا سکتی ہے۔

اللھم انا نعوذبک من ولد یکون علینا و بالاً ونعوذبک من مالٍ یکون علینا عذابا.

''اے اللہ! ہم کو پناہ دے ایسی اولاد سے جو میرے لئے وبال جان بن جائے اور اللہ ہم کو پناہ دے ایسے مال سے جو میرے لئے ذریعہ عذاب بن جائے'' آمین۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

عفو درگزر

عفوودرگزر کی دلچسپ حکایات اور حیرت انگیز وواقعات

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مانقضت الصدقة من مال وما زاد الله بعفوالا عزا وماتواضع احد لله الارفعه الله (مسلم)

محترم بزرگو! مذکورہ حدیث کے ضمن میں گزشتہ خطبات کے دوران صدقات کی اہمیت وفضیلت اور دنیا وآخرت میں صدقہ کے اثرات کا بحث ہو چکا ہے، آج حدیث طیبہ کے دوسرے حصہ عفوودرگزر کے بارے میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا اللہ جل مجدہ مجھے کما حقہ بیان اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی ہمت وطاقت نصیب فرماویں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفوودرگزر کی جھلکیاں

حضرت عائشہؓ سے ایک سائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو فرماتی ہیں 'کان خلقه القرآن '، یعنی اخلاق حسنہ کی جو کیت اور کیفیت قرآن میں الفاظ کی شکل میں موجود ہے وہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں عملی صورت میں موجود تھا اگر امت کو غریبوں اور فقراء کی امداد واعانت کا حکم دیا تو پہلے خود اس پر عمل کیا۔ اگر دوسروں کو دشمنوں اور زیادتی کرنے والوں کو معافی کی تلقین کی تو پہلے خود اپنے

قاتلوں اور دشمنوں کو معاف کر کے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا' جنہوں نے آپ کے محبوب ترین چچا حضرت حمزہؓ کو بے دردی سے شہید کر کے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ غزوہ احد میں آپ پر تیر برسا کر دندان مبارک شہید کئے۔ طائف میں پتھروں کی بارش سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک خون سے لہولہان کر دیا گیا۔ اقتدار میں آ کر بھی کبھی ان سے بدلہ لینے کا ارادہ تک نہ فرمایا' سواری کے لئے شدت احتیاج کے باوجود خود پیدل اور سواری کمزور کو دے کر خود پیدل چل پڑے۔

عبادالرحمٰن

سورۂ فرقان کی آخری آیات **وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا و اذا** خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما سے آخر سورۃ تک

''اور رحمان کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے بے علم لوگ باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے'' اس جملہ سے مراد اعراض اور بحث و جھگڑے کا خاتمہ ہے۔ اور کلام پاک کے اور کئی آیات مبارکہ میں نیکی اور اخلاق حسنہ کی جن جن قسموں کو ذکر کیا گیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام آیات میں ذکر کردہ اخلاق و عادات کے بہترین اور مکمل عملی نمونہ تھے۔

سیدنا ابوبکر کا ایک واقعہ

پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی عفو و درگزر کی تلقین اور اس پر خود عمل پیرا ہونے کے اقوال و افعال سے بھری پڑی ہے' اس ایک واقعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدی کا جواب بدی سے دینے کی بجائے بدی کے جواب میں عفو کو روبہ عمل لانے کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔

عن ابی هریرةؓ ان رجلاً شتم ابابکرؓ والنبی صلی الله علیه وسلم جالس یتعجب ویتبسم فلما اکثر رد علیه بعض قوله فغضب النبی صلی الله علیه وسلم وقام فلحقه ابو بکرؓ وقال یارسول الله صلی الله علیه وسلم کان

یشتمنی وانت جالس فلما رددت علیه بعض قوله فغضبت وقمت قال کان معک ملک یرد علیه فلما رددت علیه وقع الشیطان ثم قال یا ابا بکرؓ ثلث کلھن حق مامن عبدظلم بمظلمة فیغضی عنھا للہ عزو جل الاغز اللہ بھا نصرہ' الخ (رواہ احمد)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک آدمی نے ابوبکرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بری بھلی باتوں کو سن کر حیرت کرتے ہوئے مسکراتے رہے حتی کہ وہ شخص گالیاں دینے میں حد سے گزر گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس کی بعض باتوں کا جواب دیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوکر مجلس سے اٹھ کر روانہ ہوئے' ابوبکرؓ بھی اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل پڑے اور خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ جب وہ شخص مجھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھے رہے۔ جب میں نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوکر مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے اسکی وجہ کیا ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تم خاموش رہے تمہارے ساتھ فرشتہ تھا جو تمہارا دفاع کے طور پر اسے جواب دیتا رہا' مگر جب تم نے جواب دینا شروع کر دیا یعنی نفس کی خواہش کو بھی معاملہ میں دخل دے دیا تو شیطان درمیان میں آ ٹپکا، پھر فرمایا: اے ابوبکرؓ تین باتیں ہیں اور وہ حق ہیں، ایک وہ بندہ جو کسی کی زیادتی کا بلاوجہ شکار ہوا اور وہ محض اللہ کی رضا اور اسکے ثواب کی طلب کی خاطر نہ کہ اپنے عجز کی وجہ یا دکھانے کیلئے اس ظالم سے چشم پوشی کرتا رہے، یعنی اس سے درگزر کر کے بدلہ لینے کی خواہش ترک کر دے، تو اللہ اس عفو ومعافی کے بدلہ اس بندے کو مزید مضبوط اور قوی ومعزز بنا دیتا ہے''

عزیمت پر عمل

حضرت ابوبکرؓ نے **جزاء سیئة سیئة مثلھا** کے بموجب رخصت واجازت پر عمل کرتے ہوئے اس کی بعض نامناسب باتوں کا جواب ایسے انداز میں دیا جو کہ ایک عام مسلمان کے لئے تو روا کے درجے میں ہے مگر خواص اور مقربین کا مقام تو اس سے بہت بلند ہے کہ وہ جائز

کے مقابلہ میں عزیمت پرعمل پیراہوں اور یہاں پرعزیمت **جزاء سیئة سیئة مثلها کے بعد فمن عفا و اصلح فاجره علی الله** ہے یعنی برائی کا بدلہ برائی کی مثل لیا جاسکتا ہے' لیکن جو شخص درگزر کر کے اصلاح کی روش اختیار کرے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے جو کہ بدی کا جواب بدی سے دینے والے شخص سے بڑا مرتبہ ومقام ہے' چونکہ ابو بکرؓ مقام صدیقیت کے مرتبہ کمال پر فائز تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شان صدیقیت کے مرتبہ کے مطابق اس کا اس شخص کی بعض باتوں کا جواب دے کر جزوی بدلہ لینا بھی پسند نہ آیا اور ناراض ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے اور پھر شیطان کے درمیان میں کودنے کا فرما کر تنبیہ کردی کہ جب کسی معاملہ میں بنی نوع انسان کا ازلی دشمن شیطان کود پڑے تو پھر اس سے تو خیر اور اصلاح کی توقع ہی عبث' وہ بے حیائی اور گناہ پر اکسانے' برانگیختہ کرنے کے علاوہ اور کیا کرسکتا ہے۔

جب انتقام پر قادر ہو اور بدلہ نہ لے

پھر ایک اور مقام پر انتقام پر قادر ہو کر بدلہ نہ لینے والے شخص کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال موسیٰ ابن عمر ان علیه السلام یارب من اعز عبادک قال من اذاقدر غفر.(رواه البیهقی)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام نے عرض کیا' میرے پروردگار تیرے بندوں میں سے کون سا بندہ تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے پروردگار نے فرمایا: جو قادر ہونے کے باوجود عفو ودرگزر کرے''

یعنی ظالم سے اپنے پر کئے کی زیادتی کا بدلہ لینے پر قادر ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے عفو سے کام لے کر بدلہ نہ لینے والا شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ترین بندہ ہے' چونکہ حضرت موسیٰؑ پر بھی جلال کا غلبہ تھا تو رب العالمین نے بھی اس ارشاد کے ذریعے اسے تلقین کی کہ اپنی طبیعت کے برعکس عفو ودرگزر کا ہتھیار استعمال کر کے اپنے لئے بلند مقام حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سیدہ عائشہؓ کی شہادت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو پیدائشی اور طبعی طور پر فحش گو تھے اور نہ قصداً فحش گوئی کرتے تھے اور نہ بازاروں میں عام لوگوں کی طرح شور مچانے والے تھے جیسے کہ بازاری لوگوں کی عادت ہوتی ہے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ برائی کرنے والے کو دل سے معاف کر دیتے تھے اور معاملات میں اس سے معاملہ درگزر اور معافی کا فرماتے تھے' اپنی ذات کے لئے اور طبعی خواہش کی تکمیل کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے ہاں اگر کوئی ایسی بات ہوتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو اور کوئی اس حکم کو حلال ٹھہرانے کی کوشش کرتا یا حلال کو حرام جانتا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے پیش نظر اس کو پھر سزا دینے سے ان کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔

عفو ودرگزر کی مثالیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کردار و گفتار سے عفو ودرگزر کی وہ مثال قائم کی کہ سخت سے سخت دل کافر بھی ان کے سلوک کے سامنے برف کی طرح پگھل کر اسلام کی پناہ گاہ میں آجاتا' اسلام لانے سے پہلے ابوسفیان نے آپ کی مخالفت اور اسلام دشمنی میں ہر حربہ استعمال کیا' غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک کفار کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بھی لڑائیاں لڑیں، ان سب میں ابوسفیان کا بالواسطہ یا براہ راست عمل دخل تھا، مگر فتح مکہ کے موقع جب وہ گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں پیش کئے گئے تو حضرت عمرؓ نے گزشتہ تکلیف دہ جرائم کی پاداش میں اس کے قتل کا ارادہ کیا، مگر آپ نے منع فرمایا: نہ صرف قتل سے عمرؓ کو منع فرمایا بلکہ اس کے گھر کو امن و امان کا حرم بنایا اور فرمایا: کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کا بھی قصور معاف ہو گا' اگر ہم دنیا کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو کیا کسی فاتح و غالب آنے والے جرنیل نے اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ عفو ودرگزر کی ایسی مثالیں پیش کیں ہیں۔

ایک یہودی سے حسن سلوک

ایک یہودی اپنا قرضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وصول کرنے آتا ہے انتہائی گستاخی

اور بے رحمی سے آپ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی اور کہتا ہے کہ اے بنی عبدالمطلب 'تم بڑے نادہندہ ہو' حضرت عمرؓ موجود تھے'اس کی اس ناشائستہ حرکت پر ان کو غصہ آیا اور اسے سخت بات کہنے لگے آپ مسکراتے رہے'اور فرمارہے تھے،اے عمر! میں اور یہ یہودی دونوں اس کے سوا ایک اور ہی بات کے آپ کی طرف سے محتاج تھے،تم مجھے حسنِ ادا کا مشورہ دیتے اور اسے حسنِ تقاضا کا۔اس کے بعد آپ نے یہودی سے فرمایا: کہ تیرے ساتھ قرضہ کی ادائیگی کا جو وقت مقرر ہو چکا ہے تو ابھی اس مقررہ مدت میں تین دن باقی ہیں مگر اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قرضہ ادا کر دیا بلکہ بیس صاع غلہ اسے زیادہ صرف اس وجہ سے دیا کہ حضرت عمرؓ نے اسے سخت سست کہا تھا۔

قربان جایئے ایسے مرشدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے،عفو و درگزر کا درس دینے کے ساتھ ہی خود اس پر عمل پیرا رہے اور اس کے ازلی اور جان کے دشمن بھی اس کا جذبہ عفو تحمل کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکے اور اپنے جانثار صحابہؓ پر تو ایسا اثر چھوڑا کہ درگزر پر عمل کا موقع جب آتا تو اپنے نفس ہی کو بھول جاتے۔

حضرت علیؓ کا ایک دلچسپ واقعہ

ایک جنگ میں حضرت علیؓ اپنے دشمن کے سینے پر چڑھ بیٹھے اسے قتل کرنے کے قریب تھے، کہ دشمن نے آپؓ کے چہرہ اقدس پر تھوک دیا' آپ فوراً اس کے سینہ سے اتر آئے' دشمن حضرت علیؓ کی اس غیر متوقع اور بے محل مہربانی پر حیران ہو کر وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ''پہلے تم سے خدا کے لئے دشمنی تھی اب تمہارے تھوکنے کے بعد اگر میں نے تم کو گزند پہنچائی تو اس میں ذاتی غصہ و عناد کا جذبہ و شبہ بھی شاید داخل ہو اس لئے چھوڑ دیا' عفو اسلامی کے اس جذبہ سے وہ شخص مسلمان ہو کر کفار کے خلاف لڑتا رہا۔

مغفرت و درگزر کی خوشخبری

اللہ جل جلالہٗ کے اسماء الحسنٰی میں ایک اسم گرامی ''العفو'' ہے جس کے معنی معاف کرنے والا اور دوسرا اسم مبارک ''الغفور'' بخشنے والا ہے یہ وہ صفات ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ کلام اللہ میں

بار بار جرائم و گناہوں پر نادم وشرمندہ ہونے والے اپنے بندوں کو توبہ تائب ہونے کی تلقین فرما کر اپنی طرف سے ان اسمائے مبارک کے ذریعہ عفوودرگزر کی خوشخبری سناتے ہیں، اور پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ کریمانہ کو دیکھیے کہ معافی اور درگزر کی کوئی حد بھی مقرر نہیں فرمائی۔ایک صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر پوچھتا ہے کہ میرا ایک غلام بار بار غلطی کا مرتکب ہوتا ہے اور میں اس کو معاف کرتا رہتا ہوں' تو آخر اس معافی کی کوئی حد بھی ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ایسا جملہ ذکر فرمایا کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ بلا حد مقررہ جتنا ہو سکے معافی دی جائے اور پھر یہ خصلت عفو اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت کو انہی الفاظ کے ذریعے اپنے گناہوں کی بخشش کی ترغیب دیتے ہوئے یہ دعا بکثرت مانگنے کی تاکید فرمائی۔

اللھم انک عفو تحب العفو فا عف عنا

راہزن سے راہنما تک

وقتی طور پر کسی کے زور و ظلم اور زیادتی کرنے پر بدلہ نہ لے کہ عفوودرگزر کی خو اپنانے سے بے عزتی و سبکی کا تصور دل میں آتا ہے' جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے اللہ تعالیٰ عفو سے اس کی عزت کو بتقاضائے ارشاد صلی اللہ علیہ وسلم **وما زاد اللہ بعفو الا عزا**' مزید بڑھا دیتا ہے' عفو کی برکت سے لوگوں اور دشمنوں کے دلوں میں عفو کرنے والے کی عزت بڑھ جا کر دشمن اور زیادتی کرنے والا اپنے غلط عمل پر پشیمان ہو جائے گا' اور اسی درگزر اور معافی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ بدوعرب جو کہ اپنے وقت کے بڑے راہزن تھے' مکارم اخلاق پر عمل کرنے کے بعد اپنے وقت کے بڑے بڑے رہنما و مقتدی بن گئے۔

رب کائنات ہمیں عفوودرگزر کے اوصاف حسنہ سے مالا مال فرما کر ہمیں باہمی عناد و اختلافات سے محفوظ فرماویں۔

آمین

تواضع وعبدیت

تواضعِ نبویؐ کی ایک جھلک' خلفاءِ راشدین کی تواضع کا ایک نمونہ' سلف صالحین کے عجز وانکساری کے دلچسپ امثال

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وما تواضع احدلله الارفعه الله (مسلم)

گزشتہ جمعات میں بیان کی گئی حدیث کے آخری حصہ تواضع کی فضیلت اور اس پر مرتب ہونے والے درجات کا بیان ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاجدار دو عالم اور سید الکائنات ہونے کے باوجود تواضع اور فروتنی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی' لوگ دور دور سے ان کے مبارک نام وعظمت کا سن کر ملاقات کے لئے جب آتے تو ان کا تصور یہ ہوتا کہ حضور بھی دنیاوی ملوک وسلاطین اور امراء کی طرح خصوصی مسند پر امتیازی حالات میں دنیاوی ٹھاٹ باٹ سے جلوہ افروز ہوں گے۔ مگر جب آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑتی تو وہ انتہائی عاجزانہ اور فقیرانہ انداز میں انکساری سے ایک معمولی چٹائی پر تشریف فرما ہوتے تو آنے والوں کے بدن ہیبت سے کانپ اٹھتے۔

تواضع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال

ایک گھڑی وہ بھی ان کی حیات طیبہ میں آ پہنچی کہ پورے اسلام کے مرکز ومرجع خانہ کعبہ ادامھا اللہ عزاً و شرفاً کی فتح کے بعد فاتحانہ انداز میں داخل ہورہے ہیں' ہزاروں جانثار صحابہؓ ساتھ ہیں۔مکہ مکرمہ میں دخول کا تاریخی موقع ہے۔یہ اتنا بڑا کارنامہ اور خوشی کا مقام کہ اس پر جتنی خوشی کی جاتی کم تھی' مگر قربان جایئے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تواضع وانکساری وحد درجہ حیا کی وجہ سے چہرہ اقدس کو اونٹ کی کوہان پر رکھ دیا ہے اہل مکہ نے قیام ومیزبانی کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ جگہوں کا انتخاب کیا کہ اس میں قیام فرمالیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تواضع ان پُرعیش جگہوں میں رہنے کی بجائے فتح مکہ سے قبل اپنے رفقاء سمیت جہاں تین سال بے کسی و بے بسی کے عالم قید میں گزارے وہاں رہنے کو ترجیح دی' تا کہ ابتدائے زمانہ تنگی وعسرت یادرہے کہیں تکبر وغرور کا تصور دل میں نہ آئے۔

ایازقدرخودبشناس

ایاز ومحمود کے تعلق وواقعات کبھی کبھی آپ کو مختلف موضوعات کے سلسلہ میں سنا تا رہتا ہوں کہ محمود غزنوی جیسے انسان شناس ولی اللہ بادشاہ نے جب ایاز کے اندر کے کمالات' تواضع و انکساری ودیگر خصوصیات کا اندازہ کر کے مخصوص مقام اور خلعت فاخرہ سے نوازا جس پر کبھی کبھی محمود غزنوی کے بعض مقربین بھی حسد کرنے لگ جاتے۔محمود کی ایک غلام سے اتنی محبت اور قرب پر ان کو تعجب بھی ہوتا۔بادشاہ نے حاسدین اور تعجب کرنے والوں کی تسلی وتشفی کے لئے سب کو لے کر اچانک ایاز کی آرامگاہ پر چھاپہ مارا۔سب نے دیکھا کہ ایاز نے دربار کے برخاست ہونے کے بعد اپنے شاہی تاج اور قیمتی لباس کو اتارا ہوا ہے اور ٹاٹ کا بنا ہوا مزدوری والا سابقہ لباس پہن کر آئینہ کے سامنے کھڑے اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں ''ایاز قدرِخود رابشناس''یعنی ایاز کہیں وزرات وامارت اور شاہی لباس وتاج کے زعم میں اپنے اصل کو بھلا کر تواضع وانکساری کے دامن کو چھوڑ نہ دے'وزراءوایاز سے حسد کرنے والوں کو اندازہ ہوا کہ ایاز

اپنے اس پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے اس مرتبہ ورتبہ کا اہل ہے جو اسے محمود نے دیا ہوا ہے۔

تواضع کی ترغیب حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

حضرت عمرؓ نے سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے ذریعہ صفتِ تواضع کو اختیار کرنے کے سلسلہ میں ایک اہم حدیث ذکر فرمائی۔

عن عمرؓ قال وهو على المنبر يا ايها الناس تواضعوا فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تواضع لله رفعه الله فهو فى نفسه صغير و فى اعين الناس عظيم و من تكبر وضعه الله فهو فى اعين الناس صغير وفى نفسه كبير حتى لهو اهون عليهم من كلب او خنزير. (رواه البيهقى)

"حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! تواضع و انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' فرمارہے تھے: کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے لوگوں کے ساتھ فروتنی وتواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر، لیکن لوگوں کی نظر میں بلند مرتبہ ہوتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر وغرور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو گرادیتا ہے۔ وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر، لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے' یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

وجہ یہ کہ متکبر اور مغرور آدمی اگر خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کے سامنے بھی اپنے رعب و دبدبہ سے اپنے آپ کو باعزت اور بڑا پیش کرتا ہے' مگر درحقیقت وہ خدا کے نزدیک بھی ذلیل و کمینہ اور حقیر ہوتا ہے' اور لوگوں کی نظروں میں بھی انتہائی کمزور بے وقعت ہوتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع و عاجزی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنے آپ کو حقیر و معمولی سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو بے وقعت و کمتر ظاہر کر رہا ہے' مگر خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ بے حد بلند ہو کر لوگوں کی نظروں میں بھی اس کی عزت و وقعت میں اضافہ ہوتا ہے۔

کبریائی خدا کا خاصہ ہے

متکبر کو پستی اور ذلت کی طرف دھکیلنے اور متواضع کے درجات کو بڑھانے کی وجہ یہی ہے کہ تکبر اور بڑھائی اللہ کی خاصیت اور اسی کے ساتھ خاص ہے۔ارشاد باری ہے "وربک فکبر" اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کیا کر۔دن رات میں نمازی کئی بار اللہ اکبر کا ورد کر کے اللہ کی کبریائی کا اعتراف کرتا ہے' خود ارشاد ہے "الکبریاء ردائی" کہ بزرگی اور بڑھائی میری چادر ہے جو اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے' اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینک دوں گا۔شیطان نے غرور ونخوت میں آ کر نافرمانی کے بعد کہا کہ اللہ قیامت تک مجھے زندہ رکھ تا کہ آپ کی اطاعت گزار بندوں کو راہ راست سے بھٹکا سکوں۔اللہ کرم والا ہے' کافر و فاسق اور مسلمان کسی کی درخواست و دعا کو قبول کر لیتا ہے' اسے قیامت تک مہلت دی' اور اسی غرور وتکبر کی وجہ سے تا قیامت وہ ذلیل و خوار ہو کر اہل دین مرد وعورت بڑے چھوٹے اسے من الشیطٰن الرجیم اور دیگر کلمات کے ذریعہ لعن وطعن کا مورد ٹھہراتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تواضع

اس کے مقابلے میں آدم علیہ السلام کا مقام دیکھئے کہ غیر ارادی کوتاہی کی صورت میں سرزنش ہونے پر فوراً تواضع کا اظہار فرما کر ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخٰسرین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سرتسلیم خم کر کے ابوالبشر اور کئی بہترین القابات وانعامات سے نوازے جاتے ہیں اور تا قیامت ہر مسلمان حضرت آدم کا نام لیتے یا سنتے ہی علیہ السلام کی مبارک دعوات سے احتراماً سر کو جھکا دیتا ہے۔

تواضعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

اور پھر اپنے محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع وانکساری کے واقعات اور حالات سے تو ان کی سیرت مطہرہ بھری پڑی ہے' احادیث کا مطالعہ کرنے والوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں کہ یا اللہ ایک ایسی شخصیت جس کی بعثت کی خاطر پوری کائنات کو تخلیق کیا گیا اس دور کے

بڑے بڑے فرعون و قارون کے وارث بھی اس کے نام سے کانپتے تھے اور حیوانات کے خطرناک ترین جانور بھی اس کے فرمانبردار ہو جاتے اور وہ خود تواضع و انکساری کے کس مقام پر فائز تھے' کہ راستے پر چلتے ہوئے انتہائی تواضع سے جھک کر چلتے تھے۔ باوجود بے شمار فتوحات و اموال و غنائم کے کپڑوں میں پیوند لگا کر استعمال کرتے' کبھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی میسر نہ آیا' راہ چلتے ہوئے اپنے دو ساتھیوں سے بھی آگے ہو کر نہ چلے' مجلس میں آ کر سب سے آخر میں اگر بیٹھنے کی جگہ میسر آتی وہیں تشریف فرما ہوئے۔

حضرت عائشہؓ کے ارشاد کے مطابق محبوبِ کبریاء، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام کرنے کا بستر چمڑے کا جو کہ کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا۔ زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ سے کسی نے آپ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کا پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ کیسا تھا؟ انہوں نے کہا' ایک ٹاٹ تھا' جس کو دوہرا کر کے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال آیا کہ اگر اس کو چوہڑا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا میں نے دوہرے کا دوہرا کر کے بچھا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی میں نے عرض کیا وہی روزمرہ کا بسترہ تھا ذرا اور بھی ڈبل کر دیا تا کہ زیادہ نرم ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو پہلے ہی حال پر رہنے دیا جائے اسکی نرمی مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم لکڑیاں اکٹھی کرتے ہیں

اس عظیم المرتبت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع و انکساری کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زیادہ ہیں جن کا ذکر کثیر خطبات میں بھی ممکن نہیں۔ تاہم بطور نمونہ چند ذکر کر دیئے ان کی تواضع کا تعلق صرف اپنی ذات اقدس تک محدود نہیں بلکہ سفر و حضر میں بھی اپنے ساتھیوں پر کبھی بھی اپنے برتر ہونے کا اظہار نہیں فرمایا حتیٰ کہ ایک سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا کام تقسیم فرما لیا ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا' دوسرے نے

کھال اتارنا۔ تیسرے نے پکانا۔ ازراہ احترام وعقیدت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کام سے مستثنیٰ کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: کہ پکانے کیلئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے' صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام ہم خود کرلینگے' سرورِکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ خوشی سے کرلو گے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع اور ساتھیوں میں مَیں ممتاز ہوں اور اللہ جل جلالہ کو بھی انسان کی یہ ادا پسند نہیں۔

ہماری حالتِ زار

اب ہم اپنے آپ اور اپنے اردگرد مسلمانی کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت پر اگر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ وہ مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بارے میں ارشاد حق تعالیٰ ہے کہ **لقد کان لکم فی رسول الله اسوہ حسنة** ہم صرف اس وصف تواضع میں کس حد تک اس کا اتباع کررہے ہیں۔ اگر کسی مسلمان کے پاس فقر وفاقہ اور غربت کے بعد معمولی سی دولت بھی ہاتھ آئے یا اس دنیائے فانی کے اقتدار کا حقیر عہدہ بھی مل جائے تو اپنے سے کمتر کو انسان کی نظر سے دیکھنے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ اور اپنے گزشتہ حالات کو بھول کر تکبر وغرور کی وہ صورت اختیار کرجاتے ہیں کہ فرعون وقارون کی رعونت بھی ہمارے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود منکسر المزاجی کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد روئے زمین پر مقدس ترین مخلوق یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم کی بھی ایسی تربیت فرمائی کہ اپنے محبوب رہنما کے تمام اوصاف کو اپنانے کے ساتھ ساتھ ہر ایک تواضع وانکساری کے بھی ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہوا۔

خلافت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا سب سے پہلا اعلان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہتر وافضل مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جب تمام صحابہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے

دست مبارک پر بیعت کر لی تو آپ نے ازراہِ تواضع منبر پر بیٹھ کر فرمایا اے لوگو: مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے، میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھے کام کروں تو تم میری امداد کرنا اور اگر میں کوئی غلطی کروں تو تم میری اصلاح کر دینا۔ لوگو! جب تک میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کرنے لگوں تو ہرگز میری اطاعت نہ کرنا۔

شانِ صدیق اکبرؓ

وہ ابوبکرؓ جن کے بارے میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

لو کنت متخذا خليلاً لاتخذت ابابکر خليلاً ولکنّه' اخی و صا حبی وقدا تخذ الله صاحبکم خليلاً (رواہ مسلم)

''یعنی اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر ہی کو دوست بناتا تاہم ابوبکرؓ میرے بھائی اور میرے رفیق وساتھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صاحب کو (یعنی مجھ کو) اللہ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔''

ابوبکر کے مقامِ امامت کے بارے میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنئے:

عن عائشۃؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاينبغى لقوم فيها ابوبکر أن يؤمهم غيره (رواہ ترمذی)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم و جماعت میں ابوبکرؓ موجود ہوں ان کیلئے موزوں نہیں ہے کہ اس کی امامت ابوبکرؓ کے علاوہ کوئی اور شخص کرے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں اپنے یارِ غار کے مقام و مرتبہ کو دیکھئے جس کے باوجود عجز و انکساری کا یہ حال ہے کہ صحابہؓ کے سامنے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ''میں تم سے بہتر نہیں ہوں''۔

خلافت کے بعد حضرت عمرؓ کا پہلا خطاب

امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شانِ جلالت ملاحظہ فرماویں، کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کاارشاد ہے: کہ اگر میرے بعد نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری رہتا تو میرے بعد حضرت عمرؓ ہی نبوت کی خلعت سے سرفراز ہوتے یہی نہیں بلکہ عمر فاروق کا مقام ومرتبہ بے شمار احادیث میں انتہائی عزوافتخار کے ساتھ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمایا ہے اور تواضع کی حالت یہ ہے کہ خلیفہ ہوتے ہی عام اجازت دی کہ میری جو بات قابل اعتراض ہو سرِ بازار مجھے ٹوک دیا جائے۔ آپ کی طرف سے اعلان عام کیا گیا احب الناس الی من رفع عیوبی یعنی سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کروں گا جو میرے عیبوں پر مجھے اطلاع دے۔ خلیفہ بننے کے بعد منبر پر چڑھنے لگے تو منبر کے اس زینہ پر بیٹھے جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ پاؤں رکھتے تھے لوگوں نے نیچے بیٹھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میرے لئے یہی کافی ہے کہ مجھے اس مقام پر جگہ مل جائے جہاں صدیق کے پاؤں رہے ہوں' ابتدائے خلافت میں لوگوں نے آپ کو خلیفہء رسول اللہ کہنا چاہا تو فرمایا میں اس قابل نہیں ہوں اور اپنے لئے امیر المومنین کا لفظ انتخاب فرمایا۔ حاجت مندوں کے لئے وہ حضرت عمرؓ جن کا رعب و دبدبہ سن کر بڑے بڑے حکمران لرزہ براندام ہوتے' بیت المال سے خود غلّے کی بوریاں کندھے پر اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچاتے۔ ملازمین نے ادب واحترام کا لحاظ کرتے ہوئے بوجھ اٹھانے کی پیشکش کی تو فرمایا کہ اپنی ذمہ داری کے لئے روزِ قیامت مجھے ہی جوابدہ ہونا ہے نہ کہ آپ کو۔

بیت المقدس کی فتح کیلئے روانگی

بیت المقدس کو فتح کرنے جا رہے ہیں' کپڑے پھٹے پرانے پہنے ہیں' سواری ایک ہے ساتھ غلام بھی ہے' اونٹنی پر باری باری سواری کر رہے ہیں' ایک مقررہ مقدار تک عمرؓ سوار ہوتے ہیں پھر غلام کے سوار ہونے کی باری آتی ہے' بیت المقدس کے باسی جو زیادہ تر یہود ونصاریٰ تھے، مغلوب ومفتوح ہو کر مسلمانوں کے سپہ سالار ابوعبیدہ ابن الجراح کی قیادت میں استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے ہوئے ہیں، سونے چاندی کے جڑے ہوئے زرق وبرق لباس پہنے ہوئے ہیں' جب استقبال کرنے والوں کے پاس پہنچنے کا وقت آیا اس وقت سواری پر سوار

ہونے کی باری غلام کی تھی' غلام اونٹ پر براجمان ہیں اور حضرت عمر اونٹنی کی مہار پکڑ کر استقبال کنندگان کی طرف بڑھ رہے ہیں بیت المقدس کے فاتح جرنیل ابوعبیدہ نے بڑھ کر بوسیدہ اور میلے کپڑوں کے بدلے نئے کپڑے پیش کر کے پہننے کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے وہ کپڑے رد کر دیے اور فرمایا: **نحن قوم اعزنا الله باالاسلام** یعنی مسلمانوں کو عزت وطاقت اللہ نے اسلام کی بدولت دی۔ عزت کپڑوں، بنگلوں اور زرق برق کپڑوں میں نہیں ہمیں عزت اور فتح اللہ نے اسلام کی برکت سے دی اور پرانے پھٹے کپڑوں میں دی تو ہم کیوں اپنی حالت بدلیں۔

حضرت عمرؓ کو دیکھ کر یہودیوں اور عیسائیوں نے اعتراف کیا کہ ہماری کتابوں میں فاتح بیت المقدس کی جو پیشنگوئیاں دی گئی ہیں فاتح کا جو حلیہ ذکر ہے وہ اُونٹ پر بیٹھے ہوئے شخص پر چسپاں نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کے پوچھنے پر ان کو بتایا گیا کہ مہار پکڑے ہوئے شخص امیر المومنین ہیں۔ محترم حاضرین! ان نفوس قدسیہ کا ایمان تھا کہ اسباب و وسائل کے حد تک اپنے دفاع کیلئے تیاری ضروری ہے مگر اصل فتح و شکست دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اسی پر اعتماد اور اظہار عجز ی رفعت کا ذریعہ ہے۔

موجودہ اربابِ اقتدار اور تکبر نخوت

اپنے دور ہی کے حاکموں اور ارباب اقتدار ہی کو لیجئے کہ فتح تو کیا کہ لہو ولعب کرکٹ و ہاکی جیسے کھیل میں کامیابی کے بعد پوری دنیا کو سر پر اٹھا کر شان وشوکت دکھانے کے لئے ہر قسم کے خرافات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ حضورؐ کے ایسے موقعوں پر کردار کا خیال اور نہ اسلامی اخلاق و شعائر کے پاسداری کی کوئی رعایت۔ اور پھر مجالس میں نکلنے اور ملنے کا انداز بھی ایسا متکبرانہ کہ اپنی اصلیت ہی کو بھول جاتے ہیں' بلکہ ملاقاتیوں کو ملنے کے لئے کئی کئی گھنٹے گرمی وسردی میں صرف اس لئے انتظار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارا معمولی صاحبِ اختیار شخص بھی اپنے زیب وزینت اور ظاہری شکل و صورت کے ڈیل ڈول اور فیشن کی اصلاح میں ہمہ وقت ایسا مصروف رہتا ہے۔ کہ اپنے ملنے والوں کو اپنے مصنوعی تکبر و رعب سے مرعوب کرنے کے لئے ہر غیر انسانی وغیر اسلامی حرکت کو

اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے۔

اپنے اکابر اور بزرگوں کی تاریخ وحالات پر نظر دوڑائیں کہ انہوں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدائی صحابہؓ کی ایک ایک سنت پر کیسے عمل کیا۔

حضرت قاسم نانوتویؒ کی تواضع

دارالعلوم دیوبند جس سے علم وعرفان کی شعاعیں دنیا کے چپے چپے میں پھوٹ رہی ہیں کے بانی اور برصغیر کے مایہ ناز عالم دین مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ازارہ تواضع فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم محمد قاسم اور دیوار میں کوئی فرق نہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

آپ اور ہم سب کے محسن ومربی حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ اکثر خطبوں اور وعظوں میں اپنے اکابر اور شیوخ کی تواضع کے وہ واقعات بیان کرتے رہتے تھے جن کی نظیر دنیا کے بڑے بڑے خودساختہ سکالروں، محققوں اور مصلحوں کے احوال زندگی میں آپ کو کبھی نہیں ملے گی۔

اس منبرومحراب سے قریباً چالیس سال سے زیادہ عرصہ قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کرنے والے والدی ومرشدی برداللہ مضجعہ کے سیرت وکردار سے آپ خوب واقف ہیں کہ عاجزی وانکساری ان کی طبیعت ثانیہ اور لازمی جز بن چکی تھی کہ اگر کسی مجلس میں ان سے کوئی شرعی مسئلہ کا پوچھتے تو مجلس میں موجود معمولی طالب علم کی طرف دیکھ کر پوچھتے کہ آپ کے خیال میں اس پوچھے گئے سوال کا حل کیا ہے خود عالم وفاضل ہوکر بھی اوروں پر اپنے علم کا رعب جمانے کے لئے اپنے علم کا اظہار نہ کرتے۔

اکثر وبیشتر معتقدین کی درخواست دعا پر ازراہ عجز وتواضع فرماتے کہ اللہ کا کرم ہے کہ دعا میں یہ شرط نہ لگائی کہ گنہگار دعا مانگنے کا حقدار نہیں، ورنہ مجھ جیسے گناہ گار کے لئے دعا کا مانگنا ناممکن ہوتا۔ اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے۔ چھوٹے سے چھوٹے ملنے والے مہمان کے لئے

باوجود بے حد نقاہت اور ضعف کے اپنے مسند سے اٹھتے اگر خود کھڑے ہونے کی ہمت نہ ہوتی اور ساتھ بیٹھے ہوئے خدام کو اٹھوانے کی فرمائش کرتے اور صرف اس پر اکتفا نہ کرتے بلکہ ہر مہمان کی رخصتی کے وقت کوشش کرتے کہ گھر یا دارالعلوم کی آخری حد تک خود الوداع کہنے روانہ ہوجاتے۔امیر وغریب اور بڑے چھوٹے کی تمیز سے بے نیاز ہوکر مسجد کے نمازیوں یا محلّہ و گاؤں میں کسی کے مریض ہونے کا معلوم ہوتا تو فوراً اس کی بیمار پرسی کے لئے پہنچ جاتے۔چھوٹے بچے تک کے جنازہ میں جب تک خود شرکت نہ کرتے سکون حاصل نہ ہوتا۔

فرش سے عرش تک

یہی وہ پیغمبری صفات پر کاربند رہنے کا نتیجہ تھا کہ رحیم وکریم ذات نے **من تواضع لله رفعه الله** کے بموجب صحابہ کرام' صلحائے امت' ہمارے اسلاف واکابر بزرگوں کو فرش سے عرش پر پہنچادیا۔وجہ یہ کہ ان کا عقیدہ تھا کہ دیندار وشریف آدمی جس قدر مراتب عالیہ پاتا ہے' اسی رفتار سے اس میں عجز وانکساری اور تواضع کی شان زیادہ پیدا ہوتی ہے اور رذیل شخص جس قدر بڑے رتبہ پر پہنچتا ہے یا دولت حاصل کرتا ہے اتنا ہی اس کی خساست' کمینگی اور ذلت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔جس کی بناء پر دنیا میں بھی لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔اور اللہ کے وصف کبریائی اور بڑائی میں اس کے ساتھ برابری کا اظہار کرکے اپنی آخرت کو بھی خراب کردیتا ہے۔ مختلف مواعظ میں آپ حضرات کو قرآنی آیات کی روشنی میں فرعون وقارون اور ہامان کی دنیوی امارت وسرداری اور دولتمندی کے واقعات اور وقتی اور عارضی جاہ وجلال پر ان کے تکبر وسرکشی کے بعد دنیوی واخروی ذلت وتباہی کے حالات بیان کرچکا ہوں۔

اللہ جل جلالہ' ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

زبان کی حفاظت
اصلاحِ انقلاب امت کا پیش خیمہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد :فاعوذباالله من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال الله عزوجل یاایھاا لذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیداً☆ یصلح لکم اعمالکم و یغفرلکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما☆ (سورۃ احزاب)

''اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور کہو سیدھی بات کہ درست کردے تمہارے گناہ کو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول کے کہنے پر عمل پیرا ہوا اس نے بڑی کامیابی حاصل کی''

اُمت کی اصلاح کا بیش بہا نسخہ

محترم سامعین! قرآن کریم کی یہ دو آیات جو میں نے تلاوت کیں الفاظ کے لحاظ سے اگرچہ مختصر، مگر امت کے ہر فرد کی انفرادی و اجتماعی اصلاح کے لئے اس میں بیش بہا نسخہ بیان فرمایا گیا۔

اس سے پہلے آیت یعنی **یاایھا الذین امنوا لا تکونوا کاالذین اذوا موسیٰ** الخ میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم اپنے پیغمبر کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ وسلوک نہ کرنا جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کیا کہ حضرت موسیٰؑ کو انہوں نے قسم قسم کی

اذیتیں پہنچائیں، جھوٹے الزامات لگائے، ان کا تمسخر اڑایا۔ ان کے برص و دیگر امراض میں مبتلا ہونے کے پراپیگنڈے کئے۔ ان کے خرافات والزامات سے اگرچہ موسیٰؑ کی شان و مرتبہ میں کچھ کمی نہ آئی کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندے اور رسول تھے بلکہ الزام تراش نے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ کیا اور کہیں کے نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی برأت ظاہر فرمادی اور ان کا صحیح و سالم ہونا تمام دنیا پر واضح کردیا۔

ربّ العزت موسیٰؑ کی برات فرمانے کے بعد امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے والوں نے موسیٰؑ کے قوم کی طرح تم اپنے پیغمبر کی مخالفت کر کے ان کو ایذا مت دینا۔ بلکہ اپنی تمام زندگیوں کو اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق گزارتے رہنا۔ موسیٰؑ کو جس نے ایذا پہنچانے کا اشارہ مذکورہ آیت میں کیا گیا اس کا بیان خود محمد صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اور طریقوں سے بنی اسرائیل کا اپنے نبی کو تکالیف دینے کے ساتھ ساتھ سب سے بڑے جرم کا ارتکاب انہوں نے یہ کیا کہ زبانی کلام کے ذریعہ جھوٹے الزامات اور بے سروپا عیوب آپؑ پر لگاتے، تو بطور خاص ربّ العزت نے مسلمانوں کو ہدایت فرمادی کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھ کر بری باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو اور خاص کر کلام و گفتار میں شدت احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے، جو بات بھی کرنی ہو، سچی، سیدھی اور حق پر مبنی ہونی چاہیے، کسی موقع پر اعتدال کی راہ کو نہ چھوڑا جائے۔

قولِ سدید کی تشریح

آیت کریمہ میں قولِ سدید کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کلام دو قسم کا ہے ایک سدید اور دوسرا غیر سدید، سدید وہ کلام جو حقیقت کے عین مطابق ہو اور ٹھوس و صحیح دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے اور غیر سدید وہ کلام جس میں حقیقت کو ملحوظ خاطر نہ لایا جائے، اس کی بنیاد ظن، گمان رائے زنی پر ہوتی ہے اسی وجہ سے مفسرین نے کلام سدید کو مومنانہ کلام اور کلام غیر سدید کو منافقانہ کلام کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ اسی منافقانہ طرز کلام سے بچنے کی دعوت دے کر حق تعالیٰ

بنی نوع انسان کوفلاح ونجات کا راستہ بتلا رہے ہیں اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی لسان و کلام کی لغزشوں پر بار ہا امت کو تنبیہ کر کے خود بھی اپنے کلام ولسان کو قابو میں رکھا۔

زبان کی حفاظت

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان کو قابو میں رکھنے کے بارے میں فرمان ہے۔

عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لایلقی لھا بالایرفع اللہ بھا درجات وان العبد لیتکلم باالکلمۃ من سخط اللہ لایلقی لھا بالایھوی بھافی جھنم (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالتا ہے جسمیں حق تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے، اگرچہ بولنے والا اسکی اہمیت کونہیں جانتا، لیکن اللہ تعالیٰ اسکے سبب سے اسکے درجات بلند کردیتا ہے اسی طرح جب بندہ ایسی غیر مناسب بات زبان سے نکالتا ہے جواللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہے، تو اگرچہ وہ بندہ اس بات کی اہمیت سے ناواقف ہوتا ہے لیکن وہ بندہ اس بات کے سبب سے دوزخ میں گر جاتا ہے

ارشادِ گرامی کا خلاصہ

ارشادِ گرامی کا خلاصہ یہ نکلا کہ اپنے قول وزبان کو قابو میں رکھ کر منہ سے نکالی ہوئی کسی بات کو بھی غیر یا کم اہم نہ سمجھو۔ بعض اوقات انسان اپنے قول کی قدر واہمیت سے واقف نہیں ہوتا اپنی بات کو نہایت معمولی درجہ کی بات سمجھ جاتا ہے، مگر عنداللہ وہ بات اس کی نجات مقبولیت اور درجات کی بلندی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور کبھی اپنی بات کو معمولی سمجھ کر اس کو زبان سے نکالنے میں کوئی عار و باک محسوس نہیں کرتا لیکن حقیقت میں وہ بات انجام کے اعتبار سے اتنی خطرناک ہوتی ہے کہ وہ اس کیلئے جہنم میں رسائی کا باعث بن جاتی ہے۔

زبان پر قابو

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

عن عقبة بن عامرؓ قال لقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت ماالنجاة فقال' املک علیک لسانک و لیسعک بیتک وابک علی خطیئتک. (رواہ الترمذی)

عقبۃ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلمسے ملاقات کر کے عرض کیا کہ مجھے بتائیے کہ دنیااور آخرت میں نجات کا ذریعہ کیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھوتمہارا گھر تمہارے لئے کافی ہواور اپنے گناہوں پر خوب روؤ۔

یعنی اپنی زبان کو ایسی چیزوں اور باتوں سے محفوظ رکھو جن میں خیر و بھلائی نہیں دوسروں کے عیوب ونقائص تلاش کرنے کی بجائے اپنے دین کے معاملہ میں محتاط اور پرہیز گار رہو اور اپنے احوال پر نظر رکھ کر اپنی برائیوں کا محاسبہ کرو۔ یہی زبان وکلام انسان کو کامیابیوں کے نقطہ عروج تک بھی پہنچا دیتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے بارہا دنیوی واخروی ذلتوں اور رسوائیوں کا سامنا کرنا بھی پڑ جاتا ہے اسی وجہ سے صاحبِ کونین صلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا:

عن ابی سعیدؓ رفعه قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلها تکفرو اللسان فتقول اتق الله فینا فانا نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا . (رواہ الترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلمسے بطریق مرفوع روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: کہ جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کے ساتھ التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں' ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر' کیونکہ ہمارا دارومدار تجھ پر ہے۔ اگر تو (زبان) سیدھی ودرست رہے گی تو ہم بھی صحیح وسالم' اگر ٹیڑھی اور کجی کی راہ پر رہی' تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔

زبان دل کی بھی ترجمان ہے

اصل میں پورے جسم واعضا' کا بادشاہ وسردار تو دل ہے' مگر دل کا ترجمان ونائب زبان ہے' دل میں جو تصور وخیال پیدا ہو زبان اس کا اظہار کر کے باقی اعضا' جسم اس پر عمل کرتے ہیں' تو جیسے دل کے صحیح وسالم ہونے سے پورا جسم صحیح وسالم کہلاتا ہے' اسی طرح زبان وکلام کی درستگی سے جسم کے باقی تمام اعضا' ہر قسم کی آفات ومصائب سے محفوظ رہتے ہیں' مرشد عالم صلی اللہ علیہ وسلمنے فتنوں کی جڑ زبان کو قرار دے کر اس فتنے سے بچنے کی ہدایت بارہا فرمائی۔

عن سفیان بن عبداللہ الثقفیؓ قال قلت یارسول اللہ ماتخاف علی قال فاخذ بلسان نفسه وقال هذا. (رواہ الترمذی)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ میرے بارے میں جن اشیاء سے ڈرتے ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک چیز کون سی ہے۔ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا: کہ یہ چیز یعنی تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ خطرہ اس زبان سے لگتا ہے کہ گناہ کی اکثر باتیں اس سے صادر ہوتی ہیں لیکن تم زبان کے اس خطرناک فتنہ سے بچو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پر کنٹرول کر کے امت کو ایک قابل عمل اور ہزاروں گناہ ومصائب سے بچنے کا راستہ دکھلایا' حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ بیان کرتے ہوئے گویا ہیں **ولایتکلم الافیمارجا ثوابه** کہ آپ صرف وہی کلام فرماتے جو باعث اجر وثواب ہوتا۔

لایعنی امور سے احتراز

کسی شخص کے بہترین مسلمان ہونے کی جو خوبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہ یہ کہ **من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه** کہ بیکار اور بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا کہ دوسروں کی غیبت یعنی عیوب کو تلاش کرنا اگر گناہ کے زمرہ میں نہیں آتا تو بھی بے مقصد اور بے کار عمل ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے۔ بعض دوستوں کو بیماری یہی ہوتی

ہے کہ وہ ہمہ وقت اوروں کی غیبت اور ٹوہ میں لگے رہتے ہیں اور سارا وقت اپنی زبان کو اسی بے مقصد کلام میں استعمال کر کے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مصداق بنتے جاتے ہیں۔ جس کی سخت ترین الفاظ میں مذمت قرآن وحدیث میں بیان ہو چکی ہے۔

ہم ہی میں اکثر وبیشتر اپنے آپ کو بڑے بڑے عالم اور سمجھدار کہلوانے والے زبان کے اس بے محل دباؤ میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنی پوری کی پوری محفل ومجلس صحابہ کرامؓ، اکابرین امت اور بزرگان ملت کے شان میں ایسے لغو وفضول تحقیق وگفتار میں گزار دیتے ہیں جس کا نہ دین سے کوئی تعلق واسطہ اور نہ آخرت کی فوز وفلاح کا دارومدار۔ حالانکہ یہ ایسے موضوعات ہوتے ہیں جن میں رائے زنی کی گنجائش ہے اور نہ بے ضرورت تفتیش کی' ایسے مسائل کی بجائے اگر قوت گویائی کے اس اہم ہتھیار کو دین کے بنیادی واہم امور کی طرف موڑ کر اصلاح امت کے کام میں استعمال کیا جائے' تو اس سے وہ کام لیا جاسکتا ہے جو اور کسی طاقتور سے طاقتور ہتھیار سے بھی نہیں لیا جاسکتا۔

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

آج ہمارا حال یہ ہے کہ گھر گھر بے دینی کی لہر زوروں پر ہے' انفرادی واجتماعی معاشرہ شریعت وشرعی احکام سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ پورا ڈھانچہ ہی غیر اسلامی وغیر اخلاقی مخرب اخلاق رسیوں میں جکڑا ہوا ہے' شعائر دین کا سرِ عام مادر پدر آزادی کے نام پر مذاق اڑایا جا رہا ہے' انبیاؑ وصحابہؓ تک کو معاف نہیں کیا جا رہا ہے مگر ہماری زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں' منہ سے ایک جملہ بھی اصلاح حال کی خاطر کارِ خیر سمجھ کر نہیں نکالا جا رہا ہے زیادہ سے زیادہ ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' کے مصداق یہ کہہ کر اپنے ذمہ داری سے جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے ''کہ ہر کسی کو اپنی اپنی قبر میں رہ کر اپنے اپنے کئے کی جوابدہی کرنی ہے''

مسلمان تباہی کے دہانے پر

تو ہاں اس زبان وکلام کے بے محل استعمال کے سلسلہ میں غیبت جیسے خطرناک گناہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ ہماری کوئی مجلس' اٹھنا بیٹھنا اس سے خالی نہیں' اکثر وبیشتر میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ اس گناہ

کے سلسلہ میں ہم اس حد تک گر کر پستی کی طرف جا چکے ہیں کہ اتفاق سے اگر کہیں تین قریبی دوست بیٹھے ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو اپنی کسی اہم حاجت کے پیش نظر اس نشست سے اٹھنا بھی ہو اس خوف سے کہ میرے اٹھتے ہی یہ بقیہ میرا پوسٹ مارٹم شروع کردیں گے اور اگلا پچھلا سارا شجرہ نسب تار تار کردینگے، نہیں اٹھتا، آخر مسلمان اور خود کو جنت کے ٹھیکیدار کہلوانے کے باوجود ہم کیوں اس تیزی سے گمراہی کے گڑھے اور تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم میں اکثر دوستوں کے اذہان اتنے پست ہوگئے ہیں کہ اپنے عیوب کی طرف دیکھ کر انکی اصلاح کی بجائے اپنے ہی حقیقی و دینی بھائیوں کی رسوائی پر تلے ہوئے ہیں

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ارشاد

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے زبان کے اس سب سے بڑے گناہ غیبت کے بارے میں غیبت کرنے والے سے ایک اہم سوال فرمایا ہے کہ جس کی برائی بیان کی جارہی ہے' آیا بیان کرنے والے کا مقصد اس شخص کی اصلاح کا خواہشمند ہونا ہے' یا اس کی بدنامی کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے اگر اصلاح کرنے کا ارادہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ کبھی شفقت اور نرمی سے اس کو اپنے فعل بد پر خبردار کر کے تنہائی میں اس کی درستگی کی کوشش نہ کی' اور اگر یہ نہ ہوسکا تو پھر ظاہر ہے کہ لوگوں کے درمیان کسی کی برائی کا ذکر کرنا قطعاً اصلاح اور درستی کے ارادہ سے نہیں بلکہ معاشرہ میں بدنام کرنا ہی مقصد بیان ہے۔

رابعہ بصریہؒ کا معمول

اسلام کی عظیم و نامور نسوانی ہستیوں میں سے حضرت رابعہ بصریہؒ جیسی عظیم المرتبت و نیک ہستی کا نام آپ نے بارہا سنا ہوگا جن کے بارے میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اپنے کلام و زبان کو کبھی شیطان کی برائی بیان کرنے میں بھی استعمال نہ فرمائی تھی' اور وجہ بیان کرتیں کہ جتنی دیر اس بے مقصد اور لاحاصل کام میں قوت گویائی کو صرف کرنا ہے کیوں نا اتنی دیر تک اپنے خالق حقیقی اور منعم ازلی کا ذکر کر کے حیات ابدی میں سرخروئی حاصل کروں۔

غیبت زنا سے بدتر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الغیبة اشد من الزنا گناہ کے اعتبار سے غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، عام طور سے غیبت دو قسم کے لوگوں کی کی جاتی ہے، ایک تو ایسے افراد کی غیبت جو حقیقت میں برے اور مذمت کے قابل ہیں، ان پڑھ اور جاہل لوگ جو دین کے مسائل سے نا آشنا ہوتے ہیں وہ اسی قسم کی غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں، اور دوم قسم غیبت کسی کی نیکیوں کو برا کہنا، بدقسمتی سے جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، کہ بڑے دانا وسمجھدار اور علم کے زیور سے آراستہ لوگ اس دوسری قسم کی غیبت میں مبتلا ہیں، ان کے سامنے مجلس میں اگر انہی کے ہم پیشہ یعنی عالم و فاضل کا ذکر کیا جائے تو اس کے مرتبہ اور مقام کو کم کرنے کے لئے اس میں ہزاروں نقص اور عیوب نکالنے کی کوشش شروع کر دیتے ہے۔

زبان کی بے احتیاطی کی مضرتیں

اگر ہم اپنے گناہوں پر انصاف سے غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اکثر وبیشتر معاصی ودین ودنیا کی تباہی کا سبب بدزبانی وبدکلامی ہی ہے، کئی دفعہ زبان سے غیر مناسب بات نکل کر انتہائی قریب عزیزوں اور دوستوں کے درمیان دشمنی وفساد کا ذریعہ بن جاتی ہے جسکے نتیجہ میں آپ کو تو علم ہی ہے کہ ہمارے پختون، معاشرہ میں جہالت اور بے علمی کی وجہ سے قتل وقتال کا سلسلہ شروع ہو کر کئی پشتوں تک جاری رہتا ہے، گویا دین ودنیا کے اختلاف وفساد کی جڑ یہی زبان ہی ہے، وجہ یہ کہ انسانی بدن اور اعضاء کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں، ہاتھ پاؤں کے ذریعہ کام کرنے سے ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ یہ دونوں اعضاء تھک ودرماندہ ہو کر جواب دے جاتے ہیں، درد والم کا احساس ہو جاتا ہے، دماغ کو زیادہ استعمال میں لانے کی وجہ سے یہ بھی ایک مرحلہ پر اپنی ڈیوٹی کی ادائیگی سے قاصر ہو جاتا ہے، یہی حال اور اعضاء انسانی کا بھی ہے اگر تھکاوٹ نام کی شئی سے واقف نہیں تو وہ صرف زبان ہی ہے جو ہر وقت قینچی اور درانتی کی طرح چل کر جائز وناجائز کی تمیز ہی نہیں کرتی۔

زبان سبب افتراق وانتشار

اپنے مسلم معاشرہ پر نظر دوڑائیں‘ ہر جگہ افتراق وانتشار کا دوردورہ ہے‘ گھر گھر دشمنی اور نفرتوں کا سیلاب اُمڈ آیا ہے‘ اپنے پرائے اور بڑے چھوٹے کی تمیز ختم‘ فرق مراتب احترام وترحم ناپید ہے‘ قبیلہ قبیلہ سے متنفر، فرد فرد سے اور جماعت جماعت سے گریزاں‘ صبح وشام اتحاد واتفاق کا درس دئے جارہے ہیں‘ خطباء وواعظین حضرات کا کوئی خطبہ ووعظ بھی افتراق واختلاف سے بچنے اور اتفاق پر عمل کی تلقین سے خالی نہیں‘ پھر بھی اتحاد واتفاق کی بجائے انتشار کی طرف مسلمان بڑھ رہے ہیں‘ اس کی سب سے بڑی وجہ زبان و کلام کی بے احتیاطی‘ یہ تمام کارستانیاں اسی زبان ہی کی ہیں۔ کسی بات کو معمولی سمجھ کر بے احتیاطی کے ساتھ بولنے سے وہ اختلاف پیدا ہوجاتے ہیں کہ جس کے سامنے پھر بڑے سے بڑا بند بھی نہیں باندھا جاسکتا اور انفرادی اور اجتماعی اتحاد کا پورا شیرازہ ہی بکھر جاتا ہے۔

پہلے تول پھر بول

بات کہاں سے کہاں جاپہنچی بہرحال پورے وعظ وابتدا میں بیان کردہ آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تول اور پھر بول کے مقولہ پر عمل کیا جائے تو آخرت کے خسارہ اور دنیا کے مصائب میں مبتلا ہونے والی ہزاروں تکالیف سے بچا جاسکتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ اللہ کا خوف دل میں پیدا کر کے سیدھی اور درست بات کہنے کی خاصیت یہ ہے کہ ایسے شخص کو بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت حاصل کرنے والے اعمال کی توفیق اللہ نصیب فرما کر اس کی برکت سے کئی گناہ دھل جاتے ہیں...... یہ دنیوی واخروی فوز وفلاح کا حصول تب ممکن ہوگا کہ قلوب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا جذبہ موجزن ہو کیونکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں حقیقی ودائمی کامیابی کا راز مضمر ہے جس کسی نے اس اہم اور لازمی راہ کو اختیار کیا وہ ہر موڑ پر کامیاب رہا۔

اللہ جل مجدہٗ ہم سب کو اپنے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار بنا کر ہر قدم پر ان کی تابعداری سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔

دعوت وتبلیغ
کی فضیلت اہمیت اور تقاضے

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد: فاعوذ باﷲ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمان الرحیم . کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون باالمعروف وتنھون عن المنکر (ال عمران)

''تم (اے امت محمد) بہترین امت ہو جو پیدا کی گئی لوگوں کی اصلاح کیلئے۔ تم لوگ نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے ہو''

عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم لیستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان . (رواہ مسلم)

''حضرت ابوسعید خدریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں جو کوئی کسی کا شریعت کے خلاف امر دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس کی برائی کو ہاتھ سے روک دے اور اگر وہ ہاتھ یعنی طاقت سے روک دینے پر قادر نہ ہو تو زبان کے ذریعے روک دے اگر اس کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو پھر کم ازکم دل کے ذریعہ تو اس کو برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''

تمہید

آج میں نے آپ کی توجہ مسلمانوں کے ایک اہم فریضہ جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے پکارا جاتا ہے کی طرف مبذول کرنے کے لئے سورۃ ال عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ تلاوت کر کے اس کی وضاحت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان بھی بیان کر دیا۔ اس موضوع پر آپ کئی بار بندہ اور کئی واعظین اور خطباء سے سیر حاصل گفتگو سن چکے ہیں مگر یہ اتنا اہم ضروری اور قابل توجہ عنوان ہے جس پر جس قدر بولا جائے کم ہے۔

معیارِفضیلت

ہر مسلمان عالم طفولیت ہی سے یہ تصور لے کر جوانی اور بڑھاپے کی طرف بڑھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی گزشتہ تمام امتوں سے بہترین امتی ہیں، کبھی یہ سوچا ہے کہ وہ کیا خصوصیت ہے کیا امتیازی شان ہے جس کی وجہ سے ہم کو تمام امم سے بہتر امت گردانا گیا؟ ہم شکل وصورت میں گزری ہوئی امتوں سے زیادہ حسین وجمیل ہیں؟ یا ہمارے اعمال وعبادات ان سے زیادہ ہیں؟ یا عمر ودولت میں ہم ان سے سبقت حاصل کریں گے؟ قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ بالا اوصاف معیارِفضیلت وخیریت ہوتے تو ان میں کئی اوصافِ مذکورہ بدرجہ اتم موجود تھے پھر بھی ان کے مقابلہ میں امتِ محمدی کو ہی خیر الامم قرار دیا۔ وہ خاص وصف اور عمل جو اس امت کا طرہ امتیاز ہے اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ یہ تب اس منصب پر فائز ہوں گے کہ وہ اپنے اندر دوسروں کے لئے خیر اور بھلائی پہنچانے کے جذبہ سے معمور اور اس پر شدت سے عمل کرنے والے ہوں۔ ان میں سے ہر فرد خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو غلام، مالدار ہو یا غریب، خوبصورت ہو یا بدصورت، حاکم ہو یا محکوم پر فرض ہے کہ دوسروں کے لئے خیر اور نفع پہنچانے کی غرض سے نیکیوں پر عمل کرنے کی تلقین اور گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیتا رہے۔ تو گویا جب تک اس امت کے لوگ اسی وصف کو جس کی وجہ سے ان کو یہ امتیازی مقام دیا گیا اپناتے رہیں گے خیر الامم کے مصداق رہیں گے، اور اس اہم

فریضہ کو ترک کرنے کی صورت میں گناہوں میں مبتلا لوگوں کے ساتھ ساتھ خود بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

اسلام اور ایمان کا دعویدار ہو کر نیکی کی ترغیب اور بدی سے بچنے کی تلقین نہ کرنے والا خیر امت تو دور کی بات ہے عذاب خداوندی کا سزاوار ہوگا' اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و مطلوب وہ دین و ایمان ہے جو ان دونوں دعوتوں کے ساتھ ہوں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک پر وعیدات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن حذیفة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لتامرن باالمعروف ولتنهون عن المنکر اولیو شکن الله ان یبعث علیکم عذابا من عنده ثم لتدعنه ولا یستجاب لکم (رواہ الترمذی)

''حضرت حذیفہ ؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے تمہیں یقیناً معروفات کی تلقین اور لوگوں کو منکرات سے روکنا ہوگا یا (اگر تم لوگوں نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو) عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر ایسا عذاب نازل فرمادے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ ایک اور مقام پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طویل روایت بیان کرتے ہوئے آپ نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا: کہ اگر تم لوگوں نے امر بالمعروف اور نہی المنکر کو چھوڑ دیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر اس طرح لعنت بھیجے گا جس طرح اس نے یہود کے اوپر لعنت نازل کی' بنی اسرائیل کے اس جرم کی پاداش میں ملنے والی سزا کو حق تعالیٰ نے سورۃ مائدہ میں صراحۃ سے بیان فرمایا:

بنی اسرائیل موجب لعنت ٹھہرے

ارشاد ربانی ہے:

لُعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون☆ کانوا الایتنا ھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون☆

''بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبان پر لعنت بھیجی گئی، وجہ یہ تھی کہ وہ نافرمانیوں کا ارتکاب کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو بدی کے کاموں سے منع نہ کرتے تھے۔ بہت برا تھا وہ کام جس کو وہ کرتے تھے''

وہ قوم بنو اسرائیل جسے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ نعمتوں سے نوازا۔ سینکڑوں پیغمبر انہی میں سے مبعوث ہوئے۔ علماء ان میں لاتعداد، بادشاہت، حکمرانی، اور دولت سے مالا مال رہے، **وفضلنا ھم علی العالمین** ارشادِ حق تعالیٰ کے مطابق اپنے دور اور زمانہ کے اقوام پر فضیلت اور فوقیت عطا کر دی گئی۔

بنی اسرائیل کا جرم اور اس پر ردِعمل

انعامات و احسانات کی کثرت کے باوجود جب دولت و ثروت کے غرور میں مبتلا ہو کر احکام ربانی سے روگردانی شروع کی اپنے مذہب کے قوانین کو توڑ کر اس کا مذاق اڑانے لگ گئے سب سے بڑا فردِ جرم جسے قرآنی الفاظ میں ''**کانوا الایتنا ھو ن عن منکر**'' کے ذریعہ عائد کیا گیا کہ اپنے مجلسوں، اعزہ و اقارب، پڑوس اور اپنے اہل و عیال میں شر و فساد، قتل و قتال، زنا و حرام کاری جیسے جرائم اور معاصی دیکھتے تھے گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو منع کرنا تو دور کی بات خود بھی ان گناہوں میں شامل ہو جاتے۔ یہی وہ جرم تھا جس کے ردِعمل کے طور پر احکم الحاکمین نے اس معزز قوم کو فضیلت و عزت کی بلندی سے اپنے انبیاء کے ذریعہ ان پر نازل شدہ کتب سماوی میں ملعون و مقہور ٹھہرا کر ذلت اور **مغضوب علیھم** کے اندھیروں میں پھینک دیا۔

مسلمانوں کا وجہ انحطاط

مسلمانوں کے انحطاط کی وجہ یہی اہم فریضہ جو کہ تبلیغ دین ہے کو ترک کرنا ہی ہے اپنے بدن سے معاصی کا صدور ہورہا ہے اپنے گھر اور اہل خانہ اور اولاد کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر چشم پوشی کا معاملہ برتا جارہا ہے گویا یہ عقیدہ کہ ہم کو موت کے بعد ہر عمل کا جواب دینا ہوگا بھلا دیا گیا' حالانکہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ ہمارے آئیڈیل ہونے چاہئیں اور ان کے قول وفعل پر عمل کر کے ہی ہم ایک بار پھر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا مقام عزت وعظمت حاصل کرسکتے ہیں نے قدم قدم پر ہمیں داعیِ حق بننے کی تلقین کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا خلاصہ

اور خود بھی و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا

کا مکمل پیکر بن کر تمام زندگی اسی فریضہ کی ادائیگی میں گزار دی۔ آپ کی دعوت کا خلاصہ اور لب لباب مخاطبین کو زندگی کے مقصد اور حقیقت سے خبردار کرنا اور اس زندگی کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا ہی تھا' جب روحِ اقدس قفس عنصری سے پرواز کرنے کا وقت آیا اس وقت بھی امت کو داعی الی اللہ کے فریضہ پر قائم ودائم رکھنے کے لئے خود بھی الصلوۃ وما ملکت ایمانکم کی ترغیب فرما کر اسی دعوت وتبلیغ کی حالت میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔

مبلغ کا فریضہ

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے' کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر موثر اس صورت میں ہے کہ تبلیغ کرنے والا پہلے خود صالح بن کر دوسروں کو نیکی کی راہ دکھلائے' اپنے اکابر اور سلف صالحین کے واقعات اور حالات آپ وقتاً فوقتاً سنتے رہتے ہیں' کہ ایک صالح و باعمل بزرگ کے دل سے نکلے ہوئے ایک جملہ اور وعظ سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سامعین اور مخاطبین کے دلوں کا نقشہ پلٹ کر ہر سامع اپنی جگہ ایک باکردار اور دیندار مصلح بن جاتا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ داعی الی

اللہ دوسروں کو دعوت دینے سے قبل اصلاح کی ابتداء خود اپنے نفس ہی سے کرتے۔ آج ہم جیسے واعظ بڑے اجتماعات کو قرآن وحدیث اور صلحا' کے اقوال واحوال سنا کر صرف لفاظی کے حد تک متاثر اور مسحور تو کروا سکتے ہیں مگر روحانی انقلاب اور اذہان کو احکام الٰہی کی طرف حقیقی طور پر راغب نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم اصلاح کے عمل کا آغاز اپنے آپ سے نہیں کرتے' پہلے اپنا احتساب کر کے ہی دوسرے کو راہ راست پر لایا جاسکتا ہے۔ بھلائی اور نیکی کی باتوں کو جاننا بذات خود ایک بہترین عمل ہے اور پھر دوسروں تک پہونچانا گویا اس بہترین عمل کو مزید نکھارنا ہے' یہ دونوں کام اخروی نجات کا وسیلہ تب بن جائیں گے جب ان پر خود بھی عمل کیا جائے' ورنہ خود عمل نہ کرنے کی صورت میں ثواب تو دور کی بات ہے آخروی تباہی ہی تباہی ہے۔

بے عملوں کا بدترین انجام

ایسے بے عمل شخص کے بدترین انجام اور سزا کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر بیان فرمایا:

عن اسامه بن زیدؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء بالرجل یوم القیامةفیلقی فی النار فتندلق اقتابه فی النار فیطحن فیها کطحن الحمار برحاه فیجتمع اهل النار علیه فیقولون فلان ماشانک الیس کنت تامرنا باالمعروف وتنهانا عن المنکر قال کنت آمرُکم باالمعروف ولا آتیه وانهاکم عن المنکر و آتیه (رواہ بخاری و مسلم)

''حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو پیش کیا جائے گا جس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا آگ میں گرتے ہی اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی وہ انتڑیوں کو اس طرح گھمائے گا جس طرح گدھا چکی کے ذریعہ آٹے پینے کے لئے گھومتا ہے (یعنی اپنی ہی انتڑیوں کو اپنے پاؤں کے نیچے روندتا رہے گا) اس شخص کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے دور کا واقف شناسا فساق وفجار گرد اگرد جمع ہو کر اسے کہیں

گے اے فلاں! تم تو دنیا میں ہمیں نیکیوں کی تعلیم دے کر گناہوں سے بچنے کی تلقین کرتے (پھر تمہارا یہ حال کیونکر ہے) یہ شخص ان دوزخیوں کے سوال کے جواب میں کہے گا کہ ہاں تم لوگوں کی بات صحیح ہے میں تم کو نیکیوں پر عمل کرنے کی تعلیم تو دیتا رہا مگر خود ان پر عمل سے عاری رہا اور گناہوں سے تم کو منع کرتا مگر اپنے آپ کو گناہوں میں مصروف رکھتا۔"

اس حدیث کو سن کر آپ کو بے عمل واعظ و ناصح کے انجام کا اندازہ ہوا ہوگا' قول و فعل کے اس تضاد کو ختم کرنے کے لئے قرآن کئی مقامات پر زور دے کر اصلاح کی طرف ہماری توجہ دلا رہا ہے، کہیں!

اتا مرون الناس باالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون.

"کیا تم لوگوں کو تو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپکو بھلا دیا ہے حالانکہ تم قرآن مجید پڑھتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے"

تو کہیں!

یا ایھا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون.

"اے ایمان والو تم ایسی بات کیوں کرتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے"

ان آیات کے ذریعہ گویا اعلان کیا جارہا ہے کہ مومن کی شان یہ ہے کہ خود بھی نیکیوں پر عمل کر کے اعمال صالحہ کا مجسم بن جائے اور لوگوں کو بھی عمل صالح پر چلنے کی تبلیغ کرتا رہے۔

مومنین کا امتیازی وصف

مومن اور مومنہ کے اس خصوصی وصف کو اللہ جل جلالہ نے ان کلمات میں ذکر فرما کر کامل مسلمان مرد اور عورت کی تعیین فرمادی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون باالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم (سورۃ توبہ)

''مومن مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون اور دوست ہوتے ہیں' وہ لوگوں کو بھلائیوں کی تعلیم دیتے ہیں' اور گناہوں سے بچاتے ہیں۔ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتے رہتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ اپنی رحمت کو نازل فرماتے ہیں' تحقیق اللہ عزت دینے والا' غلبہ دینے والا حکیم ہے''

اس فرمان الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے ان مقرب بندوں کی مدح بیان کی جارہی ہے' جو خود دین پر قائم ودائم رہ کر امر بالمعروف اور نہی المنکر کے ذریعہ سے اوروں کی ہدایت کا بھی ذریعہ بن جاتے ہیں۔

آیئے موازنہ کریں

آیئے! اس معیار پر ہم اپنا موازنہ کریں کہ ہم میں مومنین کی یہ صفت موجود ہے یا ہمارا دینی پہیہ بالکل الٹے طرف گھوم رہا ہے، اپنے حالت پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دینی اعتبار سے ہم کامل مومن کی صفات سے بالکل عاری ہیں اوروں کو گناہوں سے منع کرنے اور نیکیوں کی تلقین کے بجائے ہمارا تعلق اور رشتہ ان لوگوں سے رہتا ہے جو دین سے بالکل دور' آزاد خیال' روشن ضمیر اور گناہوں کے عادی ہوں اور جو لوگ دین کے پابند' متقی اور پرہیزگار ہوں ان کو ہم معاشرہ کا عضو معطل سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق اور اٹھنا بیٹھنا ہی مناسب نہیں سمجھتے

مسلمان کی شان

حالانکہ مسلمان کی شان جو خطبہ کی ابتداء میں ابی سعید خدری کی روایت میں ذکر کی گئی کا خلاصہ یہ ہے' کہ اہل ایمان پر جو ذمہ داری عائد کی گئی اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ برائی اپنے گھر میں ہو قرابت داروں' دوستوں میں ہو اسے اگر استطاعت ہو' طاقت اور زور سے ختم کیا جائے' اگر یہ قوت نہ ہو برائی کا مرتکب طاقتور یا اور کوئی وجہ ہو تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس گناہ سے منع کرنے کا فریضہ زبان کے ذریعہ ادا کرکے دوسرے کو گناہ سے روکے اگر طاقت اور زبان کے ذریعہ معاصی سے منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل سے اس فریضہ کو

سرانجام دے یعنی دل سے اس مرتکب کے خلافِ شرع کام کو برا جان کر قلب ہی میں اللہ کے لئے اس سے نفرت اور عداوت کے جذبات رکھے اس درجہ کو ایمان کا کمزور ترین درجہ قرار دیا گیا ہے' کہ یہ دور ایمان کے لئے کمزور ترین زمانہ ہے' اگر ہم نے ایمان کے اس کم از کم درجہ پر بھی عمل شروع کر دیا تو ممکن ہے گناہ گاروں کے ساتھ خلط ملط ہونے والوں اور ان کے بارہ میں سکوت و مداہنت کے مرتکب لوگوں کے لئے جو عذاب قرآن و احادیث میں ذکر ہے' اس سے ہم بچ جائیں مگر ہماری بدقسمتی کا یہ حال کہ نہ اپنے آپ کو بدلنے کی طرف توجہ اور نہ دوسرے کی اصلاح کی فکر۔

گناہ کو گناہ نہ سمجھنا

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ کہ ہم نے گناہ کو گناہ سمجھنا ہی چھوڑ دیا ہے دوسرے کی برائی کا احساس اور نفرت کا تصور تب ہوگا جب ہم خود گناہ کو اپنے لئے تباہی و بربادی کا ذریعہ سمجھیں۔ گناہ کو گناہ سمجھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تلقین فرمائی، ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن العرس بن عمیرةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا عملت الخطیئة فی الارض من شهد ها فکر هها کان کمن غاب عنها و من غاب عنها فرضیها کان کمن شهدها (رواہ ابوداود)

"حضرت عرس بن عمیرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب برائی روئے زمین پر کی جائے جو شخص اس گناہ کو برا جانے وہ اس شخص کی طرح ہے جو وہاں موجود ہی نہیں اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو (یعنی گناہ کے مقام سے دور ہو) اور اس گناہ کو برا نہ جانے وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو مقام گناہ میں موجود ہو"

ارشاد گرامی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر حالت میں گناہ کو گناہ سمجھنا چاہیے اگر ایک آدمی جہاں گناہ ہو رہا ہو اسی جگہ موجود رہ کر اس گناہ کو روکنے کی کوشش کرے یا کم از کم دل میں نفرت و

ناپسندیدگی پیدا کر کے گناہ سے منع نہ ہونے والے سے قطع تعلق کرے تو یہ اس شخص سے بدر جہا بہتر ہے جو گناہ کرنے کی جگہ سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور رہ کر جب اسے اس گناہ کا علم ہو جائے تو دل سے بھی برا نہ جانے اور نہ اس گناہ کرنے والے سے نفرت کرے' گناہ کو گناہ نہ سمجھنے اور گناہ سے نفرت نہ کرنے کا نتیجہ یہی ہوگا کہ گنہگار کا ہم نوالہ و ہم پیالہ بننے والے میں بھی سنگدلی آ جائے گی جیسے کہ بنی اسرائیل کے ہاں ہوا اور اسی عمل کو سزا کے طور پر حضرت داؤدؑ و حضرت سلیمانؑ کے ذریعے ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت نازل فرمائی۔

تبلیغ کی برکات

امر بالمعروف اور نہی المنکر سے نہ صرف اوروں کا فائدہ بلکہ یہ فریضہ سرانجام دینے والوں کی بھی دنیوی بھلائی کا باعث بن جاتا ہے اسی بہترین عمل کے بدولت اللہ تعالیٰ آفتوں اور عذابوں کو دور فرما دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات اور رحمتوں کے نزول کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' اس عمل کو ترک کرنے سے مصیبتوں اور آفات میں گھرنا یقینی ہوتا ہے یہ تو دنیوی آفات ہیں' روز محشر بھی ایسے لوگوں سے باز پرس ہوگی کہ فلاں موقعہ پر دین کے خلاف کام ہو رہا تھا تم کیوں خاموش رہے یہ شخص جواب دے گا کہ لوگوں کے خوف اور ڈر کی وجہ سے' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بندوں سے ڈرنے کی بجائے میں زیادہ حقدار تھا کہ مجھ سے ڈرتے۔

کفر کی یلغار

آج دنیا میں باطل قوتیں اور کفر کے علمبردار اپنے بے ہودہ اور کافرانہ عقائد کے پھیلانے کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہے پوری دنیا میں اپنے بے بنیاد اور مفروضات پر مبنی مذاہب کے لئے مشنری ادارے قائم کر کے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کی طرف راغب کرنے کے لئے جان و مال کی قربانیاں دے رہے ہیں' اپنے سارے وسائل اسلام کو مٹانے اور اپنے نام نہاد مذاہب کے پھیلانے میں جھونک دیئے' دنیا بھر کے کفار' مسلمانوں کے غلبہ کے خوف سے اسلام کے مقابلہ میں متحد ہو چکے ہیں' ڈرانے' دھمکانے اور حرص و لالچ کے تمام حربے دین اسلام کے

خلاف استعمال کر کے مسلم امہ کو آپس میں لڑانے کے بعد فرقوں اور ٹکڑوں میں تقسیم کر رہے ہیں' نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ مسلمان ہر جگہ آپس میں دست بہ گریبان ہیں کسی کی جان' مال وعزت محفوظ نہیں' ہر ایک اپنی مستی میں غرق باقی مسلمانوں سے بے پرواہ دین کے ہر حکم کو اپنی مرضی کے تابع کرنے میں سرگرداں ہیں۔ کوئی کسی گناہ یا ظلم وزیادتی کرنے والے کو منع اور روکنا تو درکنار قلبی اور زبانی نفرت اور مذمت کی ہمت اور طاقت بھی جواب دے گئی۔ ان تمام خرابیوں کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اسلام کے نظام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو پس پشت ڈال کر اغیار و کفار کی نقالی میں مگن ہو گئے۔

تبلیغی جماعت

اللہ تعالیٰ بھلا کرے دارالعلوم دیو بند کے روحانی اولاد کے اس گلدستے کا جنہوں نے انتہائی بے سروسامانی میں بستی نظام الدین جیسے جگہ سے بھلائیوں کے پھیلانے اور برائیوں کے مٹانے کا علم بلند کر کے آج اس کے اثرات نہ صرف مسلم دنیا بلکہ کفر کے وسط میں محسوس ہونے لگے اور مسلمانوں کے خلاف کفر کی یلغار کے سامنے انتہائی خاموشی سے سد سکندری کا کام دے رہی ہے' قابل تحسین ہیں اس جماعت سے منسلک تمام لوگ اور بالخصوص وہ مسلمان جنہوں نے معروفات کی تلقین اور منکرات سے روکنے کی راہ میں اپنی ساری کی ساری زندگیاں وقف کر دی ہیں۔

اللہ جل جلالہٗ مجھے اور آپ سب کو دعوت الی اللہ کی اہم ذمہ داری کے نبھانے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

اصلاح معاشرہ اور حقوق العباد

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمان الرحیم . وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون☆ (سورۃ انعام)

''اور یہ کہ دین میرا سیدھا راستہ ہے پس اس راستے پر چلو اور دوسرے راہوں پر نہ چلو کیونکہ وہ راستے تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید سے حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ''

تمہید و خلاصہ

آپ کے سامنے جو آیت تلاوت کردی ہے' اس میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کا حکم دے کر اختلاف و انتشار سے بچنے کی تلقین فرمارہے ہیں' اس آیت سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ مشرکین و کفار کے من گھڑت اور بے بنیاد عقائد کی تردید کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے' والدین کی نافرمانی' اولاد کو فقر و افلاس کے خوف سے قتل کر دینے' زنا بے حیائی' بلاوجہ قتل نفس' یتیم کے مال میں غیر شرعی تصرف' حرام و حلال کی خود کاری ناپ تول میں کمی جیسے جرائم کی

مذمت کر کے صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم فرمارہے ہیں' کیونکہ دین کے دشمنوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ کئی اشیاء وامور کو اپنے آپ پر حرام کردیا تھا اور حرام چیزوں کو حلال سمجھ کر ان کے استعمال میں کوئی شرم و عار ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ شرعی احکامات کو اپنے نفسانی خواہشات کے تابع کر کے ان کے خود ساختہ حلال یا حرام ہونے کے لئے لغو اور بے بنیاد تاویلات کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ان پر قرآن نازل کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ اپنی خواہشات اور آرزوؤں کو قرآن وحدیث کے تابع کر کے زندگی شریعت کے مطابق گزاری جائے مگر یاروں نے پہیہ الٹا گھمانا شروع کردیا دین اور مذہب کو اپنے افکار وخیالات فاسدہ کے قالب میں فٹ کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔ شرعی احکام میں اپنی مرضی کی توجیہات و تاویلات کرنا شروع کردیں' یہی وہ مقام تھا جہاں سے لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا اصلی راستہ چھوڑ کر شیطانی راہوں پر چل پڑے اور یہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے بتائے ہوئے راہِ حق کو چھوڑ دیا تو وہ قوم گمراہی اور اندھیروں کی وادیوں میں بھٹک گئی۔

اتفاق واتحاد کی ترغیب

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس تلاوت کردہ آیت اور اسی طرح دیگر آیات میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتحاد و اتفاق کا حکم دے کر آپس میں اختلاف اور فرقہ واریت سے منع فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

ولاتکونوا کاالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ماجاء هم البینٰت واولٰئک لهم عذاب عظیم. (ال عمران)

''اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنہوں نے آپس میں اختلاف وفرقہ بندی شروع کردی' حالانکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے واضح احکام پہنچ چکے تھے اور ایسے لوگوں کے لئے عذاب عظیم ہے۔

ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب فاختلف فیہ ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینھم (ھود)

''اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی (یعنی تورات) تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے مقرر ہو چکی ہے تو اس کا قطعی فیصلہ دنیا ہی میں ہو چکا ہوتا''

ان دونوں آیات پر غور کرنے سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ پچھلی امتوں نے جب صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کے راستے اختیار کر لئے تو ان کو دنیوی واخروی بربادی کے سوا اور کچھ نہ ملا اور اگر کوئی قوم وقتی طور پر عذاب الٰہی سے بچ بھی گئی تو اس کا بھی راز اللہ جل جلالہٗ نے خود بیان فرما دیا کہ چونکہ ایسے لوگوں کو پورا پورا عذاب آخرت میں دینے کا فیصلہ ٹھہر چکا ہے اسلئے فی الحال تو عذاب سے دنیا میں بچے ہوئے ہیں وگرنہ انکے اس جرم کا پورا پورا حساب اس دنیا ہی میں بیباک کر دیا جاتا۔ قرآن نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اسلام کی راہ طیب کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلنے والوں سے برأت کا اعلان کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین (ال عمران)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنے لئے تلاش کرے گا تو اسے قبول نہ کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں تباہ حال لوگوں میں سے ہوگا''

افتراق وانتشار پر تنبیہ

اس قسم کی کئی آیات کے سیاق وسباق سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دین میں متفرق ہو جانا سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ فعل انتہائی ناگوار اور حرام ہے۔ اسی اختلاف اور راہ حق کو چھوڑنے سے بچنے کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم بہت اختلافات دیکھو گے، اس اختلاف کے وقت راہ ہدایت ونجات اسی میں ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو نہایت مضبوطی سے تھام کے رکھنا۔ اور امور محدثہ سے اپنے آپ کو بچاتے رہیں۔ اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ راہ حق کو چھوڑنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی سنت کو چھوڑ کر خواہشات نفسانی پر عمل کرنے کی بیماری غالب ہو جاتی ہے۔

صراط مستقیم کی وضاحت

سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال ھذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ھذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان یدعوأ الیہ وقرء وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ. الآیۃ. (رواہ احمد و نسائی)

''عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچ کر فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر آپ نے اس خط کے دائیں بائیں کئی خطوط کھینچنے کے بعد فرمایا: یہ بھی راستے ہیں جن میں ہر ایک راستے پر شیطان بیٹھا ہوا ہے، جو اپنے راستے کی طرف بلاتا ہے''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی جو آج کے وعظ کے ابتدء میں تلاوت کر چکا ہوں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہدایت کا راستہ چاہتے ہو دنیا و آخرت میں کامیابی کے خواہشمند ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ پر مکمل طور سے عمل پیرا رہو جاؤ۔ شریعت پر عمل ہی سے صحیح عقائد اور نیک وصالح اعمال حاصل ہو سکتے ہیں۔

اسی راہ حق کو اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے بھی یاد فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا امر دے کر فرمایا: ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔'' کہ اے پیغمبر تابعداری کیجئے ملت ابراہیمی کی، جس میں کسی قسم کا ٹیڑھا پن نہیں''

حنیفیت کا معنی کہ یہ ملت سیدھی' سچی' صاف اور فطری ہے' جس میں کسی قسم کی کجی اور افراط و تفریط کی گنجائش نہیں، اس اعتدال والے راستہ کو چھوڑ کر دیگر راہوں کو اختیار کرنے والے آپس کے اختلافات' تعصبات اور تفرقوں میں پھنسنے کے بعد ذلت و پستی اور شکست وریخت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے اپنے تشخص و بقا اور عزت و وقار کیلئے ضروری ہے کہ اسی ایک راہ

مستقیم پر گامزن رہ کر حیات مستعار کو گزارا جائے۔

ناجی فرقہ

اگر آپ کتب احادیث کا مطالعہ کر لیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں امت کے اختلاف وافتراق پیدا ہونے کی پیش گوئی کر دی تھی' اور سوائے ایک جماعت کے (جو راہ حق پر ہوگی) باقی تمام فرقوں کو جہنم کا مستحق گردانا۔ فرمایا بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو کر ان میں صرف ایک فرقہ ناجیہ یعنی حق پر ہوگا۔ باقی ۷۲ جہنم میں داخل ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرقہ حق پر رہ کر کامیابی سے ہمکنار ہوگا وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انا علیه و اصحابی. ''وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہؓ کی راہ پر چل کر زندگی گزاریں گے''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راہ پر چلنے والوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا دیا: کہ صحابہؓ کے راستوں پر چلنے والا بھی فلاح یافتہ جماعت میں شمار ہوگا۔ کیونکہ صحابہؓ بھی معیار حق ہیں، ان کے نقشِ قدم کو اپنا کر گمراہی کے راستوں سے بچا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے وجود کو امت کے لئے امن وسلامتی کا سبب گردانا۔ فرمایا: جب میرے صحابہؓ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو مسلمانوں میں فتنہ وفساد' آپس میں جنگ وجدل بداعتقادی بدعملی' انوار وبرکات کا کم ہونا (بالکل ختم ہو جانا) جیسی برائیاں پیدا ہو جائیں گی۔

شانِ صحابہؓ

گویا ان کا وجود مسعود اتنا بابرکت اور سعادت کا باعث تھا کہ فتنوں اور بے دینی کے اندھیروں کیلئے سد سکندری بن کر ان کو پھیلنے سے روکتے رہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعتِ مطہرہ کے افراد کو ان ستاروں سے تشبیہ دی جن کے وجود سے گناہوں کی تاریکیوں میں گم کردہ راہ لوگوں کو روشنی حاصل ہو جاتی ہے، ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم. (الحدیث)

''میرے صحابہؓ کی مثال ستاروں جیسی ہے ان میں سے جسکی بھی متابعت اور اقتدا کرو گے ہدایت یافتہ بن جاؤ گے''

اسوۂ حسنہ کی جامعیت

اور پھر اللہ تعالیٰ کا اس امت پر یہ بھی خصوصی کرم کہ ایسا قائد اور مقتدیٰ کا انتخاب فرمایا کہ شرعی امور تو کیا غیر شرعی معمولات اور سرگرمیوں میں بھی راہِ حق کا تعین فرما دیا۔ تاکہ قیامت تک آنے والا کوئی امتی یہ نہ کہے کہ فلاں جگہ یا فلاں معاملہ میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے صحابہؓ کی راہنمائی سے محروم رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ظاہری دشمن سے بچنے کی تدابیر کا بیان فرمایا بلکہ باطنی اور عقیدے کا ازلی دشمن شیطان سے قدم قدم پر بچنے کی بارہا تلقین و طریقے بتلا دیئے۔ ابلیس چونکہ بنی آدم کا ایسا حریف ہے جو ایک بھی ایسا موقع ضائع کرنا نہیں چاہتا جس میں وہ اسے ضرر پہنچا سکے حتیٰ کہ بیت الخلاء میں جب حاجت طبعی سے فراغت کی ضرورت پڑتی ہے تو یہ خبیث وہاں بھی آدم کی اولاد کو زک پہونچانے کی کوشش کرتا ہے حضورؐ نے یہاں بھی اس کے وار کے توڑ کے لئے ایسے کلمات فرما دیئے۔ یعنی **اللھم انی اعوذ بک من الخبث و الخبائث** ''اے اللہ آپ کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں پلید جنوں اور خبیثوں سے''

جس کے پڑھنے سے شیطان لعین کے بیت الخلاء میں تمام حملے بیکار ہوکر اسے خائب و خاسر لوٹنا پڑتا ہے' غرض زندگی کا کوئی ایک بھی ایسا شعبہ نہیں جو تشنہ رہ کر اس میں راہ مستقیم کی تعین نہ فرمائی گئی ہو' اب اگر ہم اپنی نفسانی خواہشات سے اتباع اور اپنے انا کی تسکین کے لئے مذہب اور شریعت کے مقرر کردہ اصول و قواعد اور راہ کو چھوڑ کر ضلال اور لادینیت کے راستوں پر چل پڑے اور اپنے غیر اسلامی اور معاصی سے بھرے اعمال و افکار کے لئے اغیار و کفار کے نظریات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں تو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کردہ راہِ حق کا قصور نہیں بلکہ یہ اس مردود اور رجیم شیطان کی تقلید کا نتیجہ ہے جس نے طیش میں آ کر قدم قدم پر نوع انسانی کو گمراہ کروانے کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

دین کو عقل کی کسوٹی پر تولنے والوں کی تردید

آج تمام دنیا کے مسلمانوں میں یہ بیماری عام ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکامات کو اپنے فہم اور عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فلاں حکم میں کیا فلسفہ اور رراز ہے اور فلاں میں کون سی مصلحت ملحوظ خاطر رکھی گئی ہے' اپنے ادراک وشعور اور دانست کو اللہ تعالیٰ کے دین کے تابع کرنے کی بجائے دین کے پورے ڈھانچے کو اپنا مطیع اور تابع کرنا چاہتے ہیں' ایک طرف تو مالک الملک اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت کے زبانی کلامی دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے احکامات کے وجوہ اور حکمتیں تلاش کرنے کے درپے ہیں، ایک معمولی تھانیدار یا اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ کے حکم میں وجہ کا پوچھنا ہمارے ہاں اس افسر کی قدرت وعظمت کے خلاف سمجھ کر وجہ پوچھنے والے کو توہین کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے۔ اور وہ ذاتِ برحق جو حقیقی قدرت وعظمت کا مالک ہے اس کا ہر حکم دین ودنیا ہر لحاظ سے ہمارے لئے سودمند ہے میں بے شمار وجوہات تلاش کر کے ان کے ماننے سے فرار کی راہیں اختیار کی جاتی ہیں' ایسے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے قلوب میں دنیا کے مسند اقتدار پر بیٹھنے والوں کی عظمت واہمیت تو ہے ان کا ہر حکم تو بلاچوں وچرا مان لیا جاتا ہے' مگر حاکم حقیقی اور اقتدار اعلیٰ کے مالک اللہ جل جلالہ کے احکام کی کوئی قدر نہیں گویا دل اس ذاتِ اقدس کی عظمت وجلال سے خالی ہوتا ہے اسی لئے حکم خداوندی کو بدلنے کے لئے مختلف وجوہات' حیلے اور فلسفے تلاش کرنے شروع کر دیئے جاتے ہیں۔

اسوہ حسنہ جرنیلی راستہ

حالانکہ دین کی تعلیمات ایسے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ ان کی مثال ایک ایسی سیدھی اور جرنیلی شاہراہ کی طرح ہے، جس میں کوئی کجی رکاوٹ اور مشکل نہ ہو، جو انسان صدقِ دل سے ان تعلیمات پر عمل کرنا اور اپنے لئے منشور بنانا چاہیے وہ اس شاہراہ پر چل کر اللہ تعالیٰ وحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اور جو شخص فروعی مسائل میں الجھ کر اپنے ذہنی اختراع '

خودساختہ تعبیرات اور فلسفوں کے مطابق چلنا چاہے وہ گمراہیوں کے دلدل میں پھنس کر بچ نکلنے کے بجائے روز بروز نیچے کی طرف دھنستا جاتا ہے' اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خدا تک رسائی اس کی ناممکن ہو جاتی ہے' کیونکہ دنیا کا ایک مسلم اصول ہے کہ سیدھی شاہراہ پر جانے والا مسافر بغیر کسی رکاوٹ کے اپنی منزل کو پالیتا ہے اور جو راہ گیر بجائے سیدھی راہ کے دائیں بائیں' غیر معروف و پر خطر اور مبہم پگڈنڈیوں پر چل پڑے وہ ادھر ادھر بھٹک کر منزل مراد کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ حتیٰ کہ جہاں سے ابتداء کی تھی یعنی اس کا اپنا نقطہ آغاز اس تک واپسی بھی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

کافر تو اپنے کفر کی وجہ سے نہ صراط مستقیم کا متبع اور نہ اس راہ کے دنیوی و اخروی فوائد کا قائل کہ اس سے گلہ کیا جائے، اس کو اگر اس دنیا کے اقتدار و مال و زر کا کچھ حصہ ملا بھی ہے تو وہ بھی بطور ابتلاء و آزمائش' آخرت میں اس کے لئے جہنم ہی جہنم ہے۔

افسوس امت مسلمہ کے افراد پر ہے کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ پست' مغلوب' اغیار کے مظالم کی چکیوں میں پسنے والی اقوام کی حیثیت حاصل کر لی ہے' قطع نظر اس سے کہ یہ کسی ملک میں اقلیت کی حیثیت سے رہ رہے ہیں' یا اکثریت میں ہوں' آزاد ہوں یا اوروں کے زیر تسلط ہوں۔

امت مسلمہ کو فکر و تدبر کی دعوت

حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی کون سی نعمت ہے جس سے یہ محروم ہیں۔ افرادی' عددی لحاظ سے اگر غیر جانبداری سے شمار کیا جائے تو تعداد میں غیر مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ ہیں' اس وقت دنیا میں ساٹھ تک خودمختار سلطنتیں مسلمانوں کی موجود ہیں' پیٹرول و سونے اور قیمتی معدنیات کا کوئی حساب نہیں' علمی و ذہنی صلاحیتوں میں بھی کسی سے کم نہیں' مساجد اور مدارس کی بھرمار ہے، وعظوں اور خطبوں کی کمی نہیں' دینی لٹریچر اور اسلامی کتب کی فراوانی ہے' اسلام کے نام پر بڑی بڑی بین الملکی اور بین الاقوامی اجتماعات اور کانفرنسوں کا اہتمام بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے' پھر بھی ان تمام اسباب و وسائل کے ہوتے ہوئے مسلمان کفار کے آگے دست سوال پھیلا کر ہر آڑے وقت میں ان کی طرف امداد کے لئے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں، حالانکہ مسلمانوں کے مذہبی و معاشرتی

اقدار کو کچلنے بلکہ ختم کرنے کے لئے ان کی پوری مشینری ہر وقت متحرک رہتی ہے۔

اختلافات اور انتشار کے مضرات

مسلمانوں کی اس اجتماعی ذلت وخواری کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا آپس میں افتراق وانتشار ہے ہر فرد و جماعت نے راہ حق کو چھوڑ کر اس کے مقابلہ میں اپنے راستے اور نظریہ کو اپنے آپ پر کیا اوروں پر بھی مسلط کر دیا یہی افتراق نہ صرف عنداللہ مذموم ہے بلکہ دنیا میں بھی شکست ومغلوبیت کا سبب بن جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

واطیعوا اللہ ورسولہ' ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (انفال)

''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کر کے آپس میں جھگڑے مت کرو، ورنہ تمہاری ہمت تم کو جواب دے کر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''

ہر آدمی اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے کے بعد دین کے قطعی احکامات میں رائے زنی کو اپنا استحقاق سمجھتا ہے، اسی خود پسندی کی وجہ ہر ایک اپنے لئے الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے میں مصروف رہ کر راہ حق اور دین قیم جو مسلمانوں کے باہمی اتحاد واجتماع کا مظہر ہے کو چھوڑنے کے بعد گروہ بندی وتفرقہ کا سبب بن جاتا ہے۔

عالم اسلام کی زبوں حالی پر حضرت والدؒ کے احساسات

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی بے بسی' زبوں حالی اور پستی کے ذکر کے مواقع پر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کی رسوائی کی وجہ ان کے آپس میں اختلافات اور شیطان کے ایمان بالقرآن جو ایمان کی روح ہے کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے ایمان اور احکام الٰہی کی اہمیت اور وقعت کو کم کرنا ہے' فرماتے کبھی شیطان دل میں یہ وسوسہ پیدا کر دیتا ہے کہ قرآن میں تو نماز کے بارے میں صرف **اقیموا الصلوٰۃ** کا حکم آیا ہے تو پانچ وقت نمازیں اور ان کی رکعات کا ثبوت کہاں سے آیا' بعض اوقات شیطان کی وہ ذریت اور اولاد جن کی شکل تو انسانوں کی ہے مگر عمل اور عقیدہ میں ابلیس کی حقیقی نیابت کرتے ہیں،

ذہنوں کو پراگندہ کردیتے ہیں' کہ العیاذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت تو صرف ڈاک لانے والے ڈاکیہ کی تھی۔ بس اس سے آگے کچھ نہیں اور ان کا کوئی قول' فعل' تقریر حجتِ شرعی نہیں، اسی شیطانُ الانس کے وسوسہ اندازی کا اثر قبول کرکے بعض لوگ اسلام کے قرآن کے بعد دوسرے اہم ستون حدیث سے انکار کرکے دین قیم کو چھوڑ دیتے ہیں' صراط مستقیم جب ترک کردیا' ایمان نہ رہے' کامل ایمان نہ ہونے کی صورت میں کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا جو رعب و دبدبہ تھا وہ بھی ختم ہو کر مسلمانوں کی حیثیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس طعام کے مشابہ ہوگئی جیسے سجے سجائے دسترخوان پر چن کر رکھ دیا جائے اور جس کی مرضی ہو اُسے کھالے' یا اٹھا کر ساتھ لے جائے، اسے اپنے دفاع کا حق اور نہ طاقت ہوتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے دین کو اس کی اپنی اصل صورت میں مشعل حیات مان کر اس کے مطابق زندگی گزاری جائے تو دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی نیز اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راہ حق کو اپنی رائے اور فکر کے تابع کرکے تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے تو دنیا میں ذلت اور روز محشر بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینی پڑے گی۔

خلاصہ تقریر

اس تمام بیان کا خلاصہ یہ نکلا کہ دین قیم جو قرآن' احادیث نبوی' صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال کی صورت میں الحمدللہ ہر قسم کی تحریفات اور ابلیسی ترمیمات سے اب تک محفوظ ہے اور تا قیامت اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا پر چل کر ہی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح اُخروی و دُنیوی عظمت و رفعت کے سزاوار ہو سکتے ہیں' ورنہ زہریلے نظریات و افکار کا بیج امت مسلمہ کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کرکے آپس میں دست و گریبان ہونے کے علاوہ اسلام کے دشمنوں کیلئے بھی تر نوالہ کی صورت میں اپنی تضحیک کے سامان میں اضافہ کرتے چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ دین حقہ کے نام لیواؤں کو صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔ آمین

انفاق فی سبیل اللہ کے برکات

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد : فاعوذبالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم فاتقوالله مااستطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم ومن یوق شح نفسهٖ فاولٰئک هم المفلحون☆

وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما نقصت الصدقة من مال ومازاد الله عبداً بعفوالا عزا ومن تواضع احد لله الا رفعه الله (مسلم)

''پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، جتنا ہو سکے اور اس کی باتوں کو سنو اور مانو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے ساتھ بھلائی کرو اور جو خودغرضی سے بچا وہی کامیاب ہے''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت و زیادتی ہوتی ہے، اور کسی کے جرم کو معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ عزت کو بڑھا دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع و انکساری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے''

انفاق فی سبیل اللہ کے تقاضے

محترم بزرگو! سورۃ تغابن کی ایک آیت کریمہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان میں نے تلاوت کر دیا ہے مقصد ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل اور درجات کا ذکر کرنا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہونے کے ناطے جہاں بے شمار مواقع پر رزق حلال کمانے پر زور دینے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دوسرے پر اعتماد اور بلاضرورت سائل بننے کی مذمت کرتا ہے۔ وہاں انفاق کے بھی

کئی مدات اور مواقع متعین کردیئے۔جہاں جہاں کمائی کا ذکر اکثر مقامات میں قرآن مجید کرتا ہے وہ بھی صرف کسب کے لئے نہیں بلکہ انفاق کے لئے اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ اس انفاق سے کسی مادی نفع، نام ونمود ونمائش کے حصول کا تصور تو دور کی بات ہے حتی کہ جس پر انفاق کیا جائے اس پر اپنی طرف سے احسان کرنے کا خیال اور اس پر جتلانے کی بھی اجازت نہیں۔

اسلام کا نظام معیشت

اسلام کے نظام معیشت کا مقابلہ دنیا کا کوئی خودساختہ نظام نہیں کرسکتا یہ ایسا دین فطرت ہے کہ اس نے اپنے معاشی نظام میں بھی فطرت انسانی کا لحاظ رکھا جس کے لئے اسلام نے اپنا معاشی نظام ایسے اعتدال اور فطرتِ انسانی کے موافق رکھا کہ اس میں مخلوق کے تمام طبقات کا معاشی تحفظ اور حقوق کا خیال بھی رکھا اور دنیا کے دو بے بنیاد اور غیر فطری سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں کے نقائص سے بھی اس پاکیزہ نظام کو محفوظ رکھا۔

بخل پر وعید

جائز وشرعی طریقوں سے دولت کمانے کی ترغیب کے ساتھ مال کو کسی ایک ہاتھ میں منجمد کرنے کی سختی سے بھی منع فرمایا قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جگہ جگہ ایسے اموال جمع کرنے والوں کی شدید مذمت اور سزا بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائے ہوئے دولت خرچ کرنے والے مصارف میں بخل سے کام لیتے ہیں۔مثلاً ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔

الذی جمع مالا وعدده☆ یحسب ان ماله اخلده☆ کلا لینبذن فی الحطمة

''جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور شمار شمار کر اس کو محفوظ رکھتے ہیں ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔''

صاحب ثروت لوگوں کے اموال میں فقراء ومساکین کو اسلام نے قانون زکوٰۃ وعشر وصدقات ودیگر طریقوں سے حصہ دار بنا کر امراء کو فقراء کی حاجت روائی کے لئے جواب دہ قرار دیا۔اور مستحقین پر خرچ نہ کرنے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ ارشاد ہے:

الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقو نها فی سبیل الله فبشر هم بعذاب الیم .

''جولوگ مال کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو سخت عذاب کی خبر سنادو

اسلام کے نظام معیشت کی بعض جھلکیاں

مال وزر کے فوائد کو عام کرنے کے لئے اسلام نے ہر مسلمان پر مختلف قسم کے نفقات دوسرے کے لئے لازم کردیئے۔ مثلاً خاوند پر بیوی کا نفقہ، والدین پر نابالغ اولاد کا، اولاد پر والدین کا، ہر صاحب حیثیت پر اپنے ذوی الارحام کا، حتیٰ کہ باندی وغلام کے نفقات پر بھی دین نے بے حد زور دیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری ہو وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زادراہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کئی ضرورت کی چیزوں کا ذکر فرمایا جس کے پاس زائد از ضرورت واستعمال ہوں، دوسرے محتاج کو دے دیں حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ جو چیز موجود ہو اس میں ہمارا کوئی حق ہی نہیں۔

ایک دوسرے مقام میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن جابر ابن سمرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اعطى الله احدكم خيراً فليبدأ بنفسه و اهل بيته (رواه مسلم)

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو مال و دولت عطا کردے تو اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے (پھر اس کے بعد حسب مراتب اور متعلقین واعزہ وفقراء ومساکین پر کما حقہ خرچ کردے)''

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بغیر نیکی حاصل ہی نہیں ہوتی خود خالقِ کائنات کا ارشاد ہے:

لن تنالو البر حتى تنفقوا مما تحبون. یعنی تم نیکی کو اس وقت تک مکمل طور سے حاصل نہیں کرسکتے جب تک اپنے محبوب ترین اور پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کردو۔

دوہرا معیار

آج ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے اول تو تصدق اور انفاق فی سبیل اللہ کا شوق وجذبہ

سرے سے موجود نہیں اگر بعض مسلمانوں کے قلوب میں یہ داعیہ پیدا بھی ہو جائے تو تصدق اور خیرات میں بھی دوہرا معیار ہے امراء ورُوسا کے لئے الگ مخصوص اشیاء اور فقراء و مساکین جو صدقات کے اصل مستحق ہیں کے لئے ردّی، کم قیمت اور مستعمل شدہ چیزیں تبرع میں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ حالانکہ محسنِ حقیقی جل جلالہ کی عجیب شان کہ سب کچھ کا مالک ہو کر بھی اپنے دیئے ہوئے مال کو بھی اپنی راہ میں خرچ کرنے کو اپنے اوپر قرض سے تعبیر فرماتے ہیں اور اپنے نام پر صدقہ کو اپنے ہاں بنک اور لاکرز میں صدقہ کرنے والے کے لئے محفوظ کر کے اسے عجیب وغریب انعامات دینے کا وعدہ فرما رہے ہیں ارشاد ہے:

ان تقرضوا الله قرضاً حسناً يضاعفه لكم ويغفر لكم والله شكور حليم☆عالم الغيب والشهادة العزيز الحكيم ☆(سورۃ تغابن)

''اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھا قرضہ دو گے تو وہ تمہارے لئے اس کو بڑھاتا جائے گا اور اس کی برکت سے تمہارے دوسرے گناہ بھی معاف فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بڑا قدر دان اور بردبار ظاہر و باطن سب کا جاننے والا۔ چشم پوشی فرمانے والا ہے۔''

ترغیب انفاق کی عجیب تمثیل

اللہ تعالیٰ کا اپنے مخلوق پر بے حد مشفق و مہربان ہونے کی ایک جھلک ہمارے روزمرہ کے معمولات اور معاشرتی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے۔ والدین کبھی کبھی اپنے نابالغ بچے کے ہاتھ میں کھانے کی ایسی چیز دیکھ کر جو بچے کے لئے مضر ہو واپس کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں بچہ ناسمجھی کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔ والدین روپے دو روپے کی پیشکش کر کے اپنی ہی چیز کو بچے سے خریدتے ہیں۔ اپنی ہی ملکیت کو خریدنے کے اس عمل کو ہم شفقت پدری و مادری پر محمول کرتے ہیں جبکہ مربی حقیقی وازلی کی شفقت و رأفت۔ اپنی مخلوق کے ساتھ مادر و پدر کی محبت و رحمت سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے اس کا اپنی ہی دی ہوئی چیز کو قرض کے طور پر لینا اور اس کے بدلے بیش قیمت و بے شمار اجور دینا عقل ونقل کے عین مطابق ہے۔

ارشادات خداوندی

خالق و مالک حقیقی نے اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لئے اخروی نعمتوں کے تعین و بیان کے ساتھ قرآن میں انفاق نہ کرنے والوں اور بخیل لوگوں کی بھی شدت سے مذمت کرتے ہوئے

ان کے لئے سزا وعذاب کا ذکر واضح کردیا ہے۔ارشاد ہے:

والذین یکنزون الذهب والفضة ولاینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم☆ یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکویٰ بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون ☆(التوبہ)

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاهم الله من فضله هو خیرا لهم بل هو شر لهم سیطوقون ما بخلوا به یوم القیامه.

''جولوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کوسخت ترین عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔اس دن اس مال پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی(جب یہ مال آگ میں خوب گرم وسرخ ہوگا)تو اس سے ان کی پیشانیوں،پہلوؤں پیٹھ کے حصوں کوداغا جائے گا یہ وہی مال ہوگا جسے تم اپنے واسطے جمع کیا کرتے تھے بس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو''

''وہ لوگ ہرگز خیال نہ کریں جوایسی چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کواپنے فضل سے دے رکھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے' کہ یہ ان کے حق میں اچھی بات ہے بلکہ یہ ان کے لئے بہت ہی بری بات ہے قیامت کے دن وہی چیزیں ان کی گردن کا طوق بنادی جائیں گی' جن میں انہوں نے بخل سے کام لیا۔''

اس سے بڑھ کر کنجوسی اور خساست اور کیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتے وہ لوگ اور صدقات خاک کریں گے،ایسےلوگوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں منقول ہے کہ ان لوگوں کے اموال سے سانپ بنا کر قیامت کے دن ان کی گردنوں میں پہنائے جائیں گے۔

سیم وزر کو اپنی حرص وہوس کی تکمیل کے لئے جمع کر کے قارون کے خزانوں کی طرح اپنے رعب ودبدبہ کا ذریعہ بنانے والوں کی ذلت نہ صرف اخروی ہے بلکہ دنیا میں ایسے لوگ عوام الناس اور ہر طبقے میں ذلیل وکمینہ سمجھے جاتے ہیں اوران کا بخل اور اللہ تعالیٰ کے راہ میں خرچ نہ کرنے کے عجیب وغریب قصے وواقعات زبان زدعام وخاص ہے۔دنیا میں بھی بے خیرو بےفیض کے نام سے

شہرت پانا اور آخرت کی رسوائی کا تو قرآن وحدیث نے تفصیلی انداز سے بیان کردیا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی برکات

اب ان کے مقابلہ میں وہ لوگ جو انفاق فی سبیل اللہ پر عمل پیرا ہیں، ان کی اُخروی مراتب واجور کا تو آپ اکثر خطبات جمعہ میں سنتے رہتے ہیں' تصدق وانفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب وتحریص اور درجات پر کافی قرآنی آیات واقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صراحتًا دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مثل الـذيـن ينفقون اموالهم فى سبيل الله كمثل حبةٍ انبتت سبع سنابل فى كل سنبلةٍ مأة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم ☆

''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ (تخم) جس سے سات خوشے پیدا ہوں ہر خوشے میں سو دانے ہوں اور اس سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ جس کو جتنا چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت وعلم والا ہے۔''

آپ کو اندازہ ہوا گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کے راستے میں خرچ کرنا کتنا محبوب عمل ہے کہ ایک روپے خرچ کرنے کے عمل کو وہ ہزاروں روپے خرچ کرنے کے برابر اجر سے نوازتا ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں:

الـذيـن ينـفقون اموالهم فى سبيل الله ثم لايتبعون ماانفقوا منا ولا اذى لهم اجرهم عندربهم ولا خوف عليهم ولاهم يحزنون☆

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں تعالیٰ اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ نہ اس پر زبان سے کوئی احسان جتلاتے ہیں اور نہ اپنے سلوک سے کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کو اپنے انفاق کا بدلہ اپنے پروردگار کے پاس سے ملے گا۔''

سخی کیلئے برکت اور کنجوس کیلئے بندش

صدقہ کی فضیلت کے بارے میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مـا مـن يـوم تـصـبـح الـعباد فيه الا ملكان ينزلان فيقول احدهما اللهم اعط منفقاً خلفاً و يقول الاخر اللهم اعط ممسكا تلفا. (بخاری' مسلم)

''روزانہ ہرصبح کودوفرشتے اترتے ہیں ایک یہ دعا دیتا ہے کہ الٰہی تو سخی اورخرچ کرنے والے کو مال میں زیادتی اور برکت دے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہ دینے والے بخیل اور کنجوس کے مال میں کمی کردے اوراس کو برباد کردے۔

جہنم سے حجاب

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتنا عن الصدقة فقال انها حجاب من النار لمن احتسبها یبتغی بها وجه اللہ عزوجل (طبرانی)

''اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کے بارے میں ارشادفرمایئے کہ کیا ثواب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جواخلاص اور نیک نیتی سے صدقہ کرے گا اس کے لئے صدقہ جہنم سے حجاب یعنی رکاوٹ بن جائے گا۔''

خاتمہ

تصدق کے فضائل پراگر کئی دن قرآنی واحادیثی دلائل پیش کر کے ان کی شرح وتفصیل بیان کرتا رہوں، تو مجھ جیسے نالائق طالب علم کے لئے تو ممکن ہی نہیں، البتہ کسی ماہر مفسر ومحدث و واعظ وخطیب کے لئے بھی اس کے بیان کے لئے عمر دراز چاہیے۔

بحث طویل ہوگئی اگرچہ صدقات کی اہمیت کے پیش نظر اس قدر بیان تو میرے خیال میں ضروری تھا لیکن اس وقت عمداً آیت وحدیث کے بیان کا مقصد صدقات کے دنیوی خاصیات کا بیان ملحوظ خاطر تھا جس کے لئے اب وقت ہی نہ رہا۔ انشاءاللہ اگلے جمعہ مزید بیان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو نیک اعمال بالخصوص صدقات کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین

اولیاءاور علماء کی مصاحبت کے برکات

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد :فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم یاایها الذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین (سورۃ توبہ)

خالقِ مخلوقات نے حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء ورسولوں کوانسانوں کے عقائد وافعال واصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔اس اہم مشن کے ادائیگی کے لئے کہیں اللہتعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعہ اپنی مقدس کتابوں کو بذریعہ وحی ارسال فرمایا تو کہیں مخاطبین کے مطالبہ پراتمام حجت کے طور پر بے شمار معجزات کا ظہور کر کے اپنے قادر مطلق ہونے کے واضح اور غیر مبہم دلائل مہیا فرمائے۔اسی سلسلہ کی اہم ترین الٰہی دستاویز اور جامع ومکمل ترین کتاب قرآن مجید کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تا قیامت پیدا ہونے والی نسلوں کے ظاہر و باطن کی درستگی اور حق و باطل میں تمیز کے لئے نازل فرمایا جو اول سے آخر تک انسان کے انفرادی، اجتماعی، اقتصادی و معاشرتی اور سماجی مسائل میں دینی و دنیوی لحاظ سے مکمل مشعل راہ ہے۔

قرآن کی برکات

روحانی وشرعی امراض اور کجی کے ازالہ اور نجات کے لئے کئی آیات میں روحانی علاج اورادویہ تجویز کئے گئے انہی حق تعالٰی کے بتائے ہوئے نسخوں کی احتیاط واخلاص سے استعمال کے بعد عرب کے بدو' جاہل اوران پڑھ تاریخ اسلام کے آفتاب و ماہتاب بن گئے ۔اوراسی قرآن کے سنہری اصولوں پر عمل کے نتیجے میں ظاہری مال ومتاع اور دنیاوی کروفر سے محروم صحابہؓ اور مسلمانوں نے دنیا کے کونے کونے اور دور افتادہ علاقوں تک سلطنتِ اسلامی کی حدود پھیلا دیئے۔

قرآن کے انہی راہنما اصول وہدایات کے ضمن میں آج کی تلاوت شدہ آیت کو بھی اہم مقام وحیثیت حاصل ہے جس پر عمل کر کے دین ودنیا کے مصائب سے نجات اورترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔اوراس دور کی پستی وذلت میں مبتلا مسلمانوں کے احوال بھی پلٹ کر دنیوی واخروی کامرانیوں کی صورت میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

انحطاط کے اسباب میں تدبر

آخرہم نے کبھی سوچا ہے کہ وہی قرآن' وہی احادیث کے ذخائر' صحابہ کے اقوال و حالات' سلف صالحین اولیاء اللہ کے نمایاں کارنامے اپنے بزرگوں کے روحانی اورتقویٰ سے لبریز معمولات وواقعات ہمارے سامنے ہیں اس کے باوجود امتِ مسلمہ تنزل اور ذلت کی طرف رواں دواں ہے۔آپ میں سے بڑی عمر کے حضرات کو یاد ہوگا کہ تقسیم ہند سے پہلے پورے برصغیر پاک وہند میں اس پورے خطے کا واحد بڑا دینی ادارہ دارالعلوم کے نام سے ہندوستان کے قصبہ دیوبند میں موجود تھا جو آج بھی دارالعلوم دیوبند کے نام سے اطرافِ عالم میں مشہور ہے نہ صرف موجودہ پاکستانی علاقہ بلکہ دوردور اسلامی ممالک سے علوم دینیہ کے عشاق سفر کے بے پناہ تکلیف کا سامنا کر کے دیوبند کے مرکزِعلمی میں علوم دینیہ سیکھنے کے لئے جاتے تھے۔وہاں کئی سال گزارنے کے بعد اپنے علاقوں میں احکام شرعیہ کی اشاعت میں سرگردان ہوکر گردو پیش میں

تبلیغی، تدریسی واصلاحی فرائض سرانجام دیتے۔اس کی فراغت اورواپسی پرتمام علاقہ میں دھوم مچ جاتی کہ فلاں صاحب عالم بن کر دیوبند سے واپس آیا ہے، وہ مرجع خلائق بن کر لوگوں کی دینی پیاس کو بجھاتا، لوگ اس کی باتوں پر یقین کر کے اپنی اصلاح کرتے اور شرعی امور میں اس کی بات کو سند مانتے۔

اب گاؤں گاؤں دینی ادارے ہیں۔سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں طلباء مدارس میں پڑھ کر فارغ ہورہے ہیں۔کوئی علاقہ ایسا نہیں جس میں کسی مستند مدرسہ کا فارغ التحصیل نہ ہو۔صبح و شام مساجد میں تفسیر واحادیث کے محافل کا انعقاد بھی بکثرت ہے۔ہر مسجد و محلّہ کے خطیب و امام بھی جمعہ و دیگر مواقع کے خطبات میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات زور وشور سے بیان کرتے رہتے ہیں۔پہلے ادوار میں دینی تعلیمات پر مشتمل کتب زیادہ تر عربی وفارسی لغت میں چھاپی جاتیں جن کا پڑھنا ایک عام آدمی کے لئے مشکل بلکہ ناممکن تھا مگر اب تو ہر لغت خواہ اردو ہو انگریزی یا پشتو یعنی تمام علاقائی زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں بمشکل کوئی اپنے آپ کو امی یا عامی کہہ سکے گا کیونکہ عالم صرف اس کو نہیں کہتے جو دارالعلوم حقانیہ یا دیوبند کا فارغ ہو۔بلکہ جس کو بھی دین کے ضروری مسائل معلوم ہو تو عالم ہے وہ الگ بات ہے کہ کسی کا احاطہ علمی وسیع ہو تو بڑا عالم کہلائے گا اور جس کسی کے معلومات محدود ہوں وہ چھوٹا عالم، دینی و اصلاحی رسالوں و جرائد کی بھرمار ہے۔کتب کے سٹالوں میں جانے کا اتفاق ہو تو اگر فحش لٹریچر موجود ہے تو اس کے مقابلہ میں دینی واصلاحی کتب کے کافی ذخائر بھی دستیاب ہیں۔ملکی ذرائع ابلاغ اگر دل سے نہ بھی چاہیں ملک میں بسنے والے نیک دل مسلمانوں کے خوف سے کبھی کبھار' تدبر قرآن' تفسیر قرآن جیسے پروگراموں کو (اگر چہ ان کی حیثیت حیا سوز پروگراموں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں) نشر کرتی رہتی ہیں گویا اکثر و بیشتر کلمہ گو دینی اور بے دینی میں فرق اور تمیز کرنے والے مسائل شرعیہ سے آگاہ ہیں، جائز و ناجائز اور حلال و حرام کو بھی جان کر انجام خیر وشر سے بھی واقف ہیں' افرادی قوت کے لحاظ سے بھی آج

مسلمانوں کو دیگر اہل ادیان پر فوقیت حاصل ہے' اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں مسلمانوں کے پاس ہیں' اس ترقی یافتہ دور کے دو اہم اقتصادی ہتھیار یعنی تیل و سونا چاندی سے بھی مسلمان مما لک مالا مال ہیں۔ذہانت کے اعتبار بھی مسلم غیر مسلموں سے بہت آ گے ہیں۔جدید و سائنسی علوم اور ایجادات میں غیر مسلم بھی ان کی مہارت کے معترف ہیں۔پھر وجہ کیا ہے کہ ان تمام امور کے باوجود بھی آج کا مسلمان انفرادی و اجتماعی ہر دو اعتباروں میں دینی و دنیوی لحاظ سے ترقی کرنے کے بجائے اس کا گراف نیچے کی طرف گر رہا ہے۔دینی لحاظ سے جو مقام گزشتہ ادوار کے مسلمانوں کو باوجود کم علمی کے حاصل تھا وہ بھی نہیں اور دنیاوی لحاظ سے جو دبدبہ اور غلبہ تھا وہ بھی مفقود ہے۔

پستی کا بڑا سبب

اس پستی و ذلت کی کئی وجوہات ہو سکتے ہیں مگر سب سے اہم اور بڑی وجہ ہمارے معاشرہ اور ماحول کا غیر شرعی ہونا ہے۔مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ ہونا چاہیے تھا۔زبان سے تو سارا دن ہم اسلامی احکامات کے ثمرات و برکات کا ورد کرتے اور سنتے رہتے ہیں مگر اپنا گردوپیش تو اسلامی ہونا دور کی بات ہے، ہم اپنے چند فٹ قد و قامت پر بھی اسلام کو جاری نہیں کر سکتے اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تمہاری شکل ولباس غیر مسلموں کے مشابہ ہے تو غلطی تسلیم کرنے کی بجائے انتہائی شانِ بے نیازی سے کہہ دیتے ہیں کہ ظاہری شکل و شباہت حقیقی مسلمانوں سا ہونے کی کیا ضرورت ہے مسلمانی ہمارے دل میں موجود ہے یہی حال اپنے قریب ترین عزیزوں مثلاً بیوی و اولاد کے بارہ میں ہے کہ اہل وعیال کے سربراہ کو غیر شرعی اعمال و رسم و رواج کے مسائل تو اکثر معلوم ہوتے ہیں مگر اپنے گھروں میں رائج کرنے اور بے دینی کو ختم کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں۔گھر سے ذرا باہر محلّہ و بازار اور گاؤں و شہر منکرات اور برائیوں کے مستقل اڈے بنے ہوتے ہیں۔گناہوں میں مبتلا عزیزوں پڑوسیوں اور شہریوں کو شرعی حکم کہ ہاتھ سے پکڑ کر منع کیا جانے کا تو تصور ہی نہیں بلکہ حدیث کے مطابق اپنے ضعیف الایمانی کا

ثبوت دے کران لوگوں سے دل میں بھی نفرت پیدا نہیں ہوتی۔اسلام کے بہترین اوصاف مثلاً امانت‘ سچ‘ انسانی ہمدردی جیسے اصول غیر مسلموں نے اپنا کر دنیا تو اپنی سنوار دی ہم نے اپنے وہ اصول چھوڑ کر شکل وصورت اور پورے معاشرہ میں کفار کی نقل شروع کر کے دنیا بھی برباد کر دی اور آخرت کے اعتبار سے اپنے آباؤ اجداد اور بزرگوں کی دینی و دنیوی کامرانیوں پر پانی پھیر دیا۔

عظمت رفتہ کا حصول

اگر ہم مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے حصول کے خواہاں ہیں تو یہ مقصد نہ تو خالی تقریروں‘ جلسوں اور مطالبوں سے حاصل ہوگا اور نہ صرف دعاؤں سے بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر اپنے گرد و پیش کو صحیح انداز میں اسلام کے قالب میں فٹ کرنے سے حالت ذلت سے عظمت میں بدلے گی۔اور یہ تب ہوگا کہ جیسے ابتداء میں تلاوت شدہ آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ ہر ایک اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرے اور دوم صورت وسیرت نیک لوگوں‘ علماء و صلحا کی سی اختیار کی جائے۔سیرت صادقین کی طرح ہونے کے لئے صالحین کی مجالس میں بیٹھنا اور آنا جانا لازمی ہے۔مسلمانوں کی تاریخ پر اگر سرسری نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان گنت لوگوں کے عقائد و کردار میں تبدیلی اور انقلاب کا سبب صرف اور صرف نیک اور صلحاء کی ہم نشینی ہی ہے۔

صحبتِ صالحین

اور یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے علماء اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے تعلق رکھنے اور ان کی اتباع کو نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں بھی انہی کے ساتھ اٹھنے اور ان کے زمرہ میں شمار ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن انسؓ ان رجلاً قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی الساعۃ؟ قال

ویلک وما اعددت لھا قال ما اعددت لھا الا انی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت الخ (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس شخص نے جواباً کہا میں نے تو کوئی خاص تیاری نہیں کی البتہ میرے پاس ایک نعمت ضرور ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری والہانہ اور حقیقت پر مبنی محبت ہے۔ یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں اس کے ساتھ ہو جس سے تمہاری محبت ہو۔''

صحبتِ اشرار کے مضرات

نیک اور بدکار ہم نشین سے دوستی اور تعلق رکھنے والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعے فائدہ اور نقصان سے آگاہ فرمایا۔

عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک و نافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحاً طیبا و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد منہ ریحاً خبیثۃ(رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ نیک اور بد ہم نشین کی مثال مشک رکھنے والا اور دھونکنی دھونکنے والے کی سی ہے مشک رکھنے والا یا تو تم کو کبھی مفت مشک دیدے گا یا استطاعت کی صورت میں تم خود اس سے خرید لو گے یا اگر مذکورہ دونوں صورت نہ ہوں تو اس کے ساتھ مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے اس کی خوشبو تمہارے بدن اور کپڑوں میں سرایت کر کے کچھ تو حاصل ہو جائے گی۔ اور دھونکنی دھونکنے والے کی آگ کے ذرات یا تو تمہارے کپڑوں اور بدن کے کسی حصہ کو جلا دے گا اگر اس سے بچ گئے تو آگ و راکھ کی بدبو تو تمہارے دماغ کو متاثر کر دے گی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکیمانہ انداز

عجیب حکیمانہ انداز سے نیکو کار کی دوستی اختیار کرنے اور بدکار سے قطع تعلق پر زور دے کر دونوں کے اثرات کو انتہائی سادہ و عام فہم طور سے واضح فرمایا: کہ نیک و عالم اور اللہ تعالیٰ کے ولی سے دوستی اوران کی مجلس میں بیٹھنے سے اگر وقتی فیض وظاہری اثر نہ ملے تو کیا یہ کوئی معمولی نعمت ہے کہ اس نفسا نفسی اور بے اطمینانی کے دور میں چند لمحات سکون و اطمینان کے میسر ہوئے۔ اور یہی کیفیت بدکار کی ہے کہ اس کے ہم مجلسی میں اول تو دنیا و دینی دونوں کی تباہی ہے اس کی دوستی اور اس کے ساتھ محبت کرنے والے کے دل کا نورِ ایمان ماند پڑ جاتا ہے اگر اس نقصان سے محفوظ بھی رہا تو کیا یہی کم ہے کہ جو فرصت و لمحات اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر و عبادت کے لئے مہیا فرمائے وہ لاحاصل اور بے کار صحبت میں ضائع ہوئے۔

فوز وفلاح کا سبب

اخروی و دنیوی فوز وفلاح کے اسباب و ذرائع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہم سبب اہل اللہ کے مجالس میں حاضری اور بیٹھنے کو قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

عن ابی رزینؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل ادلک علی ملاک ھذا الامر الذی تصیب بہ خیر الدنیا و الاخرۃ علیک بمجالس الذکر الخ (رواہ لبیھقی)

''حضرت ابو رزینؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں تم کو دین و شریعت کی جڑ نہ بتاؤں جس کے ذریعہ تم دین و دنیا کی فلاح حاصل کرسکو، ان میں اول سبب اہل اللہ (یعنی صلحاء) کی مجالس میں بیٹھنا اپنے اوپر لازم کرلو۔''

نیک وصالح لوگوں کی مجالس میں بیٹھنے کا فوری اثر یہ ہوگا کہ ظاہری شکل وصورت ان کے ہم شکل و ہم لباس بنانے کی خواہش دل میں پیدا ہوگی۔ اور جب ظاہری مشابہت اختیار کرلی جائے تو اللہ جل جلالہ غیور ذات ہیں باطن کو ظاہر کے رنگ میں ڈال کر ظاہر و باطن صلحاء وابرار کے

مطابق کردیتے ہیں۔ظاہر باطن پراثرانداز ہوجاتا ہے۔

اہل اللہ سے مشابہت کے برکات

حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کی دعوت پرآئے ہوئے ماہر جادوگروں نے موسیٰ کی طرح لباس پہننے کی خواہش کا اظہار کرکے ظاہری مشابہت اختیار کرلی۔اللہتعالیٰ کوجادوگروں کی یہ غیرارادی ادا بھی ایسی پسند آئی کہ دوبارہ کفر کا لباس پہننے کا موقع ہی نہ دیا اور مقابلہ کے بعد بے ساختہ کہنے لگے:

اٰمنا برب العالمین رب موسیٰ وھٰرون .

آپ نے تفصیلی قصہ مختلف مواقع پرسنا ہے کہ ساحرین فرعون ایمان لانے کے لئے نہیں بلکہ موسیٰ و ہارون کوشکست دے کر نیچا دکھانے کے لئے میدان میں آئے صرف ظاہری صورت پیغمبری بنانے کا باطن پراثر ہونے سے کامل مومنین بن گئے۔

خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے

ہمارے ہاں تو یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ ”خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے“۔ اگرایک شریف وبااخلاق شخص مسلسل بدکاری کی مجالس میں آتا جاتا رہے ان سے ربط وتعلق رکھے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام اموراوراخلاق وعادات میں برے لوگوں کا ہم نوالہ وہم پیالہ بن جائے گا۔مضبوط اعصاب وقوت ارادی رکھنے والا فرداگر شرابیوں ٗافیونیوں اور دیگر نشہ آوراشیاء استعمال کرنے والوں کا جلیس وساتھی بن جائے تو وہ دن بھی دیکھ لے گا کہ اس کے قوی اعصاب شل ہوکراس کو جواب دے دیں گے اورارادے میں وہ تزلزل پیدا ہوگا کہ عادی نشہ کرنے والوں سے بھی کئی قدم آگے بڑھ جائے گا۔کیونکہ ظاہری رفاقت ودوستی بدکاروں سے تھی جس کا اثر باطن میں بھی سرایت کرجائے گا۔

کسی قوم سے مشابہت

ایک مشہور حدیث کسی کی مشابہت سے اس کا اثر قبول کرنے کے بارے میں آپ

خطباء وواعظین سے ہمیشہ سنتے رہتے ہیں۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم (رواہ ابو داؤد)

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار انہی میں ہوگا''

یعنی اگر ایک فرد یا قوم اپنے لباس شکل وصورت اور عادات واطوار کو کسی کافر یا فساق وفجار کے مشابہ بنالے تو اس کے نامہ اعمال میں بھی وہی گناہ درج ہوں گے جو کہ کافر اور فساق کو ملتے ہیں۔ آج بدقسمتی سے مسلمانوں کی بڑی تعداد کفار کی نقالی میں دن رات مصروف ہے۔ شکل وصورت بھی کفار کی، یہود ونصاریٰ کی طرح داڑھیوں سے بے نیاز سر کے بال انگریزوں کی طرح، لباس غیر مسلموں سا۔ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اسلام دشمنوں کے مشابہ۔ اس ظاہری مشابہت کا باطن پر اثر یہ ہوا کہ ایسے طبقہ کی مسلمانی برائے نام کی رہ گئی ہے۔ دلوں سے اسلام کی عظمت اور نور ختم ہو کر کفاروں کا رعب وہیبت جاگزین ہوا۔ اسلام اور مسلمانی سے متاثر ہونے کی بجائے یہ طبقہ کفار اوران کی عادات واطوار کی تعریفیں کرتے کرتے تھکتے نہیں اور یوں ایسے لوگ ان کفار و اغیار کے ساتھ ان کو ملنے والی سزا میں بھی شریک ہوں گے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے آپ کو علماء، صوفیاء اور اہل اللہ کے نمونہ کے مطابق بنائے گا اور ان جیسی عادات واخلاق اور رہن سہن اختیار کرے گا تو وہ نیکی اور اجر وثواب میں بھی صالحین کے ساتھ شامل ہوگا۔ فوری فائدہ تو اس مشابہت کا یہ ہوگا کہ کئی ایسے گناہ کے مقامات اور مواقع جن میں مبتلا ہونا یقینی ہوتا ہے صرف صلحاء کی طرح ظاہری شکل وصورت رکاوٹ بن کر اس شخص کو گناہ سے بچادیتی ہے۔ پھر یہ سلسلہ اگر اسی طرح جاری رہے کہ صلحا کی مجالس میں آنا جانا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو ان کی طرح شکل وصورت بنائی جائے ان کی عادات واطوار پر عمل پیرا ہو تو زندگی میں انقلاب آ کر ایمان واسلام اور تقویٰ کے نور سے قلب منور ہونے کے بعد ایک فرد کامل مسلمان بن جاتا ہے۔

اللہ جل جلالہ ہم گناہ گاروں کو صلحاء کے زمرہ میں شمار کر کے سعادت دارین سے ہمکنار فرماویں۔ آمین

دینی مدارس علومِ نبوت

اور نفاذ شریعت کی ایک تحریک

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اپریل کے دوسرے عشرے میں بنگلہ دیش کے دورہ پر تشریف لے گئے ۔ دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ دارالعلوم دیو بند میں تدریس کے زمانہ کے بہت سے تلامذہ اور فضلاء بنگلہ دیش میں مصروف خدمت دین ہیں ۔ دارالعلوم ہاٹ ہزاری معین الاسلام (قائم شدہ ۱۹۰۱) (بنگلہ دیش) بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے ۱۰، ۱۱ اپریل کو اس کی صد سالہ تقریبات دستار بندی کے سلسلہ میں حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نمائندگی کی ۔ جغرافیائی تقسیم اور انقلابات زمانہ نے بظاہر اگرچہ بہت فاصلے پیدا کر دیئے مگر دونوں ملکوں کے اساطین علم کے علمی اور روحانی رشتے نہیں کٹ سکے اس موقع پر مولانا صاحب نے خطاب فرمایا جو من وعن نذر قارئین ہے ۔

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله النبی الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم قال الله عزو جل یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات صدق الله العظیم

معزز علماء کرام' طلباء عظام اور گرانقدر سامعین! پہلی بار بنگلہ دیش میں حاضری کا موقع ملا' میں نہ تو مقرر ہوں اور نہ واعظ وخطیب، صرف خریداران یوسف کی طرح ثواب کے حصول کی نیت سے شامل ہوا ہوں، منتظمین اجتماع کا حکم ہوا تو چند جملے کہنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوں۔

مدارس دین کی چھاؤنیاں

معزز حضرات! دارالعلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری کی صد سالہ تقریب دستار بندی کے اس عظیم وروح پرور اجتماع کے موقع پر اولیاء اللہ علماء طلباء اور دینی جذبہ ودرد رکھنے والے مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع دیکھ کر بے حد متاثر ہوا ہوں' صرف یہی نہیں بلکہ کل عصر سے عشاء تک ہاٹ ہزاری کے قرب وجوار میں صرف چار مدارس دینیہ کی زیارت کا جب موقع ملا۔ اور وہاں ان مدارس کی ظاہری اور معنوی ترقی دیکھ لی تو یقین کامل ہوا کہ امریکہ اور مغربی استعماری قوتیں اسلام اور ملت اسلامیہ کی بیخ کنی کی لاکھ کوششیں کریں انشاء اللہ جب تک دین کی یہ چھاؤنیاں موجود ہیں لادینی قوتوں کی آرزوئیں خاک میں ملتی رہیں گی اور مذہب اسلام مزید پھلتا پھولتا رہے گا۔

اسلام دشمن طاقتیں اور مدارس دینیہ

سامعین کرام! آپ کو معلوم ہے کہ آج مغرب اور اسلام دشمن طاقتیں ان مدارس دینیہ سے جس قدر خائف ہیں اور اسے جتنا اپنا دشمن نمبر ون سمجھ رہی ہیں اتنا خطرہ ان کو کسی تحریک اور قوت سے نہیں' ان کو معلوم ہے کہ ان کی لادینی یلغار اور استعماری عزائم کے تکمیل کی راہ میں یہی بوریا نشین اور قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے والے حائل ہیں۔ اسی دین دشمنی کی بناء پر وہ ان اداروں کو بدنام اور ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مگر ان کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ آپ اور ہم سب کی مادرِ علمی اور چشمہ فیض دارالعلوم دیوبند جس کی ابتدا ایک استاذ اور ایک شاگرد سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ہوئی۔ ایک ناتواں وضعیف پودے

کی حیثیت سے ابھر کر ایک بڑے سایہ دار اور پھلدار درخت کی طرح اس کے انوار و برکات نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ پورے خطہ ارضی پر پھیل گئے۔ سیاسی میدان میں بھی دشمن کو شکست دے کر برصغیر کو ان کے ناپاک قدموں سے پاک کر دیا۔ روحانی محاذ پر بڑے بڑے مصلح پیدا کئے۔ ایسے مدبر، محقق، مدرس، مصنف اور مجاہد پیدا فرمائے کہ دنیا ان کو دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔ غرض زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہ رہا جس میں دیوبند کے روحانی فرزندوں نے اپنے قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا نہ منوایا ہو۔

دارالعلوم دیوبند کا فیض

آپ اور ہم آج جس مقام میں جمع ہیں لاکھوں فرزندانِ توحید کا یہ اجتماع ہو رہا ہے بنگلہ دیش کا یہ عظیم مدرسہ معین الاسلام جو قائم و دائم ہے۔ ۹۵ سال سے ہزاروں فیض یافتگان اس سے فارغ ہو کر اطراف عالم میں دین کی شعاعیں پھیلا رہے ہیں یہ اسی دارالعلوم دیوبند کا بالواسطہ فیض ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ دیوبند کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روحانی ابناء نے اپنے مرکز علمی سے فیض یافتہ ہو کر اشاعت دین کے لئے بڑے بڑے مراکز نہ صرف بنگلہ دیش، انڈیا اور پاکستان میں قائم کئے بلکہ امریکہ، افریقہ اور کمیونسٹ ممالک کے اہم ترین مقامات میں اپنے مورچے قائم کر دیئے ہیں

شیخ الحدیث ؒ اور دارالعلوم حقانیہ

آج جس نسبت سے بندہ حقیر آپ کے سامنے مخاطب ہے وہ دارالعلوم دیوبند کے ایک علمی و روحانی فرزند شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ سے نسبی رشتہ ہے جو میرے والد گرامی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فیض حاصل کیا، شیخ الاسلام و امام المحد ثین حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ؒ کے علوم و فیوض کے وارث اور تلمیذ خاص رہے۔ روحانی فیض بھی ان سے حاصل کیا ہے۔ آپ میں سے بے شمار اکابر علماء ان کے نام سے شناسا ہیں۔ دیوبند سے فراغت کے بعد کئی سال اپنے پیر و مرشد حضرت مدنی ؒ کے حکم پر تدریس کا فریضہ بھی اپنے مادرِ علمی

دارالعلوم دیوبند ہی میں سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے موقع پر اتفاقاً چھٹیاں ہونے کی وجہ سے گھر اکوڑہ خٹک آ کر واپس ہندوستان نہ جا سکے' اپنے مرشد و مہربان حضرت مدنیؒ کے مشورہ پر اکوڑہ خٹک میں ایک دینی ادارہ کی داغ بیل دارالعلوم حقانیہ کے نام سے ڈال دی۔ یہ درحقیقت دارالعلوم دیوبند ہی کا لگایا ہوا چھوٹا سا پودا تھا جو کہ بحمد للہ بڑھ کر اتنا تناور ہو چکا ہے کہ اب تک دس پندرہ ہزار فضلاء دنیا کے گوشے گوشے میں اصلاح امت اور باطل کی سرکوبی میں شبانہ روز مصروف عمل ہیں۔ آپ دینی جذبہ و درد رکھنے والے مسلمان ہیں جہاد افغانستان کی تفصیلات سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ افغانستان کے پرغیور اور بہادر علماء مسلمانوں نے دنیا کی اصطلاح میں سپر طاقت کہلوانے والے روس کو پاش پاش کر دیا' اس خالص دینی جذبہ سے سرشار عظیم جہاد کے مجاہدین کے جرنیل و کمانڈروں میں اکثر و بیشتر دارالعلوم دیوبند کے علمی و روحانی شاخ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء و تربیت یافتہ علماء کی تھی' یہی وجہ تھی کہ اسوقت کے سویت یونین جن اداروں' تنظیموں اور ملکوں کو اپنے دشمنوں کی فہرست میں شمار کر کے ان سے انتقام لینے کی ٹھان لی تھی۔ ان میں دارالعلوم حقانیہ کے گرد بھی سرخ نشان Red line خصوصی طور پر کھینچ دی کہ مسلمانوں کی اس یلغار کی تربیت گاہوں میں یہ ادارہ سرفہرست ہے' بہر حال تقدیر الٰہی کے سامنے انسانی تدابیر کی کیا حیثیت ہے اللہ جل جلالہٗ نے شاہ ولی اللہ کے قافلہ حریت کے ان بظاہر بے یار و مددگار فقراء و مساکین طلباء و علماء کی لاج رکھ کر فتح سے ہمکنار فرمایا۔

آج پاکستان میں قائم دارالعلوم حقانیہ' جامعہ اشرفیہ لاہور' دارالعلوم کراچی جامعۃ العلوم علامہ بنوری ٹاؤن کراچی جیسے بڑے بڑے دینی ادارے دارالعلوم دیوبند کے اکابرین اور بزرگوں کے مشن کو بلند کر کے الحاد اور زندقہ کے تحریکوں کے سامنے سد سکندری کا کام دے رہے ہیں۔

انبیاء کی وراثت

قابل صد احترام علمائے کرام! آج آپ کو بزرگوں کے ہاتھوں جو دستارِ فضیلت پہنائی جا رہی ہے یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے ارشادِ باری کا مفہوم ہے کہ جن لوگوں کو علوم

قرآنیہ ونبویہ کا حامل ومبلغ بنا کراشاعت دین کے لئے منتخب کیا جائے ،ذات باری تعالیٰ ان حاملین علوم نبوت کے اخروی ودنیوی درجات کو بلند فرماتے ہیں' کتنا بڑااعزاز ہے اس کی وجہ خود سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمادیا: کہ العلماء ورثة الانبیاء اس مادہ پرستی اور جاہ طلبی کے دور میں کوئی مال وزرجمع کر کے قارون وہامان کاوارث بننا چاہتا ہے اور بعض سادہ لوح اورآخرت سے غافل لوگ بڑے سے بڑے دنیوی منصب واقتدار کے خواہشمند بن کرفرعون و کلنٹن اوریلسن کے جانشین بننا چاہتے ہیں۔جن کی نہ دنیا میں اللہ کے ہاں کوئی قدرو قیمت اور نہ آخرت میں فوزوفلاح ۔ بلکہ دنیا کی چندروزہ فانی اقتدار کے زوال سے یہاں بھی ذلت اورمرنے کے بعدبھی رسوائی اورعذاب ہی عذاب ہے۔

طالب علم اورعالم دین کا اعزاز

آپ وارث نبی بن کر دنیا میں بھی اعزاز واکرام کے مستحق قرار پائے اورآخرت بھی اپنی سنوار دی۔ایک سچے اور حقیقی طالب و عالم کے لئے سمندروں کی تہہ میں جانوراور فضا میں اڑنے والے پرندبھی دعوات خیر دیتے ہیں' اور دستار پہنانے کی جو پروقار تقریب آج ہورہی ہے صرف اسی پر اکتفانہ ہوگا بلکہ اس سے بڑھ کرعظیم اعزاز واکرام کا معاملہ روز محشر میں ہوگا کہ اولین وآخرین کی موجودگی میں ایسے تاج وخلعت فاخرہ سے نوازا جائے گا کہ جس کے ایک ایک موتی کی چمک دمک کے سامنے سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے گی 'اس اتنے بڑے اعزاز کی صرف یہی وجہ ہے کہ عالم وفاضل نے اپنی زندگی اوروسائل حضورؐ کے وارث بننے کے لئے وقف کردیئے اس مقصد کے حصول کے لئے اس راہ میں حائل تمام نفسانی خواہشات اور شیطانی ترغیبات کومسترد کرکے ہرقسم کے مصائب کا بے جگری سے مقابلہ کیا قربان جایئے اس غیور ذات سے جس نے اس کے بدلے اپنے محبوب صلعم کی میراث حاصل کرنے والوں کودونوں جہانوں میں سربلندی اوراکرام سے نوازا.

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلمکی میراث

بنگلہ دیش اور دار العلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری کے معزز طلبائے کرام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یہی ہے جو آپ لوگ یہاں بے سروسامانی کی حالت میں بیٹھ کر حاصل کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کے ہاں یوں آپ کا خاص مقام ہے کیونکہ آپ ذات باری تعالیٰ کے محبوب اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے طلبگار ہیں' ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ کے بازار میں جا کر لوگوں کو آوازیں دینے لگے کہ آپ لوگ یہاں خرید وفروخت میں منہمک ہیں اور مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلمکی میراث تقسیم ہو رہی ہے' جس سے آپ محروم رہ جائیں گے' عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسجد کی طرف دوڑے۔ ہر کوئی دل و جان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فدائی اور عاشق تھا ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ کی میراث کا چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑا بطور تبرک مل جائے' مسجد میں پہنچ کر دیکھا تو صحابہؓ یعنی طلباء قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد کر رہے ہیں۔ جس چیز کو وہ میراث سمجھ کر مسجد میں آئے نہ پا کر واپس جانے لگے' راستے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے آمنا سامنا ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے کہنے پر کہ مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے کاروبار چھوڑ کر چلے مگر وہاں تو درس وتدریس کا سلسلہ تھا' میراث تو نظر نہ آئی آپ نے فرمایا:

ان الانبیاء لم یورثوا دینار اولا درھما

انبیاء کی چھوڑی ہوئی میراث روپے ٹکے پیسے نہیں ہوتے بلکہ انکی میراث علوم الٰہیہ ہوتے ہیں جن کے وارث وہ لوگ ہیں جو حصول کے لئے ہر قسم کے دنیاوی مشاغل ترک کر کے خالصتاً لوجہ اللہ اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

دینی مدارس اور بقائے عالم

علماء وطلباء کا وجود صرف ان کے ذات کے لئے نفع کا ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی وجہ سے پورا علاقہ اور خطہ پر اللہ تعالیٰ کے رحمتوں کا ورود ونزول ہوتا ہے۔ پورے عالم کی آبادی و بربادی

کا دارومدار بھی انہی کے وجود سے ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

موت العالم موت العالم

انسان کا مقصد تخلیق ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت اوراحکامات کی بجاآوری ہے۔اسی مقصد کا بتلانے والا وارثِ نبی عالم جب نہ رہا تو سوائے گمراہی' قتل وقتال اور فسق وفجور کے کچھ نہیں رہے گا۔ روئے زمین پر ہرطرف برائی ہی برائی' اشرار الناس کا راج ہوگا اور قیامت انہی لوگوں پر قائم ہوگی' امام بخاریؒ نے درس وتدریس کا سلسلہ قائم رکھنے پر زور دینے کے لئے مستقل باب باندھ کر تلقین کی کہ اگر بقائے عالم کے لئے خواہاں ہو تو علوم نبوی کی ترویج کے مدارس میں محافل کو قائم رکھو ورنہ یہ سلسلہ منقطع ہونے پر سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔فتنوں وعلامات قیامت کے ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ویرفع العلم بھی ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔علماء دو توجیہات میں سے ایک یہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت سے پہلے علم اٹھ جائے گا علم دین کے حصول کا شوق ختم ہوکر علم کی وقعت لوگوں کے قلوب سے ختم ہوجائے اور دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی کہ علماء دنیا سے اٹھ جائیں گے اور وارثین انبیاء اور حاملین علوم نبوت کا اٹھ جانا اس پوری کائنات کے فنا کا سبب بن جائے گا۔بنگلہ دیش کے دین کے نام پر مر مٹنے والے مسلمانو!اگر بقائے عالم چاہتے ہو تو نہ صرف ان دینی مدارس کی سرپرستی اور تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو بلکہ اپنے بچوں اور زیر کفالت افراد کو بھی ان اداروں میں تربیت اور علوم نبویہ کے حصول کے لئے وقف کردو۔

سیکولر قوتوں کے ناپاک عزائم

امریکہ اور لادینی قوتوں کے اسلام کے خلاف ناپاک عزائم سے آپ سے زیادہ کون واقف ہوسکتا ہے، بنگلہ دیش کے اسلام کے جذبہ سے سرشار مسلمانوں نے لادینی قوتوں کا جس بے جگری سے مزاحمت اور مقابلہ کیا وہ مسلمانوں کی تاریخ کے ایک سنہرے باب کی حیثیت سے قائم ودائم رہے گا' سوویت یونین خاتمہ کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادی اسلام کو اپنا دشمن نمبرون سمجھ کر اس کو نقصان پہنچانے اور بدنام کرنے کے لئے اپنے تمام لاؤ ولشکر سمیت میدان میں اتر چکے ہیں

ہمسلمانوں پر بنیاد پرستی کا لیبل لگا کرانہی کو دنیا میں تمام برائیوں کی جڑ قرار دے رہے ہیں۔

امام مہدی کی فوج

آج امریکہ اور اس کے نمک خواروں کو کسی تحریک، مذہب اور کیمیاوی بم سے اتنا خوف نہیں جتنا اسلام کے متوالوں اور دارالعلوم ہاٹ ہزاری جیسے اداروں سے تربیت حاصل کرنے والے للّٰہی اور گویا امام مہدی کی فوج سے ہے، ان دینی مدارس سے فارغ ہونے والے ایک ایک فاضل کو امریکہ اپنے لئے ایٹم بم سے زیادہ نقصان دہ سمجھتا ہے اسے یقین ہے کہ اس کے سامراجی عزائم کے تکمیل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی دینی مدارس کے بوریہ نشین علماء ہیں جن کو نہ جھکایا جاسکتا ہے اور نہ خریدا جاسکتا ہے۔

اسلام امن کا علمبردار

اسلئے ان اداروں اور فارغ ہونے والوں پر دہشت گردی جیسے الزامات لگا کر ان کے مقدس مشن کو غلط انداز میں پیش کر رہا ہے۔ پوری دنیا میں انشاء اللہ اسلام کے احیاء کا دور آ رہا ہے۔ آپ نے اپنی تحریک کو پھیلانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے ان تمام بے بنیاد الزامات سے بے نیاز ہو کر قائدانہ کردار ادا کرنا ہے، اور دنیا پر یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام لُوٹ مار، قتل و غارت گری اور دہشت خوف کا مذہب نہیں بلکہ صلح اور امن کا داعی و علمبردار مذہب ہے۔

انتظامیہ معین الاسلام کو خراجِ تحسین

میں اس پاکستان کی عظیم دینی ادارہ جامعہ حقانیہ اور اپنے ملک کے علماء و مسلمانوں کی طرف سے دارالعلوم معین الاسلام کے اٹھارہ ہزار فضلاء کو دستار فضیلت عطا ہونے پر مبارک باد پیش کر کے اس ادارہ کے مہتمم صاحب اور تمام منتظمین کو اس عظیم دینی اجتماع کے انعقاد پر خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ اس گلشن علوم نبویہ کو مزید ترقیات سے ہمکنار فرماویں۔ آمین

وقوع قیامت کے نقلی اور عقلی دلائل

قرآن وسنت کی روشنی میں

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: عن عمر بن الخطابؓ قال بینما نحن عندرسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم اذ طلع علینار جل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایری علیه اثر السفرولم یعرفه منا احدحتی جلس الی النبی صلی الله علیه وسلم فاسند رکبتیه الی رکبتیه وضع کفیه علی فخذیه وقال یا محمدصلی الله علیه وسلم اخبر نی عن الساعة قالؐ ماالمسؤل عنها باعلم من السائل قال فاخبر نی عن امار اتها قالؐ ان تلدالامة ربتها وأن تری الحفاة العراة العالة رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان الخ او کما قالؐ (رواہ مسلم و بخاری)

''حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص اچانک ظاہر ہوا۔ نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا، بال بہت سیاہ تھے، اس پر سفر کے نشانات موجود نہ تھے، ہم میں سے کوئی بھی اسے جاننے والا نہ تھا' آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب بیٹھا کہ اپنے دونوں زانوں زانووں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانووں کے ساتھ ملادیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے زانووں پر رکھ کر کہا کہ ''یا محمدؐ'' مجھے

بتلا دیجئے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا یہ سوال سنا تو فرمایا: کہ اس کے متعلق جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ بعد ازیں وہ شخص کہنے لگا: اچھا آپ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی ارشاد فرمادیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ ''لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور برہنہ پا برہنہ جسم یعنی مفلس وفقیر لوگ جو بکریاں چروانے والے ہوتے ہیں وہ عالی شان محلات اور سر بکف منزلوں میں رہائش پذیر ہوں گے اور نہایت فخر غرور کی زندگی بسر کرنے لگیں گے''

آخرت پر یقین کامل

اسلام کے اعلیٰ ترین اور دنیا و آخرت کے فوز و فلاح پر مبنی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جو یقین کامل رکھے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں مجھے ہر کئے ہوئے عمل کا اللہ رب العزت کے سامنے جوابدہی کے لئے پیش ہو کر انعام وسزا حاصل کرنے کے عمل سے گزرنا ہی ہے' اس دن کو کہیں قرآن نے ''الســـاعة'' کے نام سے ذکر فرمایا' بعض مقامات میں القیامۃ' اور کبھی القارعة' الواقعة' الحاقة' الغاشية' آزفة' يوم التغابن' خافضة ' رافعة کے اسماء سے اس دن کا ذکر ہوا ہے۔

قیامت کا وجود اور حشر ونشر کا اعتقاد انسانی زندگی کا اہم شعبہ ہے جس پر دائمی تباہی وعذاب یا ہمیشہ ہمیشہ کی خوشحالی وعیش وعشرت کا دارومدار ہے' ایک حقیقی مسلمان اپنے ہوش وحواس سنبھالتے ہی خود تو کیا بلکہ اپنے نابالغ بچوں تک کو اس مجازاۃ اعمال کے دن کا دلوں میں راسخ کروانے، ایمان مجمل ومفصل کی شکل میں ہر دو کلمات مفصلہ ومجملہ کے حفظ کا اہتمام کرواتے ہیں۔

دہریت کے افکار

آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام آسمانی ادیان، قیامت اور موت کے بعد دوبارہ زندگی کے بنیادی عقائد پر متفق ہیں' غیر محرف شدہ تمام آسمانی کتب نے روز قیامت کے وجود کی خبر دی ہے' صرف وہ لوگ جو الٰہی نظریات سے نابلد یا قصداً منکر وجاہل بن کر

الحاد و دہریت اور نیچریت کے افکار کے دلدادہ رہے اور آج بھی ہیں عقیدہ قیامت کو ملائیت کی بنیاد پرستی کا نام دے کر انکار کر دیتے ہیں، جبکہ ان کے پاس اپنے اس کافرانہ قول کے اثبات کے لئے کوئی قابل اعتبار نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی۔ ایسے لوگوں کا مقصد حیات ہی اس چند روزہ دنیا میں رہ کر اس کے مال و متاع سے فائدہ حاصل کرنا ہے، خواہ وہ جس انداز سے بھی حاصل ہو، ان کے ہاں کوئی قیدو شرط نہیں' نہ حلال و حرام اور نہ اپنے وغیر، اور نہ جائز و ناجائز کی تمیز، کیونکہ ان کے نزدیک حیاۃ دنیوی سے آگے اور کوئی مرحلہ ہے اور نہ اور کوئی عالم۔ اسی دنیا کی عیش و عشرت کو حقیقی عیش اور یہاں کی مصیبت و تکلیف کو حقیقی مصیبت سمجھتے ہیں، جبکہ ایک مرد مومن کا ایمان کامل ہوتا ہے کہ اس دنیا کی چند روزہ عیش اور آرام نہ دائمی سکون ہے، اور یہاں کی اذیت و پریشانی نہ دائمی بے اطمینانی ہے' حقیقی اطمینان و دائمی اذیت کے فیصلہ کیلئے ایک دن مقرر ہے جو مذہب و شریعت کی اصطلاح میں قیامت کے نام سے عام و خاص کی زبان پر مشہور ہے۔

بارگاہ ربوبیت میں حاضری

ثبوت قیامت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر رب کے حضور حساب و کتاب کے لئے حاضری کے دلائل سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ کہیں ارشاد ہے:

افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً و انکم الینا لاترجعون.

''کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اس کو بے کار چھوڑ دیا جائے گا'' کے ذریعہ توجہ دلائی گئی۔

سورۃ البقرہ کی ابتداء ہی میں قرآن کریم کے ربانی کتاب ہونے کے ثبوت میں حق تعالیٰ نے فرمایا: کہ یہ کتاب ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو تقوی اور ایمان بالغیب کے وصف سے مالا مال ہو کر اقامت صلوۃ اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اموال سے اس کی رضا کی خاطر خرچ کرتے ہیں، فرائض اسلام کی ادائیگی کے ساتھ ان لوگوں کا جو وصف اہتمام سے بیان کیا گیا وہ یہ ہے:

وباالاخرۃ هم یوقنون (سورۃ البقرۃ)

''اور آخرت پر وہی لوگ ایمان و یقین رکھتے ہیں''

اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور عقیدہ آخرت وقیامت آپس میں لازم وملزوم ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ورسول پر ایمان کا دارومدار ہی ایمان بالآخرت پر ہے۔

کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کے ساتھ ساتھ اسلام کے کے دو بنیادی عقائد کا زور وشور سے تردید وانکار کرتے تھے، جن میں پہلا عقیدہ اقرار رسالت اور دوسرا روزِ قیامت۔

منکرین آخرت کے بونڈے دلائل

صرف انکار نہیں بلکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا سن کر پیغمبر اور اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے بھونڈے دلائل پیش کرتے کہ:

هـل نـدلـكـم عـلـٰى رجـل ينبئكم اذا مزقتم كل ممزق انكم لفى خلق جديد☆ افترى على الله كذبا ام به جنة (سورة سباء)

"کیا ہم تمہیں ایک ایسے شخص کی خبر نہ دیں جو تم کو یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کر دیے جاؤ گے، تو مرنے کے بعد تم کو یقیناً ایک نئی پیدائش کے ساتھ اٹھایا جائیگا کیا یہ بات اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان نہیں ہے یا یہ کہ اس شخص کو جنون ہو گیا ہے"

آپ نے سنا کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیدہ قیامت کے بیان پر منکرین بعث بعد الموت نے کن کن برے القابات سے نوازا۔ جبکہ حق تعالیٰ نے ان بدطینت لوگوں کی تردید اور قیامت کے مسئلہ کو بار بار انتہائی وضاحت اور عام فہم وزنی معقول دلائل کے ساتھ قرآن میں ذکر فرمایا ہے:

قل الله يحييكم ثم يميتكم ثم يجمعكم الى يوم القيامة لاريب فيه

"کہہ دیجئے ان لوگوں کو کہ اللہ تعالیٰ ہی تم لوگوں کو حیات وزندگی عطا کرتا ہے پھر وہی تم کو مارتا بھی ہے اور پھر وہی تم سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس میں کوئی شک وشبہ نہیں"

وجود آخرت پر معقول دلیل

سورۂ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے منکرین یوم الجزاء کی غیر معقول دلیل ذکر کرنے کے بعد معقول اور عام فہم انداز میں رد فرمایا ہے:

قال من یحیی العظام وھی رمیم☆ قل یحییھا الذی انشأ ھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم☆ (سورۃ یٰسین)

''کفار نے کہا کہ کون ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا' جبکہ وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں گی' آپ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ وہی خدا ان کو دوبارہ زندہ کر دے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''

ارشاد ہے:

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوت والارض ولم یعی بخلقھن بقادر علی ان یحی الموتی بلی انہ علی کل شئی قدیر (سورۃ الاحقاف)

''کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، وہ ان کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا، تو کیا وہ اس پر قادر نہ ہوگا کہ مردوں کو (دوبارہ) زندہ کر دے۔ بے شک وہ خداوند عالم ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''

یہ انتہائی سادہ معقول اور فطری انداز میں سمجھانے کی دلیل ہے کہ جس ذات نے آسمان وزمین اور ان میں موجود اتنے سارے کائنات کو بغیر کسی سابق مثال کے نیست سے ہست کی صورت میں موجود فرمایا اور اس کے پیدا کرنے میں نہ اس نے تھکاوٹ محسوس کی اور نہ کسی رکاوٹ اور مشکل کو اس تخلیق میں حائل ہونا پڑا تو اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ دوبارہ ان ریزہ ریزہ اور بوسیدہ اجزائے بنی آدم کو جمع فرما کر دوبارہ پیدا فرمائے، دنیا کی فانی مخلوق کا بھی اصول ہے کہ پہلی دفعہ ایجاد کرنے سے اسی چیز کا اعادہ انتہائی سہل ہوتا ہے۔تو وہ ذاتِ باری جو حـــی و قیوم اور **علی کل شئی قدیر** ہے کے بارے میں یہ تصور اور عقیدہ قائم کرنا کہ بوسیدہ اجزاء کا اعادہ اس کے لئے ناممکن ہے، عقل وشعور سے خالی ہونے کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے صرف یہی آیات قیامت پر دلالت نہیں کرتے بلکہ اثبات قیامت اور حشر اجساد سے تمام قرآن اول سے آخر

تک اوراحادیث مشہورہ کے ذخائر بھرے پڑے ہیں۔

عقل سلیم کے تقاضے

ان بے شمار نقلی دلائل کے علاوہ عقل سلیم بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ قیامت اورروز مجازاۃ کے وقوع میں کوئی شک نہیں اعمال حق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کل کائنات انسان کی خدمت اور فائدے کیلئے پیدا فرمائی ۔سارا کارخانہ عالم انسان کا خادم اور حضرت انسان مخدوم و سخرلکم مافی السموات والارض ۔اب اللہ تعالیٰ کے اتنے بیشمار انعامات کے بعد آخر اس انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے، اس کی ڈیوٹی اور فرائض کا تعین خود منعم حقیقی اور خالق کائنات نے کردیا کہ :وما خلقت الجن والانس الالیعبدون یعنی ہم نے جن وانس کوخدا کی عبادت کے لئے پیدا کیا' کائنات اس کی خدمت پر ماموراور انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت پر مامور ۔اسی اطاعت وعبادت پر ثمرات کا مرتب ہونا ہے۔جس نے اپنی زندگی حق تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صرف کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ہزارہا پیدا کی گئی نعمتوں سے فائدہ لیتے ہوئے مقصدِ پیدائش یعنی عبادتِ حق کا فریضہ بھی ادا کردیا۔اور جس بدقسمت نے اس کارخانہ ربانی کی ان گنت نعمتوں سے مستفید ہونے کے بعد بھی اپنی پیدائش کی غرض سے روگردانی کی اور اس چندروزہ قیمتی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کی بجائے لہوولعب میں خرچ کردیا' اب جس نے عبادت کی اور جو اس سے محروم رہا۔ان کے درمیان فرق وامتیاز عقلاً وعرفاً ضروری ہے اگر یہ امتیاز نہ ہوا تو پھر جس نے عبادت کی وہ مقصدِ تخلیق پر عمل پیرا رہا۔اس کی پیدائش کی غرض بھی فضول اور بے فائدہ رہی۔اسی امتیاز اور فرق کرنے کے دن کو یوم القیامہ اور یوم الفصل کہاجاتا ہے ان یوم الفصل کان میقاتا میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

دنیا مجموعہ اشرار واخیار

اس کی مزید وضاحت اس طرح کرتا چلوں کہ یہ دنیا مجموعہ اشرار واخیار ہے 'جب شیطان کو آدمؑ کے سامنے سجدہ ادب کرنے سے انکار پر جنت سے نکالا گیا' وہیں سے انسانیت دشمنی

شروع کر کے اس نے نسل آدم کو گمراہ کرنے کی قسم اٹھائی کہ میں چاروں اطراف سے حملہ آور ہو کر اولادِ آدم کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کے لے ہر حربہ استعمال کروں گا خالق انسانیت نے بھی ایک خاص مدت تک مہلت دے کر فرمایا: کہ ذلیل وخوار ہو کر جنت سے نکل جا اور اولادِ آدم میں سے جو بھی تیری اتباع کرے گا۔ میں تیرے متبعین سمیت تمہیں واصلِ جہنم کر دوں گا۔ اب شیطان اسی عزم وقصد سے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے' انبیاء وصلحا' وخطباء بنی نوع آدم کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے کے لئے کلام ربانی اور احکامات سبحانی کے بہترین ہتھیار کے ذریعے بعثت آدم سے لے کر قیامت سے پہلے مقررہ وقت تک دفاع کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اولادِ آدم دو کیمپوں میں بٹ گئی۔ ایک بدبخت شیطان کے بہکانے میں آ کر حزب الشیطان کا حصہ بنا۔ دوسرا خوش نصیب رحمان کے بتلائے ہوئے رشد وہدایت کی راہ اپنا کر حزب اللہ کا عضو اور ممبر بنا۔ گویا تمام بنی آدم اسی عالم کے اجزاء ہیں۔ جس میں بعض کار آمد اور بعض بے کار۔ بعض اعلیٰ وقیمتی اور بعض ادنیٰ اور بے قیمت ہونے کے درجے ہیں۔ اب دنیا کے عرف و رواج میں جب کار آمد و بے کار دو انواع آپس میں ملے ہوئے ہوں، تو ایک کو اپنے مکان و مصرف پر پہنچا دیا جاتا ہے۔

ایک بہترین عقلی مثال

جیسے وہ شخص جو اپنے گھر کیلئے خالص دودھ حاصل کرنے کا شوقین ہو بھینس یا گائے خرید کر صبح وشام اسکے چارے، پانی کا خوب اہتمام سے خیال رکھتا ہے اس پر قسم قسم کے اخراجات برداشت کرتا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ دودھ میسر ہو، یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا ہے جبتک یہ جانور اس کا مقصد پورا کر سکے دودھ کا سلسلہ ختم ہونے پر بھی اگر اسکا مالک بغیر فائدہ لیے ہوئے اس پر وہی دودھ دینے والے جانور کا خرچہ کرتا رہے تو لوگ اسے بیوقوف سمجھیں گے کیونکہ اب اسکا مصرف یہ ہے کہ قصائی کے حوالے کیا جائے نہ کہ بلا فائدہ اس پر اخراجات برداشت کیے جائیں ۔ دودھ دینے والے اور نہ دینے والے میں امتیاز کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ دونوں کو ایک ہی لاٹھی

سے ہانکنے سے بڑھ کرنا انصافی اور کیا ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں خیروشر کا تمیز

دنیا میں تو برے اور بھلے میں ہم امتیاز کرتے ہیں، تو اس رب العالمین کے بارے میں کیسے یہ تصور کیا جائے کہ اس کے ہاں خیروشر کی تمیز نہ ہوگی، جب کہ اس نے خود اس غلط تصور کی نفی انتہائی شدت سے کی ہے ارشاد ہے: کہ

ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصالحات کاالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کاالفجار.

''کیا اگر آخرت نہیں ہے تو ہم اللہ تعالیٰ پر یقین کرنے والوں اور نیکوکاروں کو مفسدوں کے برابر رکھیں گے اور نیکوکاروں کے ساتھ بدکاروں کا سلوک کریں گے، ہرگز نہیں''

فیصلے کا دن

اسی خیروشر کے درمیان تمیز اور جدائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو دن مقرر کیا ہے اور جس کا بیان اللہ رب العزت نے سورۃ یسٰین کی آیت **وامتا زوا الیوم ایھا المجرمون** (اے مجرمو! نیکوکاروں سے الگ ہو جاؤ) میں صراحت سے بیان فرمایا ہے اسے یوم الجزاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس میں حزب اللہ کے ارکان اپنے ٹھکانے جنت اور حزب الشیطان کے افراد اپنے مسکن جہنم پہنچا دیئے جائیں گے۔

مسئلہ معاد پر عقلی دلیل

ایک محقق بزرگ نے مسئلہ معاد یعنی ثبوت قیامت پر عقلی اعتبار سے دلائل پیش کرتے ہوئے ایک دلیل کے ضمن میں فرمایا: کہ آخرت وقیامت کا خوف ہی انسانی زندگی کو برے اعمال و افعال ومنکرات سے بچانے والی چیز ہے اگر انسان اس فکر سے آزاد ہو جائے پھر اللہ کی اس دھرتی پر اسے کوئی خون ریزی' دوسروں کے حقوق غصب کرنے' گناہوں کے ارتکاب سے روکنے والا نہیں۔ اور اگر یہی عقیدہ اور تصور ہو تو خلوت میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنے کئے کی جزا

وسزا کا خوف ہوگا اور جلوت میں بھی۔ رات کے اندھیروں' دن کے اجالوں اور بیابانوں میں جہاں کوئی بھی اسے دیکھنے والا نہ ہو گناہوں سے روکنے والی طاقت صرف اور صرف خوف خداوندی اور پختہ یقین کہ **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ**. کہ ایک دن ہر عمل ایک خاص شکل میں دیکھنا ہے اور اس پر اسی کے مطابق نتیجہ وثمرہ مرتب ہونا ہے۔ تو گویا اس سارے عالم کو ظلم و جبر' استحصال و استبداد سے محفوظ رکھنے کا سب سے بڑا گُر عقیدہ قیامت پر پختہ یقین ہے۔

عقیدہ آخرت کے برکات

تاریخ انسانیت پر نظر دوڑائیں کہ جس قوم و ملک اور ملت نے حقیقی معنوں میں اس عقیدہ کو اپنایا، منکرات اور گناہوں کے ساتھ ساتھ' ظلم وستم' باہمی فساد' قتل وغارت جیسے جرائم سے محفوظ رہے۔ وہ پوری ملت امن و امان کا گہوارہ رہا اور جس خطے کے لوگوں کا قیامت پر عقیدہ صرف زبانی اور نامکمل یا اس سے انحراف کیا ہے، وہ قسم قسم کے گناہوں کے دلدل میں پھنسنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی بے راہ روی' بدامنی' بے حیائی اور قتل وغارت گری' لوٹ کھسوٹ جیسے جرائم میں مبتلا رہیں ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہر نبی و رسول نے دین کے بنیادی عقائد و تعلیمات کے ساتھ ساتھ مردوں کو دوبارہ زندگی اور قیامت کے عقیدہ پر بھی زور دیا اور قرآن نے تو پھر انتہائی تفصیل سے اجاگر کر کے **مصدقاً لما معکم** کی حیثیت سے گزشتہ آسمانی کتب جن میں قیامت کا تذکرہ تھا، کی تصدیق کر دی۔ جیسے اور انبیاء کے ادوار میں منکرینِ قیامت اس عقیدہ کو سن کر نہ صرف انکار کرتے بلکہ اسے نا قابل فہم مشرکین عقیدہ بعث بعد الموت یعنی قیامت کا سن کر قسم قسم کے اعتراضات وسوالات کرتے کبھی کہتے کہ **من یحیی العظام و ھی رمیم** (کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا) جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قل یحیھا الذی انشأ ھا اول مرۃ** ۔''ان کو بتلا دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار بنایا۔'' دوسری

جبکہ ارشاد فرمایا: وھو اھون علیہ "دوبارہ پیدا کرنا پہلے کی نسبت زیادہ آسان ہے"

منکرین قیامت کے شبہات اور قرآنی جوابات

کبھی کہتے

ان ھی الاحیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین.

"زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے جس میں جینا اور مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ ہونے والے نہیں۔"

جبکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ

افجستم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لاترجعون.

"کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم اعمال کے نتائج و ثمرات پانے کے لئے قیامت میں ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے۔

بالکل اسی قسم کے خیالات اور عقائد فاسدہ اس دور میں ان برائے نام مسلمانوں کے بھی ہیں جو مادہ پرستی کی لپیٹ' خواہشاتِ نفس کی غلامی اور اہل یورپ کی تقلید میں اندھے ہو چکے ہیں۔ نام کے تو مسلمان مگران کے سامنے جب قیامت' عذاب قبر' موت کے بعد زندگی اور حساب و کتاب کے عقائد واعظ بیان کریں تو اسے ملاّ کے توہمات اور فرضی تصورات سے تعبیر کر کے انکار کر جاتے ہیں جو کہ صریح کفر اور عقائد حقہ سے انحراف کے مترادف ہے۔

اس حدیث کے سلسلے میں مزید معروضات اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ کو ذکر کروں گا۔

احکم الحاکمین مجھے اور آپ کو روزِ قیامت پر کما حقہ ایمان لانے کی توفیق نصیب فرما کر اس سخت ترین روز کی صعوبتوں سے محفوظ فرماویں۔ آمین!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

وقوعِ قیامت اور اسکی نشانیاں

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: عن عمر بن الخطابؓ قال بینما نحن عندرسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم اذ طلع علینار جل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایری علیه اثر السفرولم یعرفه منا احدحتی جلس الی النبی صلعم فاسند رکبتیه الی رکبتیه ووضع کفیه علی فخذیه وقال یا محمد صلی الله علیه وسلم اخبر نی عن الساعة قالؐ ماالمسؤل عنها باعلم من السائل قال فاخبر نی عن اماراتها قالؐ ان تلدالامة ربتها وأن تری الحفلة العراة العالة رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان الخ او کما قالؐ (رواہ مسلم و بخاری)

''سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک شخص وارد ہوا، جس کا لباس نہایت صاف ستھرا اور سفید تھا۔ اسکے بال بہت سیاہ اور چمکدار تھے، اور اس پر سفر کی کوئی علامت موجود نہ تھی، اور ہم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا بھی نہ تھا۔ وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت قریب آ کر اس طرح دوزانو بیٹھ گیا، کہ اس نے اپنے گھٹنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے نہایت قریب

کر لیے، اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے اور عرض کرنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے بتائیں قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا یہ سوال سنا تو فرمایا: کہ اس کے متعلق جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ بعدازیں وہ شخص کہنے لگا: اچھا آپ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی ارشاد فرمادیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ "لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور برہنہ پا برہنہ جسم یعنی مفلس وفقیر لوگ جو بکریاں چروانے والے ہوتے ہیں وہ عالی شان محلات اور سر بکف منزلوں میں رہائش پذیر ہوں گے اور نہایت فخر غرور کی زندگی بسر کرنے لگیں گے"

آپ کو یاد ہوگا کہ پہلے جمعہ کو اس حدیث کی توضیح کے سلسلہ میں قیامت کے ثبوت کیلئے بعض نقلی و عقلی دلائل پیش کر چکا ہوں جسکا خلاصہ یہ نکلا کہ روئے زمین پر رب کریم کی ان گنت نعمتوں کے بچھائے ہوئے عظیم دسترخوان سے مطیع و عاصی، فاسق و نیکوکار اور کافر و مسلمان برابر فوائد حاصل کر رہے ہیں، بلکہ فساق و فجار کچھ زیادہ مزے میں ہیں۔ جبکہ بدکار کی تمام زندگی اپنے خالق حقیقی کی نافرمانی میں گزر رہی ہے اور نیکوکار شبانہ روز اپنے رب کی رضا کے حصول میں سرگرداں ہیں۔

نیک و بد کا امتیاز

اب اگر ایک مقرر وقت پر جسے روزِ قیامت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان دونوں میں تمیز نہ کی جائے تو سراسر ناانصافی ہوگی، جس کا تصور اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس ناانصافی کی ذرہ سی نسبت کرنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ کھیتی باڑی کرنے والا کاشتکار اعلیٰ ترین بیج بونے اور اگنے کے بعد اپنے کھیت کو جس میں اپنے بوئی ہوئی فصل کے ساتھ ساتھ کانٹے اور غیر فائدہ مند پودے بھی اگ جاتے ہیں کو بھی برابر پانی، کھاد اور یوریا وغیرہ مہیا کرتا ہے۔ اس پانی اور کھاد سے مقصودی فصل کے مقابلہ میں غیر مقصدی پودے فائدہ بھی زیادہ حاصل کرتے ہیں مگر وقت مقررہ کو کسان اسی ایک کھیت میں اُگے ہوئے مختلف اقسام کے اُگے ہوئے پودوں میں جدائی کا اہتمام کر کے فائدہ

مند پیداوار کے ساتھ اکرام کا سلوک کرتا ہے اور غیر فائدہ مند اشیاء کو تلف و ضائع کر دیتا ہے، اگر ایک کاشتکار ان دو قسم کی فصلوں میں جدائی کا بندوبست نہ کرے تو ہر انسان اسے بے وقوف اور عقل سے عاری تصور کرتا ہے۔ تو جب اللہ کے بنائے ہوئے ایک انسان کے بارے میں یہ رائے ہو تو وہ ذات باری تعالیٰ جس کا کوئی فعل حکمت و دانائی سے خالی نہیں، کے بارہ میں کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسا انسان جو اپنے نفس اور خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہو کر پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ہوائے نفس کی اطاعت میں گزارے اور دوسرا شخص اپنے مالک حقیقی کی رضا و رغبت کے لئے اپنی خواہشات کی پامالی کر کے اپنے آپ کو خدا کے احکامات کے تابع کر دے۔ دونوں کے درمیان امتیاز اور جدائی اور ہر دونوں کو اپنے اپنے کئے ہوئے اعمال کی جزاء وسزا کیلئے اس کے ہاں ایک وقت مقرر نہ ہو۔

بعض علوم جو علم غیب کے ساتھ خاص ہیں

ہاں اتنا البتہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی حکمت کے پیش نظر بعض علوم کا صرف اپنے پاس پردۂ غیب میں رکھنا منظور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ لقمان میں ارشاد ہے:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینز ل الغیث ویعلم مافی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

''بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور نازل کرتا ہے بارش، اور اسی کو علم ہے کہ ماں کے پیٹ یعنی رحم میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کسی کو معلوم نہیں کہ کس زمین میں مرے گا، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا باخبر ہے''

ان پانچ اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص مخفی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس صرف ان پانچ چیزوں کا علم ہے باقی کا نہیں بلکہ یہاں یہ پانچ صرف بطور مثال اور نمونہ کے ذکر ہوئے ہیں کہ جن امور کا انسان سے براہ راست تعلق ہے، صبح و شام ان کے بارے میں فکرمند رہتا ہے اسے ان کے بارے میں بھی علم نہیں ہوتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ تمام کائنات کے

اختتام اور درہم برہم ہونے کا وقت کون سا ہے۔ انسان کیلئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ ان معاملات اور امور میں اللہ کے قضاء وفیصلہ پر ایمان لا کر شکوک وشبہات سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

مذکورہ آیت کا سببِ نزول

بعض علمائے کرام کا خیال یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں پانچ امور کا ذکر اور تخصیص محض ایک سائل کے سوال کی بنا پر ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ بارش کب ہوگی؟ میری بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی؟ اپنی آئندہ کی سرگرمیوں کا حال کیسے معلوم ہوگا؟ کون سے امور نفع کے اور کتنے اعمال ضرر رسانی کے ہوں گے؟ اور نفس کا خاتمہ یعنی موت کب؟ کیسے اور کہاں واقع ہوگی۔ ان پانچ اشیاء کے بارے میں سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ان امور کا حتمی اور یقینی علم وادراک خدا ہی کو ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

خلیفہ منصور کا خواب اور ابوحنیفہؒ کی حسنِ تعبیر

پہلے بھی شاید امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ذکاوت اور فہم کا بیان کے ذیل میں واقعہ ذکر کر چکا ہوں کہ عباسی دور کے مشہور خلیفہ منصور نے رات خواب میں موت کے فرشتے کو دیکھ کر اس سے سوال کیا کہ میری موت میں کتنا عرصہ باقی ہے۔ فرشتے نے پانچ انگلیوں سے صرف اشارہ کر کے جواب دینے پر اکتفا کیا اور مزید وضاحت اور تفصیل نہ بتائی۔ خلیفہ منصور نے صبح خواب کی تعبیر بیان کرنے والے ماہرین کو بلا کر اپنا خواب تعبیر کیلئے پیش کر دیا' کسی نے اس اشارہ سے یہ سمجھا کہ فرشتے کی مراد اس سے ۵ سال ہے کہ آپ کی عمر پانچ سال باقی ہے۔ پانچ سال کے بعد آپ کو مرنا ہے۔ بعض نے اس سے مراد پانچ ماہ اور ایک نے پانچ یوم مراد لیا۔ ظاہر ہے کہ خلیفہ یہ سن کر مایوس ہوتا رہا۔ جس کسی کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں وقت' فلاں سال ومہینہ مجھے مرنا ہے' پریشانی لاحق ہوگئی۔ اسی مجلس میں امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا کہ اس میں کسی مقررہ مدت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ یہ قرآن مجید کی آیت **ان اللہ عندہ علم الساعۃ**

الخ کی طرف اشارہ تھا کہ موت کے وقت مقررہ کا پوچھنا بھی ان پانچ امور میں سے ہے جنکا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ مجھے آپ کی موت اور بقایا عمر کا کوئی علم نہیں۔

قیامت کی آمد پر تنبیہ

اس خوفناک دن کی اطلاع' جیسا کہ گزشتہ خطبہ کے ابتدائی کلمات میں کر چکا ہوں' تمام انبیاء کرام نے دی' چونکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی آخرالزماں وختم الرسل ہیں اسلئے انہوں نے زیادہ تفصیلات و تاکیدات سے اسکا ذکر فرما کر یہاں تک فرما دیا کہ قیامت قریب آ پہنچی اور میں اس دنیا میں اللہ کا آخری رسول ہوں' قرآن مجید نے بھی بیانگ دہل اعلان فرمادیا کہ **اقتربت الساعة وانشق القمر** ''قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند دوٹکڑے ہوا'' اور خوابِ غفلت میں پڑے رہنے والوں کو مزید تنبیہ کیلئے زوردار الفاظ سے فرمایا: کہ

فهل ينظرون الاالساعةان تاتيهم بغتة فقد جاء اشراطها فانى لهم اذا جاء تهم ذكراهم

'' پس کیا یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے بس یاد رکھو کہ اس کی کئی علامتیں آ چکی ہیں' تو جب قیامت انکے سامنے آ جائے گی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا''

علاماتِ قیامت

تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی امتوں کو جس طرح قیامت کی حقانیت اور وقوع پذیر ہونے کی جس طرح اطلاع دی اسی انداز سے انہوں نے علاماتِ قیامت بھی ذکر کردیں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسالت ونبوت کا دروازہ بند ہے اور روز قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے رہبر و راہنما ٹھہرائے گئے ہیں تو انہوں نے قیامت تک ظاہر ہونے والے اہم واقعات و حادثات کی اطلاع بھی' جوان کو بذریعہ وحی بتلائی گئی زیادہ بسط وشرح سے پیش کر دیں۔ ان واقعات و حادثات میں اہم ترین واقعات علامات قیامت کے نام سے مذکور ہیں احادیث وشریعت کی کتابوں کی اصطلاح میں **اشراط الساعة و علامات الساعة** وغیرہ کے

ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت سے پہلے بطور تمہید واقعات و حالات کے بیان کرنے کی غرض امت کو یوم آخرت کی طرف رغبت دلانا' اصلاح اعمال کرنا' شیطانی خواہشات کو چھوڑ کر رحمانی انعامات کی طرف متوجہ ہونا' لذائذ دنیا میں مستغرق و منہمک رہنے کی بجائے فکرِ آخرت جیسے اہم ترین مقصد پیدائش پر عمل پیرا ہونا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقع پر صحابہ کو ان علامات کی تعلیم و تلقین فرماتے رہے۔

احادیث میں علامت قیامت کا ذکر

احادیث کی تمام مستند و اہم کتابوں میں محدثین نے ان کو علاماتِ قیامت کے نام سے احادیث جمع کر کے مستقل باب اس نام سے قائم کر دیئے۔ انہی قیامت سے پہلے واقع ہونے والی نشانیوں میں سے بعض علامات کا ذکر آج اور گزشتہ جمعہ کے ذکر کردہ حدیث میں بھی ہیں کہ جبرئیل امین نے ایک شخص جس کا لباس نہایت صاف ستھرا سفید اور بال سیاہ چمکدار تھے کی شکل میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کب آئیگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ماالمسئول عنھا باعلم من السائل** "جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا"

جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی

جس کے بعد حضرت جبرئیل نے قیامت کی نشانیوں کے بارہ میں پوچھا، جس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔ اس جملہ کے محدثین و علماء نے مختلف توجیہات بیان کئے' بعض کی رائے میں اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جب معاشرہ جنسی لحاظ سے اس حد تک بگڑ جائے کہ مرد و زن کا اختلاط ہو، اپنے پرائے کی تمیز ختم ہو جائے گی' حیاء و شرم کا نام بھی باقی نہ رہے' آزادی نسواں و دیگر پرفریب نعروں سے عورت کی عفت اور پاکدامنی کو تار تار کیا جائے جس کے ردعمل کے طور پر زنا جیسا بدترین گناہ عام ہو جائے' اخلاقی و معاشرتی پابندیوں کو پھلانگ کر غیر شرعی و غیر اخلاقی تعلقات مرد و زن کے

درمیان استوار ہوں۔اس کے نتیجہ میں ناجائز بچے کثرت سے پیدا ہوں گے،جن کو نہ ماں کی خبر ہوگی کہ مجھے کس نے جنا ہے اور نہ باپ کی کہ کس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہوں؟ پھران ناجائز پیدا شدہ بچوں میں جو بڑے ہوکر مال و دولت کے مالک بنیں گے وہ اپنی انہی ماؤں کو جنہوں نے اسے اپنے رحم سے جنا ہے لاعلمی میں بطور باندی یا آج کل کے دور میں ملازمہ کے طور پر اپنی خدمت کروانے کیلئے رکھیں گے۔بعض کا خیال یہ ہے کہ اس جملہ سے مراد بڑے اور چھوٹے کے درمیان ادب واحترام کا رشتہ ختم ہونا ہے کہ بیٹی اپنی ماں کو اور بچہ اپنے باپ کو ایسا حکم دے گا جیسا کہ حاکم اپنے محکوم اور آقا اپنے غلام کو حکم دیتا ہے

یورپ میں جنسی اختلاط

جہاں تک قیامت کی نشانی کا تعلق ہے دونوں توجیہات کی شکل میں یہ نشانی موجود ہو چکی ہے'یورپ سیکولر اور غیر اسلامی ممالک میں تو بے حیائی' حرام کاری' جنسی اختلاط کی حکومتی اور سرکاری سطحوں پر سرپرستی ہو رہی ہے' بعض ممالک کے آئین ساز و قانون ساز اداروں کی طرف سے باقاعدہ تحفظ بھی دیا گیا ہے۔آئے دن اخبارات و جرائد میں آپ دیکھتے ہوں گے کہ ان نام ونہاد ترقی یافتہ ممالک میں کئی لاکھ بچے بغیر اصلی باپ کے حرام کاری کے ذریعہ پیدا ہو رہے ہیں ان بچوں کو اپنے والد کے بارے میں علم ہی نہیں ہوتا۔جب والدین کا صحیح علم نہ ہو تو ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ والدین کو وہ قدر واحترام دیں'اوران کی خدمت کریں گے' جس کا دین اسلام تقاضا کرتا ہے عبث ہے'اپنے والدین کو عزت کا مقام دینا تو کجا' بلکہ وہ جب کام کرنے سے رہ کر بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں' تو اولاد کہلوانے والے ان کو کسی سرکاری ادارہ کے حوالہ کر کے اپنے آپ کو ان سے فارغ کر لیتے ہیں۔

مسلم معاشرے کی زبوں حالی

یہ تو غیر مسلم معاشرے کا حال ہے اب آیئے اسلامی ممالک اور اپنے گردو پیش کے حالات پر نظر دوڑائیں کہ فحاشی' عریانی کے مقابلہ میں ہم بھی ان سے سبقت حاصل کرنے کی دوڑ

میں نمایاں ہیں۔ یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں میں مخلوط نظام تعلیم' گھر گھر وی سی آر کی لعنت' غیر ملکی عریانی اور فحاشی سے بھری فلموں کی یلغار، جنسی سکینڈلوں وتصاویر سے بھرے اخبارات وجرائد وغیرہ تمام احوال وکردار' زنا جیسے بدترین اور تباہ کن گناہ کے پھیلانے میں اہم رول ادا کرر ہے ہیں اور اسلامی ممالک نام نہاد مسلمان بھی تیزی سے تباہی کے گڑھے کی طرف گامزن ہیں ایسی صورتحال میں یہاں بھی مرد وزن کے بڑھتے ہوئے اختلاط و دیگر عوامل اور سرکاری سطحوں پر لادینی پروگراموں اور اداروں کی سرپرستی کی وجہ سے ماں بیٹی کی شناخت وتمیز ختم کر کے قیامت سے پہلے قیامت کی اس علامت کی مسلمان خود تصدیق کر دیں گے۔

جب اولا دوالدین کوحقیر جانے

رہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی دوسری توجیہ کہ بیٹی ماں کو حکم دیگی تو ہمارے ہاں گھر گھر اس برائی کا دور دورہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ''

کبر الکبر اور من لم یؤقر کبیر ناولم یرحم صغیر نا فلیس منا او کمال قال"

کی ہر جگہ خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ بیٹی اپنی ادھیڑ عمر ماں کو اور بیٹا اپنے معمر باپ کو عقل سے عاری سمجھ کر ان کی بات اور مشورہ کو کوئی وزن ہی نہیں دیتا۔ اور بس چلے تو ان کو اپنے کسی گھریلو ملازم سے بھی کمتر درجہ دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ ان پر حکم چلانا تو عار ہی نہیں سمجھتے، اگر بیٹا دولت منداور کسی عہدہ پر فائز ہو جائے اور بیٹی کی دولتمند گھر میں شادی ہو جائے تو اپنے سادہ وغریب باپ وماں کو والدین کہلانے کی بجائے ان کو اپنا دیہاتی ملازم ظاہر کرتے ہیں۔

جب نا اہلوں کی حکومت ہو گی

دوسری نشانی قیامت کی اس حدیث میں یہ ذکر فرمائی کہ ننگے پاؤں اور ننگے جسم پھرنے والے فقیر و کوڑی و کوڑی کے محتاج اور سارا سارا دن بکریوں کے چرانے والے حکومت کے ایوانوں اور بلند و بالا محلات کے مالک ہو جائیں گے۔ مطلب یہ کہ کل تک جو لوگ شریف النسل' بلند خاندان اور مہذب معاشرہ کے افراد تھے۔ حوادث زمانہ اور انقلابات کی وجہ سے وہ گوشہ گمنامی کا

شکار ہو جائیں گے۔ غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کا شکار ہو کر بے روزگاری و پریشان حالی میں اپنی حیثیت اور مقام کو کھو جائیں گے۔ معاشرے و سماج میں ان کا نام و نشان تک نہ رہیگا، ان کی جگہ وہ لوگ جن کا کل تک معاشرے میں نام لینے والا کوئی نہ تھا' حسب و نسب' شرافت و خاندان' تہذیب و شائستگی کے اعتبار سے بالکل بے حیثیت تھے تعلیمی و اخلاقی ہر لحاظ سے پست سمجھے جاتے تھے۔ سماج و رواج کے غیر عادلانہ سیاست کی بدولت حکومت و مسندِ اقتدار کے مالک بن جائیں گے۔

علاماتِ قیامت کا ظہور

اس نشانی پر اگر ہم غور کریں تو تقریباً یہ بھی ظاہر ہو چکی ہے، ممکن ہے ابھی انتہا کو نہ پہنچی ہوں' اپنے اطراف میں اگر اقتدار و دولت کے اصحاب پر نظر ڈالیں تو زیادہ تر اسی قسم کے لوگ قابض و براجمان ہیں جنکا ذکر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشہور حدیث میں فرمایا ہے' دھوکہ وفریب و ناجائز ذرائع سے کمانے والے وہ معمولی لوگ' بڑی بڑی جاگیروں' محلات' بینک بیلنسوں کے مالک بن کر اقتدار و حکمرانی پر بھی قابض ہو گئے۔ حقیقی شرافت و نجابت اور اہلیت رکھنے والوں کو ذلیل کر کے انکا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ اس سے بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ اب اس دنیا کے خاتمہ کا وقت آچکا ہے جسے قیامت کہا جاتا ہے۔

اللہ جل جلالہ ہمیں ہر فتنہ سے محفوظ فرما کر سلامتی ایمان کیساتھ قبر اور قیامت کی تیاری کے اسباب پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

فکرآخرت

(۱)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعدفقد قال الله تعالی:اذاوقعت الواقعة☆لیس لوقعتها کاذبة☆ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الا ظله' امام عادل، و شاب نشاء فی عبادة الله ورجل قلبه معلق باالمسجد، و رجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه وتفرقا علیه، ورجل دعته امرلة ذات حسب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فاخفا هاحتی لاتعلم شماله' ماتنفق یمینه ورجل ذکر الله خالیاً ففاضت عیناه. او کما قال علیه الصلوة والسلام.

''جب قیامت برپاہوگی اوراسکاواقع ہوناجھوٹانہیں''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کہ سات شخص ایسے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائینگے جس دن کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ پہلا وہ بادشاہ جو عادل ہو،اوروہ جوان جواللہتعالیٰ کی عبادت میں محوہو،اوروہ آدمی جسکا دل مساجد کے ساتھ بندھا ہوا ہو،اوروہ دوآدمی جواللہتعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھیں اوراسی محبت پرجمع اورجدا ہوں،اور

وہ آدمی جسکو خوبصورت اور حسب نسب والی لڑکی اپنی طرف بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہتعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جو ایسا خفیہ صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، اور وہ آدمی جو اللہتعالیٰ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہوں"

تمہید

شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت کے اور ان سخت ترین دن کے مصائب سے بچنے کے اعمال واسباب کی طرف ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیامت کا ہولناک منظر

کہ جو شخص دنیا میں قیامت کے منظر کو دیکھنے کا خواہاں ہو تو وہ **سورۃ اذا السماء انشقت و اذنت لربھا و حقت** اور **اذا السماء انفطرت و اذا الکواکب انتثرت** کے مفہوم و معنی کا استحضار کرے۔ چاند و سورج اور ستاروں سے جگمگاتا ہوا آسمان پھٹ جائے گا۔ زمین لپیٹ دی جائیگی' سارا نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائیگا۔ قبور کھل کر مردے اس سے جیسے پودے زمین سے اُگتے ہیں نکل آئیں گے' تخم ریزی کے بعد اچانک جس طرح کھیت میں زمین چیر کر نیا پودا نکالتا ہے، اسی طرح تمام انسانوں کا دوبارہ بعث بعد الموت ہوگا۔ دوسری جگہ قیامت کے واقع ہونے کی طرف حق تعالیٰ نے اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: **اذا وقعت الواقعة لیس لوقعتھا کاذبة** یعنی جب قیامت واقع ہو جائے گی اور اس کے وقوع کو جھٹلانے اور من گھڑت کہلوانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یومِ آخرت سے افسوسناک بےفکری

لیکن افسوس کہ ہم اس یقینی واقع ہونے والے دن اور اس کی سختیوں سے بےخبر ہو کر اس فانی دنیا میں ڈوب گئے کہ قیامت' موت اور قبر کا صرف زبانی ذکر تو ہے مگر ان اندوہناک مقامات میں اپنے لئے بچاؤ کی تدابیر سے ایسے بےفکر کہ لگتا یوں ہے گویا ہم دل سے اس کے قائل

ہی نہیں۔

مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد اور روزِ محشر میں کیا کیا حالات پیش آنے ہیں تو شدید غم و ہیبت سے لوگ مکانات، اولاد اور بیویوں کو چھوڑ کر مجنونانہ انداز میں جنگلوں کی طرف بھاگ کر دنیا کی وقتی وفانی راحت وسکون بھول جائیں گے۔

شدت گرمی

صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث میں بے شمار احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن گرمی کس شدت سے ہوگی؛ دھوپ سروں پر ایک میل یعنی دارالعلوم حقانیہ سے لے کر اکوڑہ خٹک کے سٹیشن تک کے فاصلہ پر ہوگا۔ آج جب کہ سورج کروڑوں میلوں کے فاصلے پر ہمارے سروں سے دور ہے، گرمیوں کے مہینے میں نو بجے صبح سے عصر تک دھوپ میں نکلنا اور اس کی حرارت برداشت کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ دھوپ کے اثر سے بچنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی جاتی ہیں؛ بے شمار نسخے وتراکیب بروئے کار لائے جاتے ہیں کہ کہیں سن سٹروک سے آمنا سامنا نہ ہو، ان ایام میں ہر ملاقاتی دوسرے ملنے والے سے گرمی کی شکایت اور بدن پر اس کے واقع ہونے والے تکلیف دہ اثرات کا واویلا کرتا رہتا ہے، جب کہ یہ دھوپ کروڑوں میل سروں سے دور رہتی ہے اور قیامت کے دن انسانی سروں سے اس کی دوری صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہوگی تو اس کی گرمی اور روز محشر جمع ہونے والوں پر اس کے مضر اثرات کا تصور بھی بدن پر لرزہ طاری ہونے کے لئے کافی ہے۔

کربناک واقعہ

کیونکہ اس دن نہ بجلی کا پنکھا؛ نہ ائر کنڈیشنڈ اور نہ اور کوئی گرمی سے بچانے والا آلہ ہوگا؛ بلکہ وہ حاضری ایک ایسے وسیع وعریض ہموار میدان میں ہوگی کہ اگر اس کے مشرقی جانب آخری سرے میں ایک آدمی کھڑا ہو تو وہ اس وسیع میدان کے مغربی جانب آخری سرے میں کھڑے

آدمی کو دیکھ سکے گا' اس میدان میں نہ پہاڑ نہ درخت' نہ مکان' نہ پستی اور نہ اونچائی ہوگی۔ اس کی جانب اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے: کہ **لا تریٰ فیھا عوجا ولا امتا**

نفسانفسی کا عالم

دنیا میں اگر بچے کو تکلیف ہو تو باپ کی طرف مدد کے لئے دوڑتا ہے' بیوی خاوند کی طرف' بھائی بھائی سے مدد مانگتا ہے مگر اس کربناک موقع پر ہر کوئی اپنے اپنے پسینہ میں اپنے اپنے اعمال کے مطابق ایسا ڈوبا ہوگا کہ ہر ایک اپنے دنیاوی قریب سے قریب قرابت دار سے دور بھاگے گا۔ جیسے کہ اس عالم فانی میں وبائی اور عمومی مصیبت آنے کی صورت میں کبھی کبھی ہر کسی کو اپنی اپنی فکر لاحق ہو کر دوسرے سے بے نیاز و بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ جب کہ اس عالم کے مصائب و تکالیف کی عالم برزخ و عالم حشر و عالم جہنم کے مصائب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ جیسا کہ باری تعالی نے خود بیان فرمایا:

یوم یفر المرء من اخیہ☆ وامہ وابیہ☆ وصاحبتہ وبنیہ☆ لکل الامرءِ منھم یومئذٍ شان یغنیہ☆

صالح امتی نبی کیلئے باعث افتخار

قیامت کے دن میں وہ لمحہ بھی ہے جس کے بارے میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میرے امتی ہونے کے دعویدارو! کہیں میرے اور میری امت کے لئے بدنامی اور ذلت کی علامت بن کر مجھ سے سامنا نہ کرنا پڑے کہ کسی نبی کے امتی ہزار سال کی عبادت کا تحفہ و ہدیہ لے کر میدان حشر میں حاضر ہو اور کسی رسول کا مجتمع پانچ سو سال کی فرمانبرداری و اطاعت کا پروانہ لے کر وارِد میدان ہو اور میرا کوئی امتی اولین و آخرین کے درمیان اس حال میں آئے کہ اسے اپنی گردن پر کسی کے غضب و چوری سے حاصل کیا ہوا مال مسلمان کی عزت و جان کے خون کے جرم اور حقوق العباد سے لاد کر میرے پاس **یا رسول اللہ اغثنی** یعنی سفارش کی غرض سے حاضر ہو کر پوری امت کے لئے بدنامی کا باعث بن جائے۔

قیامت کے روز اعمال

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قیامت کے روز تمام اعمال وافعال ایک خاص صورت و انداز میں متشکل ومجسم ہو کر پیش ہوں گے،زنا ایک بد شکل عورت کی شکل میں زنا کار کے بانہوں میں پیش ہو گی۔اسی طرح تمام منکرات و اعمال قبیحہ کو بدترین صورت میں منکرات کا ارتکاب کرنے والوں کے سپرد کر کے میدان محشر میں لایا جائے گا۔عبادات و طاعات کو خوبصورت اشکال میں ڈال کر نیک بندوں کی رفاقت میں رب العزت کے حضور پیش کرنا ہونگیں۔

آخرت کا نظام عدل وانصاف

اس دنیا کے قانون عدل و انصاف و عدلیہ کا نظام اور میدان محشر کے نظامِ عدل و انصاف میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔یہاں پر معاشرہ میں عزت دار شخص جرم کر کے سیم وزر کے زور سے اس ذلت ورسوائی کا سامنا نہیں کرتا جس ذلت کا سامنا ایک غریب کو کرنا پڑتا ہے، یہاں شریف سفید پوش شہری دوسرے کا حق غصب کر کے بھی اپنی عزت وجعلی شرافت کا بھرم رکھنے کے لئے دنیاوی پولیس کو مسخر کر کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنوانے سے جان بچالیتا ہے کہ تھانے سے حوالات یا عدالت جاتے وقت راستے و بازار میں چند گزرنے والے ہاتھوں میں زنجیر دیکھ کر بدنامی رسوائی کا باعث نہ بن جائیں۔یا پولیس کو رشوت وچکمہ دے کر پرہجوم راستوں پر گزارنے سے مجرم اپنے آپ کو بچالیتا ہے مگر روز قیامت تو روز جزا ہے،اس روز ہر کسی کو اپنے نیک عمل کا صحیح اجر اور بدکار کو اپنے کیئے کی ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔وہاں تو عمل بد کرنے والے کو اولین و اخرین کے درمیان میں گناہ سمیت لایا جائے گا اور اس کے جرم کی تشہیر کے لئے اگر وہ جرم بے زبان ہے تو اسے زبان دی جائے گی یا اور کوئی ایسے آثار پیدا کر دیئے جائیں گے کہ تمام مخلوقات اس کے جرائم کی طرف متوجہ ہو کر اس کی ذلت کا مزید سامان مہیا کریں۔

رابعہ بصریہؒ کی عبادت واضطراب

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث واخبار سے عبرت وموعظمت حاصل کرنے کی بجائے ہم دن بدن خواب غفلت میں پڑتے جا رہے ہیں جب کہ ان اخبار کے صحیح ادراک تو رابعہ بصریہ جیسے پاکدامن اور راست باز اللہ کی بندی کو بے چین کئے ہوئے تھی۔ قیامت وروزِ محشر کے واقعات واحوال کا حضور کی احادیث کی روشنی میں سن کر اعمالِ صالحہ وعبادات کے لئے کمر ایسی باندھی کہ دن رات میں ایک ایک ہزار رکعت نفل پڑھنی شروع کردی۔ کسی نے کہا کہ آپ بڑی خوش بخت ہیں جنت ملے گی' کیونکہ مسلسل رب العزت کی اطاعت میں مصروف رہتی ہو' جواب میں فرماتی ہیں کہ جنت ودوزخ کا داخلہ تو اللہ کی مرضی پر موقوف ہے' میری عبادت کا مقصد یہ نہیں کہ جنت میں داخلہ اور جہنم سے بچاؤ ہو بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ (قیامت کے دن میری بدنامی کا ذریعہ نہ بنو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رسوائی کا ذریعہ نہ بنوں کی وجہ سے مضطرب وپریشان اور مصروف عبادت رہتی ہوں۔ دوسری طرف آج کی عورتیں ہیں کہ اکثر مسائل واحکامات سے آگاہ ہوکر بھی نوافل تو کیا کہ فرائض کی طرف دھیان تک بھی نہیں، اس کے مقابلے میں حضرت کی ایک امتیہ اور روحانی بیٹی نے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وخوشنودی اور روحانی عظمت مزید بڑھانے کیلئے دن رات ایک کردیئے۔

امت کی اعمال کی وجہ سے نبی علیہ السلام کو صدمہ

آج امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویداروں کی بداعمالیوں کی وجہ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر صدمہ پہنچ رہا ہوگا اس کے باوجود بھی ہم ان کی شفاعت کے طلبگار اور اپنے آپ کو حقدار سمجھتے ہیں۔ جب کہ آج بیشتر مسلمان جو مغرب کی تہذیب وتمدن اور افکار ودہریت کے نظریات کے پرستار ہیں' قیامت وحشر نشر وجزا وسزا جیسے یقینی عقائد کا انکار کرکے

اسے واعظ و ناصح کے مفروضے قرار دیتے ہیں۔

وقوعِ قیامت پر ایک عقلی استدلال

قیامت (یوم الحساب) کے وقوع پر قرآن مبین اور احادیث مطہرہ کی لاتعداد آیات اور اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم صریح دلالت کررہے ہیں، جس کے بیان کا نہ یہ مختصر وقت متحمل ہے اور نہ بیان کی کما حقہ استطاعت۔ اس کے واقع ہونے کے لئے صرف ایک عقلی دلیل ہی شاید کافی ہو کہ کائنات اور وسیع و عریض دنیا میں اللہ کی کروڑوں نعمتوں سے کافر و مسلمان یکساں مستفید ہورہے ہیں۔ ہر طرف اللہ تعالیٰ کے انعامات و کرامات کا ایک عظیم دسترخوان بچھا ہوا ہے' بلاتفریق رنگ و نسل اور ایمان ہر ایک نعمتوں کے چننے میں مصروف ہے' بلکہ کفار و فساق و فجار' مسلمان اور نیکوکار و پارسا سے زیادہ عیش و عشرت اور آسائش میں مصروف ہیں' مسلمان نے اپنے شامتِ اعمال کی وجہ سے ان کے سامنے دستِ سوال پھیلایا ہوا ہے۔ جب کہ افرادی قوت اور مادی وسائل کے لحاظ سے مسلمان ان سے کئی گنا بڑھ کر ہیں۔ مسلم امہ ذکر الٰہی سے غافل ہو کر مخدومیت اور اکرمیت کے مقام فائزہ سے گر کر خادمیت اور ذلت کی گہری کھائیوں میں جا پہنچی۔

بہر حال جب کائنات کی ان نعمتوں سے کافر و مسلمان' نیکوکار، و بدکار ظالم و مظلوم برابر و یکساں فائدہ حاصل کررہا ہے۔ ایک نیک مسلمان اللہ کی اطاعت' اس کے دین کی اشاعت اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے اعمال میں مصروف ہے اور دوسرا مظلومیت کی چکی میں پس رہا ہے کیا ظالم و مظلوم نیک و پارسا اور بدکار میں تمیز نہ کرنا بعید از انصاف نہیں۔ ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ' جزا و سزا کی صورت میں دنیاوی اخلاقی قانونی اور عرفی ذمہ داری نہیں۔ جس مملکت و تہذیب و تمدن میں یہ امتیاز ختم ہو، مہذب معاشرہ اسے جنگل کے قانون و آئین کا غدار کہتا ہو، پھر دونوں کیساتھ ایک ہی سلوک کیا جائے باغی اور وفادار کی تمیز نہ ہو، تو اربابِ عقل و دانش اس مملکت کی بھاگ دوڑ سنبھالنے والوں کے بارے میں کیا سوچیں گے؟ یہی حالت انسان کی ہے جسے احکم الحاکمین' مالک الملوک نے صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا جیسے کہ ارشاد ہے: **وما خلقت الجن**

والانس الالیعبدون . ایک مسلمان مقصد تخلیق پرکاربند ہے دوسرا اس مقصد سے منہ موڑ کر اس طرف توجہ ہی نہیں دے رہا تو کیا ان دونوں کے درمیان کسی خاص موقعہ پر انعام وسزا کی صورت میں امتیاز نہ کیا جاوے۔

قیامت یا یوم الحصاد

کاشتکار وقت مقررہ پر اپنی زمینوں میں گندم وغیرہ کا بیج بو کر کئی کئی مہینے فصل کی حفاظت ونگرانی میں گزارتے ہیں ان کی ساری محنت ومشقت کا نتیجہ پھر ایک دن جس کو عربی میں ''یوم الحصاد'' اور اردو میں فصل کی کٹائی کا دن کہتے ہیں' سامنے آتا ہے، اس دن گندم کی کٹائی کے بعد کٹے ہوئے فصل سے گندم وبھوسہ یعنی کارآمد وبیکار میں امتیاز کرنے کے لئے پورے فصل کو ایک خاص عمل سے گزارا جاتا ہے، بیلوں' ٹریکٹر وتھریشر وغیرہ کے ذریعہ اناج یعنی کارآمد چیز کو بھوسہ یعنی بیکار چیز سے الگ کرکے غلہ کو محفوظ جگہ پہنچا کر بھوسہ وغیرہ کو حیوانات کے چارہ کے طور پر یا جلانے والے ایندھن کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی مثال روزِ قیامت کی ہے، جسے یوم الحصاد سے تعبیر کیا گیا ہے جس طرح کھیت کے پانی وکھاد سے فائدہ مقصودی وغیر مقصودی جڑی بوٹیاں برابر حاصل کررہی ہیں مگر آخرکار بے فائدہ بوٹی کو نکال باہر کرکے پھینک دیا جاتا ہے۔ اللہ کی نعمتوں سے نیکوکار وبدکار' کافر ومسلم ہر دونوں فائدہ حاصل کررہے ہیں۔ قیامت کے دن دونوں کے درمیان گندم وبھوسہ کی طرح امتیاز کرکے مسلمان کو جنت عدن کے مقام پر حفاظت سے پہونچا کر کفار وبدکار کو جلنے کیلئے وارد جہنم کردیا جائے گا۔ اور یہ عمل دنیاوی نظام پر قیاس کرتے ہوئے نہ صرف ضروری بلکہ یہ احتساب وتمیز نہ کرنا سراسر بے انصافی وزیادتی ہوگی۔

اللہ جل جلالہ ہم کو روزِ قیامت پر صحیح عقیدہ ویقین محکم نصیب فرما کر روز حشر کے شدائد سے بچنے کے اسباب میسر فرماویں۔ وقت ختم ہونے کو ہے۔ انشاء اللہ اس حدیث سے متعلق بقیہ احکامات اگلے جمعہ کو عرض کرنے کی کوشش کرونگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فکرآخرت

(۲)

عرش الٰہی کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ پانے والے خوش نصیبوں کا ذکر

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم اما بعدفقد قال الله تعالى:اذاوقعت الواقعة☆ليس لوقعتها كاذبة☆ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سبعة يظلهم الله فى ظله يوم لاظل الا ظله ' امام عادل، و شاب نشاء فى عبادة الله ورجل قلبه معلق باالمسجد، و رجلان تحابا فى الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه، ورجل دعته امراة ذات حسب وجمال فقال انى اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فاخفا هاحتى لاتعلم شماله' ماتنفق يمينه ورجل ذكر الله خالياً ففاضت عيناه. او كما قال عليه الصلوة والسلام.

پچھلے جمعہ کو اس حدیث کے بیان کے ذیل میں قیامت کی ضرورت پر گفتگو ہوئی۔ قیامت کے اندوہناک دن سورج کی تمازت وحرارت سے بچنے کی ایک ہی مقدس جگہ ہے اوروہ ہے رحمان کے عرش کے نیچے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ صرف سات خوش نصیبوں کو میسر فرمائے گا۔ جیسا

کہ ایک انسان جون جولائی کے مہینوں کے دوران کھلے میدان میں دھوپ کی لپیٹ میں آ کر گرمی میں جھلستا ہو کہ اچانک کسی طرف سے ایک آدمی رحمت کا فرشتہ بن کر اس کے سر پر چھتری تھما دے اس وقت اس کی راحت و سرور کی کیا کفیت ہو گی حالانکہ گرمی اب بھی محسوس ہو رہی ہے پسینہ چھوٹ رہا ہے، تپش سے زبان باہر کو نکل رہی ہے۔ دل گھبرا رہا ہے، صرف سورج کی شعاعوں سے براہ راست پڑنے والے اثرات سے بچاؤ کا معمولی سا حیلہ اختیار کیا جا چکا ہے پھر بھی خوشی کی حد نہیں۔

عرش کا سایہ

اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ جو کہ خالص رحمت ہی رحمت، اس میں گرمی کیا کہ کسی زحمت کا تصور بھی نہیں۔ عرش کے سایہ کے مقابلہ میں دنیاوی اشیاء کے سایہ کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ اس سایہ رحمت کے نیچے اس سخت ترین دن سات قسم کے افراد کے لئے نشستیں الاٹ کر دی جائیں گی۔

امام عادل

وہ آمر و حاکم جس کے ہاتھ میں زمام مملکت ہو۔ وہ ظلم و جبر کرانے پر قادر، رعیت کی حق تلفی، اپنوں کو غیروں پر ترجیح دینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، مظلوم کو کچلنے اور ظالم کی طرفداری کرنے پر اس کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہ ہو، تمام قوت و سطوت اور وسائل کے باوجود اس کا دل خوفِ خدا سے معمور ہو کر فریادی کا مددگار، رعیت کا نگہبان اور حقیقی معنوں میں **السلطان المسلم ظل الله فی الارض** (الحدیث) کا آئینہ دار ہو۔ اس امام عادل اور امام ظالم کے فرق اور منزل و مرتبہ کو حضورؐ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں واضح فرمایا:

عن عمر بن الخطابؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان افضل عبادالله عندالله منزلة يوم القيامة امام عادل رفيق وان شر الناس عندالله منزلة يوم القيامة امام جائر ما خرق. (مشکوٰۃ المصابیح، البیهقی)

''حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہتعالیٰ کے نزدیک بندوں میں بلند مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بہتر شخص جو ہوگا وہ عادل اور نرمی کرنے والا حاکم ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں میں مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بدتر جو شخص ہوگا وہ ظالم اور سختی کرنے والا حاکم ہے''

یہی وہ بہترین عمل ہے جس کے ساتھ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے پریشان کن روز اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ تلے جگہ ملنے کی خوشخبری بھی بیان فرمادی۔ یہ اجرو مرتبہ صرف قیامت ہی تک محدود نہیں بلکہ اقتدار کے دوران دنیا میں بھی اللہ کی خصوصی مدد اس کے شاملِ حال رہتی ہے' قدم قدم پر تائید ایزدی اور غیبی راہنمائی ہوتی رہتی ہے۔ انسان کیا کہ پرندو چرند کا بھی محبوب بن کر اس کی کامیابی کے دعوت دینے لگ جاتے ہیں۔

جوانی میں اللہتعالیٰ کی عبادت

وشـاب نشأ فی عبادۃ اللہ ۔ وہ جوان جس نے اپنی جوانی اللہتعالیٰ کی مرضیات پر چلنے، اس کی عبادت' اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد' طلب علم کے لئے اسفار اور اصلاح امت کے لئے گھر گھر' کوچہ کوچہ' قریہ قریہ میں جا کر گزار دی، جوانی ہی میں قدم قدم پر اپنے قول وفعل' رہن سہن ظاہر و باطن میں شریعت کے اصول کی پاسداری کرتے ہوئے اوامر پر عمل پیرا اور منکرات سے اجتناب کرتا رہا۔ او راپنی صورت وسیرت میں پیغمبرانہ خوبیوں کے پیدا کرنے کا متلاشی رہا۔ جس کے بارے میں کیا خوب فرمایا گیا:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست
وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

یعنی جوانی میں توبہ وتقویٰ اختیار کرنا انبیاء کے خصائل میں ہے۔ بڑھاپے میں تو ظالم سے ظالم مسلمان بھی جب کہ اس کی گناہ کرنے کی قوتیں اس کو جواب دینے لگیں متقی و پرہیزگار بن جاتا ہے۔ ماسوائے چند ازلی بدقسمتوں کے کہ جوانی کی حد کراس کرنے کے بعد بھی اس کی عقل کو

ٹھکانہ نہیں ملتا۔

جوانی کا نشہ

آج بدقسمتی سے اگر کسی جوان کی توجہ نماز و حج و اعمال صالحہ کی طرف مبذول کرانے کیلئے وعظ و نصیحت کی جائے تو ایک ہی جواب ملتا ہے کہ اب تو جوانی مستی کا دور ہے یعنی قوت و طاقت کے دور میں رحمٰن کو راضی کرنے والے قوتوں کا ساتھ دینے کی بجائے شیطان کو راضی کرنے والا اس کے معاونین کا ساتھ دینا ہے۔ عمر دراز ہے۔ بڑھاپے میں رب العزت کو راضی کرنے کے اسباب و عوامل پر عمل کیا جائے گا۔ حالانکہ بڑھاپے کا زمانہ جسے قرآن کی اصطلاح میں ارذل العمر کہا گیا ہے میں نہ نماز کی سکت رہتی ہے، نہ صوم و حج کی قوت اور پھر اس کی کیا گارنٹی کہ یہ جوان بڑھاپے کی حد کو پہنچے گا بھی یا نہیں اور اگر پہنچا بھی تو کیا اسوقت عبادت و اعمال صالح ادا کرنے کے وسائل بھی موجود ہوں گے یا نہیں؟

با کردار نوجوان

جوانی میں ظلم و جبر کی قوت ہوتے ہوئے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بندہ اپنی عاصیانہ قوتوں کو کس حد تک اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے پابند سلاسل کر سکتا ہے۔ اس جیسے با کردار و پرہیزگار جوان کے بارے میں سرور کونین کا ارشاد ہے۔ ابو نجیح سلمیٰ سے مروی ایک طویل حدیث میں ارشاد ہے:

من شاب شيبةً في الاسلام كانت له' نوراً يوم القيامة. (رواه البيهقى)

یعنی شخص اپنی جوانی اسلام کی حالت میں گزار کر اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو کر مرا تو وہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لئے نور ہو گا۔

حضرت علیؓ اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت جوانی ہی میں زیور ایمان سے آراستہ ہو کر اعمال و کردار کے وہ نمونے بنے جو رہتی دنیا تک تمام امت مسلمہ کے لئے آفتاب و ماہتاب کی حیثیت سے بہترین مقتدی و راہنما بنے۔ جن کے بارے میں ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اصحابى كاالنجوم بايهم اقتديتم اهدتيم.

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جسکی بھی اقتدا کروگے ھدایت پاؤگے''۔

نوجوان صحابہ کرامؓ کا طرز عمل

کسی صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کے جواب میں یہ نہ کہا کہ اب قوت کے اس بھرپور دور میں ایمان لانے کی ضرورت نہیں بڑھاپے کا انتظار فرمائیے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ایمان اور دینِ حقہ کا سن کر جزیرۃ العرب سے کئی کئی سومیل دور اطراف واکناف عالم سے صہیب رومی، سلمان فارسی، بلال حبشی جیسے بیشمار جوان سفر کی مشکلات سے بے پرواہ ہوکر رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے والہانہ انداز میں پہنچے۔اس رسائی تک ان جوانوں کو جن جن اذیتوں اور آگ وخون کے سمندروں کو عبور کرنا پڑا وہ بجائے خود ایک الگ تاریخ ہے جس کے چند ابواب کی جھلک انشاءاللہ پھر کسی محفل میں بیان کروں گا۔ پھر ان جوانوں نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور ایمان لانے پر اکتفانہ کیا بلکہ اپنی بھرپور جوانیوں کو راہِ حق میں خرچ کرنے کیلئے اپنی اپنی عمروں کو بھی وقف کردیا۔

سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلمکے جانثاروں میں جہاد فی سبیل اللہ کے دوران جانوں کو نچھاور کرنے کا جذبہ ایسا موجزن تھا کہ جنگ وجہاد کے شروع ہوتے وقت مجاہدین کے صفوف میں وہ بچے جو ابھی جوان نہ تھے بلکہ جوانی کے قریب تھے صف کے اندر اپنے پنجوں پر کھڑے ہوکر اپنے آپ کو جوان وبالغ ظاہر کرانے کی کوشش کرتے تاکہ اسلامی لشکر کا سپہ سالار جوان سمجھ کر اسے جہاد میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائے اور ایک ہے آج کا جوان جو اپنے آپ کو جوانی کے دور میں شریعت اور شرعی احکام کے تمام آداب وقیودات سے مبرا ومستثنٰی سمجھتا ہے۔صرف وہ جوان نہیں بلکہ اس کے مربی وسرپرست بھی ان کے اس عہد شباب کو ان کے ہرقسم کی آوارگی ودین سے بے راہ روی کا جائز سرٹیفکیٹ قرار دے ان کو احکام شرعیہ پر چلنے وآمادہ کرنے کی نصیحت تک گوارانہیں کرتے۔

جوانی کی عادتیں

بڑھاپے کا انتظار کر کے جوانی کو فسق وفجور اور معصیت الٰہی میں گزارنے والوں کو یہ

بات بھی ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ جو عادت عہدِ طفولیت وشباب میں راسخ ہو جائے وہ پتھر کی لکیر کی مانند بن کر عہد شیخوخت میں زائل ہونے کا نام تک نہیں لیتی۔ بزرگوں کے قول کے مطابق پہاڑ اپنی جگہ کو تبدیل کر سکتا ہے۔ مگر زمانہ عروج کا اپنایا ہوا خوئے بد ترک کرنا محال ہو جاتا ہے۔ اس زوال پذیر معاشرہ کی سینکڑوں مثالیں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں' اگر بچپن ہی سے اپنے بچے کی اصلاح واحوال اور اعمال کی طرف توجہ نہ دی جائے تو وہی نوخیز جان اپنے کنبے ومحلّہ کے لئے نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لئے بدنامی وتباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ کتنے ہی بچے ابتداء سے معمولی نشے کے عادی بن کر جوانی میں ہیروئن اور اس سے مہلک منشیات کے ایسے رسیا بن جاتے ہیں کہ بڑھاپے میں اگر جان چھڑانا چاہتے بھی ہیں تو یہ عادت چھوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

جسکا دل مسجد سے لگا ہو

یہی صورت ایک ایسے جوان کی ہے کہ اگر وہ بچپن اور دورِ شباب میں اپنی عمرِ عزیز کے قیمتی حصہ کو احکام الٰہی کا تابع بنا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دے تو عمر کے آخری حصہ میں بھی عبادات واعمال طیبہ اس کے لئے روحانی غذا کا کام دیں گے۔ اسلامی شعائر واحکام اپنانا اس کے لئے نہ صرف آسان بلکہ اس میں بے پناہ لذت محسوس کرے گا۔ اور اسی باعمل وباکردار جوان کے بارے میں محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلمنے قیامت کے طویل ترین اور ہیبت ناک دن خالقِ کائنات کے عرش کے زیر سایہ جلوہ افروز ہونے کی خوشخبری سنادی ہے۔

ورجل قلبه معلق باالمساجد اذا خرج منه حتى يعود اليه.

''وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے جب مسجد سے باہر نکلے جب تک واپس نہ آئے''

دنیا کے تمام مذاہب کے تقلید کرنے والوں نے اپنے اپنے مذہب کے عقائد ورسوم کے مطابق عبادت کرنے کے لئے اپنے مخصوص انداز میں عبادت گاہیں مخصوص کی ہوئی ہیں جن کو مختلف ناموں سے یاد اور علامات سے پہچانا جاتا ہے اور ہر مذہب کے پیروکار کا اپنی عبادت گاہ سے ایک خاص تعلق ولگاؤ ہوتا ہے۔ مذاہب عالم کے مقابلہ میں اسلام ایک ایسا ہمہ گیر وعالمگیر

ملت ہے جس نے منتشر انسان کو اتحاد کی ایک ایسی لڑی میں پرونے پر زور دیا کہ اسلام کے رشتہ کی بناء پر ایک دوسرے سے متنفر اور ٹوٹے ہوئے انسان آپس میں مل گئے۔

عبادات میں ربط و تعلق اور شانِ اجتماعیت

اسلام جوڑنے کے لئے آیا۔ جاہلیت وعصبیت کی باہمی کدورتوں اور نفرتوں کے مقابلہ میں باہمی اجتماع، مکمل یکجہتی واتحاد سے کر کے اسلام نے تمام عداوتوں کو محبت والفت سے بدلا۔ اور اسی نعمتِ الفت ومودت کی طرف حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ

واعتصموا بحبل الله جمعياً ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم اذكنتم اعداءً فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا (الاية)

''اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب ملکر، اور پھوٹ نہ ڈالو، اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر، جب کہ تھے تم آپس میں دشمن، پھر اُلفت دی تمھارے دلوں میں اب ہو گئے اُس کے فضل سے بھائی''

اسی وجہ سے اسلام کی تمام عبادات میں بھی ربط و تعلق اور اجتماعیت کی شان موجود ہے نماز روزہ حج زکوٰۃ ہر عبادت میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہر جگہ انسانوں کا ایک دوسرے کی خبر گیری' ہمدردی اور مواسات کا رخ نمایاں ہے۔ سب سے اہم عبادت جو کہ اسلام اور کفر کے درمیان تمیز کرنے کا ذریعہ گردانا گیا' مومن وکافر میں فرق یہ ہے کہ مومن نماز پڑھتا ہے اور کافر نماز کا منکر اور تارک ہے۔ جس کا حکم مرد وزن' مالدار وغریب' عربی وعجمی' کالے وسفید حتیٰ کہ توانا و کمزور سب کو ایک ہی طرح شامل ہے۔

نماز باجماعت کی تاکید

اور اس میں جماعت کی بھی بڑی تاکید کر کے جماعت سے پڑھنے والوں کے لئے مراتب واجور کا ذکر بھی مستند احادیث میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اور بلاعذر جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے لئے مختلف وعیدات اور سزاؤں کے ذکر کے ساتھ ساتھ ان کے مکانات تک جلانے کی خواہش کا اظہار بھی کیا گیا۔

مساجد احب البلاد الی اللہ ہیں

عبادت کے لئے عبادت گاہ کی پہلے سے ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے جن وانس پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کے لئے عبادت گاہ کا انتخاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت اور توجہ زمین کی پیدائش سے پہلے اس مبارک ومقدس خطہ پر ہوئی جو کہ بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کے نام سے تمام مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن کی حیثیت سے تاروز قیامت قائم ودائم رہے گا۔ ویسے تو سارے ارض وسماء وتمام کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا جو خاص نزول مساجد پر لگاتار ہوتا رہتا ہے اسی شرف وعظمت کی بناء پر خالق کائنات نے ان عبادت گاہوں کی نسبت اپنی طرف کر کے ان کے تقدس میں اور بھی اضافہ فرمایا دیا اور اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو احب البلاد الی اللہ کے نام سے یاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احب البلاد الی اللہ مساجد ھاوابعض البلاد الی اللہ اسواقھا . (رواہ مسلم)

''حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: دنیا کے تمام مقامات میں سب سے زیادہ پسندیدہ مقامات مساجد اور ناپسند مقامات بازار ہیں''

مسجدیں خدا کا گھر اور اسلام کے ایک نہایت عظیم المرتبت فریضہ کی ادائیگی کا مرکز ہیں' نماز پڑھنے کو تو آدمی جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم **جعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا** کے مطابق تمام روئے زمین اس امت کے لئے سجدہ گاہ ہے مگر جو خوبی واجر وثواب اور مصلحتیں مسجد کے اندر نماز با جماعت پڑھنے میں ہیں وہ کہیں اور نہیں یہی وجہ ہے کہ مساجد تعمیر کرنے والوں اور مساجد میں نماز با جماعت میں شرکت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلمنے بے شمار اجر وثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابن عمروؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلممن راح الی مسجد الجماعة فخطوه تمحوا سیئة و خطوة تکتب له حسنة ذاهبا وراجعا. (راوه احمد والطبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: جوشخص کسی ایسی مسجد کی طرف جائے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہوتو اس کا ایک قدم برائیوں کو مٹاتا رہتا ہے اور دوسرا قدم نیکیاں لکھتا رہتا ہے۔ جاتے ہوئے بھی اور لوٹتے ہوئے بھی''

نماز کا عمل جب آدمی مسجد میں داخل ہو جائے تب شروع ہوگا۔ لیکن اس مخصوص عمل کے شروع کرنے سے پہلے اپنے دنیاوی کام ومصروفیات کو چھوڑ کر وضوء کرنا' مسجد کی طرف چلنا یہ سب کچھ چونکہ نماز ہی کی وجہ سے ہے اس لئے یہ سب نماز ہی میں شمار ہوگا جیسے ایک مجاہد نے جہاد کی غرض سے گھوڑا پالا ہے۔ اس گھوڑے کی نگرانی' اس کو چارہ و پانی دینا۔ اس کی مالش کرنا حتیٰ کہ اس کا گوبر صاف کرنا بھی اس گھوڑے کے پالنے والے کے لئے اجر وثواب کے میزان میں حساب ہوگا۔ پھر ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ نماز کے عمل سے فراغت کے بعد مسجد سے واپس گھر آنے میں تو نماز کا ارادہ بھی نہیں اس لئے گھر لوٹنے میں جو وقت لگا وہ کسی کام میں نہ آیا۔ تو اس کے متعلق بھی فرمایا دیا کہ گھر سے چلنے کے بعد سے لوٹنے تک پورا وقت چونکہ نماز ہی کے حساب میں ہے اس لئے جانا وواپس آنا دونوں ایک ہی حکم میں ہیں۔

مساجد اللہ کے گھر ہیں

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اس میں جو عبادت کی نیت سے آئے گا۔ وہ اللہتعالیٰ کا مہمان بن کر داخل ہوتا ہے۔ جب ایک معمولی آدمی اپنے مہمان کا اعزاز واکرام ضروری سمجھتا ہے وہ تو کریموں کا کریم، ارحم الراحمین اپنے مہمان کو عزت واکرام کے بغیر کیسے واپس بھیجے گا؟ بلکہ اس کا اپنے اس مہمان کو بغیر عزت وتکریم کے بھیجنا اس کی شانِ کریمی ورحیمی کے متصادم ہے۔ اور اسی اعزاز وانعام کی طرف سید المرسلین ص صلی اللہ علیہ وسلمنے اشارہ فرمایا: کہ

عن ابی ھریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من غدا الی المسجد

اوراح اعداللہ لہ فی الجنۃ نزلا کلما غدا اوراح (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ جو شخص صبح کو یا شام کو مسجد میں جاتا رہا تو ہر ہر بار کے جانے پر اللہ تعالیٰ اس بندے کے لئے جنت میں مہمانی کا انتظام فرماتا ہے''

جنت میں مہمانی کی بشارت کے ساتھ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لئے جانے آنے والے کا مقام بھی جنت ہے۔

پس وہ شخص بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے جلوہ افروز ہوگا۔ جو اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے مسجد پہنچنے کیلئے بے چین ہو' جو شخص مسجد سے جا چکا ہے' وقت بھی نماز کا نہیں' کاروبارِ زندگی اور اسکے مشاغل پورے عروج پر ہیں

دل بہ یار دست بہ کار

مگر ایک یہ بھی بندۂ صالح ہے کہ ہر دو منٹ بعد اس کی نظر گھڑی پر پڑتی ہے۔ بار بار دھوپ کو دیکھ رہا ہے۔ ہاتھ میں ترازو ہے دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔ کہ کہیں نماز کا وقت گزر نہ جائے۔ دنیا اپنے کاروبار میں لگی ہوئی ہے اور یہ شخص بھی بظاہر پوری طرح اسی میں مشغول ہے مگر دل میں اللہ کی عبادت اور اس کی عبادت گاہ تک رسائی کی تڑپ ہے۔ ''دل بہ یار دست بہ کار'' کا زندہ و تابندہ نمونہ ہے۔

تمام روئے زمین میں وطن کی خاک ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جہاں انسان پہنچ کر سب سے زیادہ قلبی سکون و راحت محسوس کرتا ہے لیکن جب بندہ مومن کے دل میں خدا کی محبت پوری طرح رچ بس جائے اور نمازوں' تلاوت اور یاد الٰہی کے لئے کثرت سے آتا جاتا رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے ارشاد کے مطابق اسے مسجد میں وطن جیسی انسیت و محبت محسوس ہوتی ہے اور خدا بھی اس مہمانِ عزیز کے آنے سے بے حد خوش ہوتا ہے۔

مسجد سے تعلق

اور ایک آج کے دور کے مسلمان کا منبر و محراب اور مسجد سے تعلق ہے کہ باوجود دنیوی اُخروی مصالح و ثمرات کے اگر سب سے زیادہ دوری اور قطع تعلق کسی خطہ زمین سے ہے تو وہ مسجد ہی ہے پہلے تو کئی کئی دن' ہفتے اور مہینے مسجد میں دخول کی فرصت ہی نصیب میں نہیں' اگر کہیں اتفاق سے مسجد میں داخلہ میسر بھی ہو تو عین وقت پر نماز کے لئے جانا اور پھر فوراً ہی نکلنا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے۔

صرف ہفتہ کے سات دنوں کے مقدس دن جمعہ ہی کو لیجئے بدقسمتی سے اکثر جمعہ میں شرکت کرنے والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ صرف فرض نماز کی اقامت شروع ہوتے ہی شاملِ جماعت ہو جائیں نہ واجب خطبہ کا خیال' نہ اور عبادات کا، خطیب کی وعظ و نصیحت کے سننے کیلئے تو وقت و فرصت ہی نہیں' حالانکہ واعظ و ناصح قرآن و حدیث کی روشنی میں احکام الٰہیہ کو ہی بیان کرتا ہے' جس کے سننے کیلئے ایک حقیقی مومن دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محتاج اور بیتاب رہتا ہے۔

حدیث کے اس ٹکڑے میں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردِ کامل کی صفت او راجر ذکر فرمارہے ہیں' کہ ایسا شخص بھی قیامت کے پرآشوب روز' مالک الملک کے عرش کے زیرِ سایہ رہے گا۔

دوستی اللہ کے واسطے

ورجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه و تفرقا علیه.

"ایسے دوست جن کی دوستی محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو ان کا ملنا اور انقطاع سب اسی نیک محبت کا نتیجہ میں ہو"

انسان کا لفظ چونکہ اُنس جس کے معنی محبت اور تعلق ہی کے ہیں سے مشتق ہے اس لئے

کہ کسی نہ کسی صورت میں ہرانسان کے سرشت میں محبت کی صفت پائی جاتی ہے اسی وصف کا لحاظ کرتے ہوئے شاعر نے انسان کی وجہ تسمیہ کے لئے فصیح و بلیغ شعر کی صورت میں تعریف کردی ہے۔

وما سمی الانسان الالانسه وما القلب الا انه یتقلب

بنی آدم کے ساتھ عہد

روزِازل سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے عہدواقرار کرنے کیلئے جب پورے نوع بنی آدم کی روحوں کو چیونٹیوں کی صورت میں جمع کیا تو اسوقت وہاں پر موجود روحیں آپس میں ایک دوسرے سے مانوس ومتعارف ہوئیں اوران روحوں کے درمیان عہدِ الست ہی کے موقع پر صفات کے موافقت واختلاف کے مناسبت سے آپس میں انس ومحبت یا بغض وعناد رہا وہ دنیا میں اپنے اجسام میں آنے کے بعد بھی اسی مناسبت کی بنا پر محبت یا اختلاف پر قائم رہتی ہیں۔

دنیا کے ہرانسان کا دل کسی دوسرے دل کی طرف مائل رہتا ہے' ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں' ہر دو ملنے والوں کی اپنی اپنی غرض اور مقصد ہوتا ہے۔لیکن تمام ملنے والوں میں نیک بخت وہ دو ملنے والے' تعلق جوڑنے والے اور محبت کرنے والے ہیں کہ ان کا ملنا' جوڑنا اور محبت کرنا کسی دنیاوی غرض کے ایفاء کے لئے نہیں بلکہ یہ سب کچھ اپنے پیدا کرنے والے ہی کی خاطر ہے اوراسی کے تقاضوں کے مطابق جدا ہوتے ہیں یعنی اگر کسی سے ترک تعلق بھی کرتے ہیں تو اس لئے کہ خدا کو اب اس سے ملنا پسند نہیں' خدا کی رضاوخوشنودی کی خاطر باہمی میل ملاپ اور محبت دنیاوآخرت میں فائدہ حاصل کرنے کا سبب ہے۔

صحبت صالحین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول قال الله تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی وفی روایة الترمذی قال یقول الله تعالیٰ المتحابون فی جلالی لهم منابر من نور یغبطهم

النبیون والشھداء (رواہ مالک والترمذی)

''حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا محبت کرنا ایک قطعی امر ہے جو محض میری رضامندی اور خوشنودی کی خاطر اور میری حمد وثناء کی خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اسی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری رضا کی خاطر مال خرچ کرتے ہیں ترمذی کی روایت میں ہے'اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے عظمت وجلال کے سبب آپس میں ملتے ہیں ان کے لئے آخرت میں نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاوشہدا بھی رشک کریں گے۔''

اور ظاہر ہے کہ اللہتعالیٰ کی خوشنودی کے لئے جن لوگوں سے تعلق رکھا جائے گا وہ اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندے ہوں گے اور ان کی رفاقت وہم نشینی نہ صرف آخرت میں مرتبہ عالیہ کی صورت میں ظاہر ہونا ہے۔ بلکہ دنیا میں اسکے ساتھ تعلق رکھنے کے لئے بے شمار فوائد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔

ایک تمثیل

عن ابی موسیٰؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل الجليس الصالح والسوءِ كحامل المسک ونافخ الكير .فحامل المسک اما ان يحذيک واما ان تبتاع منه واما ان تجدمنه ريحا طيبة و نافخ الكيرا ما ان يحرق ثيابک واماان تجدمنه ريحامنتنةً (رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اور برے ہم مجلس کی مثال مشک رکھنے والے اور دھونکنی دھونکنے والے کی طرح ہے مشک وخوشبو رکھنے والا یا تو تمہیں مشک مفت میں دے گا یا تم اس سے خرید لو گے اگر دونوں میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ اور دھونکنی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا یا اس سے تم کو خراب دھواں حاصل ہو جائے گا۔

اس طرح نیک اور صالح ہم نشین سے تعلق ومحبت کی بنا پر جو رشتہ ومیل جول ہے یا تو فیض اور دنیوی واخروی فوز وفلاح کا کوئی ذریعہ اس سے ہاتھ آ جائے گا' اگر یہ نہ ہو سکا تو کیا یہ ہی کم ہے کہ جو لمحہ وساعت اس کی صحبت میں سکون وطمانیت کا ملا اس کا حصول کہیں اور ممکن نہ تھا' یہی حالت بدکار سے محبت اور تعلق کا ہے کہ بدکار کی ہم نشینی اور تعلق میں اول تو دین ودنیا کا خسارہ و تباہی میں واقع کرنے کا خطرہ ہے' بدکار سے محبت حصول سعادت کی صلاحیت واستعداد کو سلب کر دیتا ہے اور اگر آدمی اپنے آپ کو عزم وارادہ کا پکا سمجھ کر بدکردار سے دوستی کی پینگیں بڑھائے تو اس کی صحبت میں کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ زندگی کے قیمتی لمحات جو کہ اللہ کی رضا وخوشنودی میں صرف ہو سکتے تھے' وہی لمحات دل ودماغ کی پراگندگی اور لاحاصل صحبت کی ناخوشگواری میں صرف ہو گئے اور پھر یہ رشتہ وتعلق صرف دنیا میں کارگر یا مضر نہ ہوگا بلکہ روز حشر وقیامت بھی یہی محبت و رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد المرء مع من احب قائم رہے گا اگر یہاں ایک آدمی کا تعلق اٹھنا بیٹھنا ،صلحا' علماء اور دیندار اشخاص کے ساتھ ہے تو روز حشر بھی انہی کے ساتھ اٹھنا نصیب ہوگا' اور اگر تعلق ومحبت بدکاروں فساق وفجار سے دنیا میں رہا تو روز قیامت ان کی رفاقت میں حاضری ہوگی۔

اپنا آئینہ اپنا چہرہ

اب آیئے اپنی طرف کہ ہماری دوستی اور دشمنی کا معیار کیا ہے' ہمارے تعلق جوڑنے اور توڑنے کا دارومدار ذاتی مفادات پر مبنی ہے اگر کسی نے تقریب میں دعوت دی خواہ غیر شرعی تقریب کیوں نہ ہو دعوت دینے والے رشتہ سے باہر بلکہ بالکل اجنبی ہی کیوں نہ ہو اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں' اور اگر رشتہ میں سب سے قریبی عزیز نے کسی موقعہ پر غلطی سے بھی یاد نہ کیا تو اس سے صلہ رحمی ومروت کے تمام رشتے کاٹ کر دشمنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں'۔ بدقسمتی سے آج بیشتر مسلمانوں میں یہ ہمت اور جرات ہی نہیں کہ وہ اپنی محبت اور عداوت کی بنیاد دین پر استوار کر دیں' ذاتی مفاد اور اپنے جھوٹے انا کی تسکین کے لئے تو ہم میں غیرت اور طاقت بھی بے

پناہ ہے ہر کسی سے دشمنی بھی مول لینے کے لئے تیار ہیں' اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلمو قرآن اور شریعت کی تنقیص و توہین کی جائے سرِ عام شعائر دین کا مذاق اڑایا جائے ہم میں پھر غیرت نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ کی رضا کے لئے کسی سے محبت و تعلق اور اسی ذات برحق کی خوشنودی کے لئے بغض بھی وہ کارنامہ ہے کہ اسی جذبہ سے محبت و بغض رکھنے والا شخص بھی قیامت کے پُر آشوب دن اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت کے نیچے مقام و سکون پائے گا۔ حالانکہ ایک مسلمان کے کامل مسلمان ہونے اور مومن کے کامل مومن ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر سختی سے کاربند ہو کہ:

عن ابی سعید خدریؓ قال قال رسول صلی الله علیه وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده و ان لم یستطع فبلسانه و ان لم یستطع فبقلبه و ذالک اضعف الایمان. (رواہ مسلم والترمذی)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت کم درجہ ہے۔"

اس ارشاد کی روشنی میں اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں' یا صرف زبان سے اس کی برائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کرتے ہیں' یا کم از کم ایمان کے اس کم تر درجہ کے موافق دل ہی سے اس کو برا سمجھتے ہیں اور اس سے تعلق توڑتے ہیں یا اس سے دوستی کو مزید مستحکم کرنے کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔

گھر کی فکر

مسلمانوں کی تباہی اور روز افزوں بربادی و رسوائی کی وجوہ یہی ہیں کہ ہر شخص اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے زیر کفالت اولاد اور ماتحتوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس نظر سے نہیں دیکھتا کہ کتنے

واضح معاصی وبدکاریوں میں وہ لوگ مبتلا ہیں اور کوئی بھی اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ان کے ساتھ محبت وربط میں کمی آنے دیتا ہے' اور نہ دل میں کسی وقت یہ خطرہ وخوف محسوس ہوتا ہے کہ میرا یہ پیارا احکم الحاکمین کی نافرمانی کر کے کیا کر رہا ہے۔ بے شمار لوگ اپنے جگر گوشوں سے اس وجہ سے تو ناراض رہتے ہیں کہ نکٹو ہے گھر پر پڑا رہتا ہے۔ ملازمت کی طرف توجہ نہیں، کاروبار پر دھیان نہیں دیتا مگر ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو بچے سے اس لئے ناراض وقطع تعلق کرے کہ نماز نہیں پڑھتا۔احکام الٰہی کی بجا آوری میں سست ہے۔

جب کہ ہمارا کوئی لمحہ معاصی کے منحوس سایوں سے خالی نہیں رہتا جس سے یقیناً گناہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے قدر و ذلیل ہوجاتا ہے اور جب خالق کے نزدیک خوار و ذلیل ہوگیا تو ارشاد ربانی ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم کے مطابق مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی۔

خدا کے خوف سے آنکھوں سے آنسو ٹپکنا

اب اللہ تعالیٰ کو راضی اور اپنے آپ کو اللہ اور مخلوق کی نظروں میں ذلت وپستی سے بچانے کا علاج خود ہی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ اس کے حضور طلب مغفرت کے لئے توبہ اور رونے کا نسخہ آزمایا جائے یہ وہ نسخہ ہے کہ جس کے بارہ میں سیدالکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عبداللہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبدمومن یخرج من عینیہ دموع وان کان مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ ثم یصیب شیا من حروجھہ الا حرمہ اللہ علی النار (رواہ ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ مومن جس کی آنکھوں سے خدا کے خوف میں آنسو نکلیں اگر وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر (یعنی بہت معمولی مقدار) میں کیوں نہ ہوں' اور پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے خوبصورت چہرے پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اس

پر دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔"

اپنے بیکار اور جھوٹے شہوات نفس کی تسکین کے لئے گناہوں کے پہاڑ، مصائب اور کلفتوں کو اپنے سر لینے کے بعد اس کے کفارہ اور دھونے کا جو گر اللہ نے بتایا اس کا یہ معاملہ بھی دنیاوی مالکوں و آقاؤں سے بالکل مختلف ہے یہاں کے اکثر آقا اپنے زیر عتاب لوگوں کو سرے سے معافی ہی نہیں دیتے اگر کوئی نرم دل معافی کا متمنی ہو بھی تو سزا و عتاب ولعن وطعن کے بعد درگزر سے نوازتا ہے، مگر اللہ کی شان کریمانہ ورحیمانہ کو دیکھئے کہ اس کے حضور خلوت میں آہ وزاری کے چند قطرے بہانے سے گناہ دھل کر عفو ودرگزر کی نعمت سے نوازا جاتا ہے، اور پھر ان چند قطروں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں جو اہمیت ہے۔اسے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول زرین میں واضح فرمایا ہے:

عن ابی امامةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لیس شئی احب الی الله من قطرتین قطرة دموع من خشیة الله و قطرة دم یهراق فی سبیل الله(رواہ الترمذی)

"حضرت ابوامامہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ محبوب کوئی اور چیز نہیں ایک تو خدا کے خوف سے بہایا ہوا آنسوؤں کا قطرہ دوسرا خون ہے جو خدا کی راہ میں بہایا گیا ہو"

اللہ جل جلالہ ہم سب کو فکر آخرت کی سعادت نصیب فرما کر اعمال کی توفیق نصیب فرمائیں۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

فکرآخرت

(۳)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد:فقد قال الله تعالی:اذاوقعت الواقعة☆لیس لوقعتها کاذبة☆ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لاظل الا ظله ' امام عادل، و شاب نشاء فی عبادة الله ورجل قلبه معلق باالمسجد، و رجلان تحابا فی الله اجتمعا علیه وتفرقا علیه، ورجل دعت امراة ذات حسب وجمال فقال انی اخاف الله ورجل تصدق بصدقة فاخفا هاحتی لاتعلم شمالا' ماتنفق یمینه ورجل ذکر الله خالیاً ففاضت عیناه. او کما قال علیه الصلوة والسلام.

گزشتہ جمعہ خوف خدا سے آنسو بہانے کا ذکر کر چکا ہوں اب حدیث کے اس ٹکڑے کی وضاحت کرونگا۔

تنہائیوں میں خدا کو یاد کرنے والے

ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه

''وہ شخص جواللہ تعالیٰ کا ذکر تنہائی میں کرے اوراس کے آنسو بہنے لگیں۔''

جنت کا حاصل کرنا اوراس کی طرف دوڑنا یہ ہے کہ خدااوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کو تمام امور پر مقدم رکھا جائے' برائی کا راستہ چھوڑ کر اطاعت وعبادت کے راستے پر چلا جائے' اوراگرزندگی میں فطرت بشری کے مقتضیٰ اور ہوس ونفس امارہ بالسوء کی ترغیب و تحریص پر اطاعت وعبادت کا راستہ چھوڑ کر منکرات کا ارتکاب کیا جائے تو فوراً غفوررالرحیم کی درگاہ میں استغفار وطلب عفو کا راستہ اختیار کر کے ابدی عذاب سے نجات حاصل کی جائے' دنیا کے مجازی مالک ومحسن کی معمولی نافرمانی پراس کے خوف واذیت کے موہوم تصور سے نافرمانی کرنے والے کو اس وقت تک سکون میسر نہیں ہوتا جب تک اپنے مولیٰ واحسان کرنے والے کی رضا حاصل نہیں کرتا' تو حقیقی مالک الملک اوررب العالمین جس کے انعامات واحسانات کی کوئی حد ہی نہیں۔عمرِ انسانی کا کوئی ایسا لمحہ ہی نہیں جو انعامات ربانی کے بغیر صحیح وسالم گزر سکے اور پھر ہمارے اکثر وبیشتر اعمال ایسے ہوتے ہیں جو کہ احکم الحاکمین کے حکم اور رضا کے برعکس اپنی خواہشات اور شیطانی قوتوں کے تابع ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہم ہر وقت حق تعالیٰ کے غیض و غضب اور عذاب کے مستحق رہ کر اس ذات برحق کی ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں اوراس کی خفگی کو اپنے اوپر یقینی عذاب واذیت کی صورت میں ازخود مسلط کررہے ہیں۔حالانکہ دنیاوی مجازی مالک ومحسن کے عذاب کے مقابلہ میں حقیقی مالک وخالق جل جلالہ کا عذاب ومواخذہ ایسا ہے اگر اس کا حقیقی ادراک جیسا کہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کیا جائے تو اپنے دنیاوی آسائشوں کو بھول جاؤ گے۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی الله علیه وسلم والله لو تعلمون ماا علم لضحكتم قليلاً ولبكتيم كثير اوماتلذذتم باالنساء على الفرشات ولخرجتم الى الصعدات تجارون الى الله.

''ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ خدا کی قسم ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو

میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت کم ہنسو اور زیادہ رونے لگو اور بستر پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور یقیناً تم خدا سے فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ گے۔''

جیسا کہ رنج اٹھانے والوں اور ہموم سے پریشان و تنگ آ جانے والوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ گھروں سے مجنونانہ انداز میں نکل کر جنگل و صحرا میں دل کا بوجھ کم کرنے کے لئے گھومتے ہیں۔ پس وہ شخص بھی ان خوش قسمت مسلمانوں میں شامل ہے جن کو حق تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کر کے اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔ آنکھوں سے آنسو بہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے کسی دنیاوی نفع ونقصان کو پیش نظر رکھ کر رویا جائے بلکہ دیدہ دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور یا غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلیں ایسے آدمی کو روز محشر کے سخت دن سایہ رحمت کے نیچے جگہ ملنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ ایک تو اسمیں اخلاص کا وصف پایا جاتا ہے کہ تنہائی میں یادِ اللہ میں مشغول ہے دوسری وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف یا اللہ تعالیٰ سے حصولِ جنت کا شوق دونوں میں رونا آتا ہے۔

ثابت بنانیؒ کا ارشاد

علماء نے ثابت بنانیؒ کی روایت سے ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ وہ بزرگ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی' لوگوں نے پوچھا کس طرح معلوم ہو جاتا ہے' فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اللہ کے حضور گڑگڑانے' آہ وزاری اور رونے کی اتنی اہمیت کہ حضرت عائشہؓ اور دیگر روات سے مروی ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی دفعہ پوری پوری رات نماز اور دعا میں رو رو کر مصروف عبادت رہتے یہاں تک کہ قدم مبارک سوجھ جاتے اور مبارک آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو پورے چہرے و داڑھی کو تر کر دیتے۔ رونے کی اسی فضیلت و اہمیت کے پیش نظر آقائے نامدار

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو اسی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔

دارالعمل کا رونا نافع اور دارالجزاء کا رونا بیکار ہے

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یاایھا الناس ابکوافان لم تستطیعوا فتباکوافان اھل النار یبکون فی النار حتیٰ تسیل دموعھم فی وجوھھم کانھا جداول حتی ینقطع الدموع فتسیل الدما فتقرح العیون فلوان سفناً از جیت فیھا لجرت. (رواہ فی الشرح السنة)

''حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمسے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لوگو! خدا کے خوف سے روؤ اگر رونا اختیار میں نہ ہو یعنی اگر رونا نہ آئے تو بہ تکلف روؤ۔ رونے والے کی شکل بناؤ۔ ان احوال کا تصور کرو جو خوفِ خداوندی سے رلا دے اور رقت طاری کرے حقیقت یہ ہے کہ دوزخی جہنم میں روئیں گے اور ان کے آنسو خون بن کر ان کے رخساروں پر اس طرح بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں اور جب ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون کا بہنا شروع ہو جائے گا۔ اور آنکھیں لہولہان ہو جائیں گی ان کی آنکھوں سے بہنے والا خون اور آنسوؤں کی زیادتی اس انداز سے ہوگی کہ اگر ان کے آنسوؤں کے بہاؤ میں کشتیاں چھوڑ دی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں گی۔

یعنی یہ دنیا جو کہ دارالعمل ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنا رویا جائے کارآمد اور بخشش کا ذریعہ ہے اور غافل رہ کر خوابِ غفلت میں اپنے عقائد و اعمال بد کی طرف توجہ ہی نہ دی اور نہ اس سے تائب ہونے اور مغفرت کے لئے رجوع الی اللہ کی تو اس دارِ فانی سے دارالجزاء منتقلی کے بعد اگر اپنے جرائم پر سزا کو دیکھ کر روئیں۔ بلکہ آنسوؤں کی بجائے آنکھوں سے خون کا سمندر بھی امڈ آئے تو پھر نہ بخشش ہے اور نہ رونے سے عذاب الٰہی میں کمی۔ کیونکہ اللہتعالیٰ کی ہیبت و عظمت کے پیش نظر آنکھوں سے رونے کی صورت میں قطروں کا بہنا اللہ کے نزدیک بہترین عمل ہے اور عمل کی جگہ دنیا ہے جزاء و سزا کا مرتب ہونا ہے نہ کہ آخرت وہ تو یوم الجزاء ہے جس میں دنیا میں رہتے ہوئے اعمال پر بدلہ ملتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا خوف خدا

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بنایا۔ اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں بہترین مقام حضرت صدیقؓ کا ہے۔ اتنے مناقب کے باوجود خوف خدا کا یہ حال کہ فرمایا کرتے تھے کہ میں انسان کی بجائے درخت ہوتا جسے کاٹنے کے بعد جلا کر ختم کر دیا جاتا۔ کبھی فرماتے کہ کاش میں گھاس ہوتا کہ جانور اسے کھا لیتے۔ کسی جنگل میں گزرتے ہوئے ایک جانور کو دیکھا جو سائے میں بیٹھ کر آرام سے سانس لے رہا تھا فرمایا: کہ کس قدر مزے میں ہے یہ جانور، کھاتا پیتا ہے۔ درخت کے سایہ میں بے فکر محو آرام ہے اور آخرت میں اے جانور تجھ سے کوئی حساب لینا نہیں۔

امیر المومنین عمر فاروقؓ کا خوفِ خدا

امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطابؓ اکثر ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرماتے، کاش میں بھی ایک تنکا ہوتا۔ یہ وہ عظیم المرتبت، اللہ ورسولؐ کا شیدائی ہے کہ اس کے نام سے اُس دور کے قیصر و کسریٰ جو سپر طاقتیں تھیں اپنے محلات میں بیٹھ کر بھی کانپتے تھے۔ جب رعایا کی حالت معلوم کرنے کیلئے ایک رات دورے پر نکلے ایک بے سہارا عورت اور اس کے بچوں کو بھوک سے نڈھال حالت میں دیکھا کہ ماں نے بچوں کی تسلی کے لئے پانی کو آگ پر چڑھایا ہوا ہے تو خود بیت المال جا کر آٹا و دیگر ضروریات سے بوری بھر کر اپنی کمر پر لادنے کا حکم دیا۔ خدام نے سامان خود لے جانے پر اصرار کیا۔ مگر اس بندہ خدا کا جواب تھا کہ روز قیامت ہر کسی کو اپنا اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے اور قیامت کے دن مجھ سے ہی اس لاچار و بے سہارا عورت کی بھوک و افلاس کا پوچھا جائے گا نہ کہ خدام سے۔

اُم المومنین سیدہ عائشہؓ کا خوف خدا

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پسندیدہ بیوی ام المومنین عائشہؓ اپنے حصہ کی ہزاروں روپے کی غنیمت اپنی کنیز کے ہاتھ ایک ہی وقت میں حاجتمندوں کے ہاں تقسیم کر کے خود بھوکی رہتی تھی۔ خالق کائنات نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ان کی برات میں کئی آیات کا نزول فرمایا' روح الامین جبرئیلؑ ان کی خدمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سلام پیش کرتے تھے۔ اہم مسائل اور احکام شرعیہ میں اجلہ صحابہ ان کی طرف رجوع کر کے عائشہؓ کے فقاہت دینی سے استفادہ کرتے۔ ان تمام کمالات وعبادات کے ہوتے ہوئے بھی تمنا کرتیں کہ کاش میں درخت کا پتا ہوتی کہ روزحساب اپنے اعمال کی جواب دہی کے دل دہلانے والے لمحات سے محفوظ رہتی۔ یہی ہے وہ خوف خدا' جس نے ان مقدس وبرگزیدہ ہستیوں کو تمام عمر چین اور سکھ سے جینے نہیں دیا۔

جب خلوت میں خوفِ خدا رفیق ہو

ورجل دعته امرأة ذات حسب ومال فقال انی اخاف الله .

''وہ شخص جس کو کوئی حسین وشریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ تمہاری قربت سے اللہ کا ڈر مانع ہے''

تقویٰ کا مطلب یہ نہیں کہ انسان صرف نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کر کے اپنے کو فلاح یافتہ مسلمان سمجھے بلکہ اس کا اپنے دل میں اللہ کا خوف جاگزین ومستحکم کرنا ہے کہ میری ہر حرکت وعمل کا اللہ کے دربار میں محاسبہ ہوگا۔ حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ' کوتاہی کی صورت میں سب کے لئے رب العالمین کے سامنے جوابدہی کرنی ہوگی۔

ووجدوا ما عملوا حاضرًا. فمن يعمل مثقال ذرة خيرًا يره. ومن يعمل مثقال ذرة شرًا يره.

جیسے واضح اور محکم ارشادات ربانی کے مطابق ذرہ ذرہ کو پیش ہونا ہی ہے اور یہ خوف خلوت وجلوت

میں ساتھ رہے کہ مجھے ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہی ہے جس کے بعد عالم برزخ یعنی قبر کا مرحلہ شروع ہوکر نکیر و منکر سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں سوالات کا سامنا کرنا پڑے گا' جس کے بعد قبر ہی سے روضۃ من ریاض الجنۃ یاحفرۃ من حفر النار کے مکافات عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس طویل ترین دور کا خاتمہ یہاں نہیں بلکہ قبر سے اٹھ کر بادشاہوں کے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوکر اس کے بے پناہ انعامات کے صلہ میں اپنے ہر عمل کا حساب چکانا ہے۔ آگ وخون کو عبور کرنے کا سخت ترین مرحلہ تو پل صراط کو پار کرنے کا ہے پھر کچھ معلوم نہیں کہ نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں پکڑوا کر جنت کا پروانہ ملتا ہے یا ایسے ہاتھ میں ملتا ہے جو جہنم وعذاب ابدی میں داخلے کا وارنٹ ہے۔

صحابہ کرامؓ اور خوفِ خدا

خوف خدا کا جو مظاہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ ساتھیوں یعنی صحابہ کرامؓ کے افعال وعمال سے معلوم ہوتا ہے اس میں آج کے برائے نام مسلمانوں کے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ اسلام کے وہ درخشندہ ستارے جن کو زندگی میں ہی جنت کی بشارتوں سے نوازا گیا ان کی پوری زندگیاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اطاعت' دین کی سربلندی کے لئے وقف تھیں اور اس راہ میں ایسے مصائب کے پہاڑ ہر ایک پر ٹوٹے کہ آج کے دور میں ان کا تصور بھی بدن پر رونگٹے کھڑے ہونے کے لئے کافی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان شیدائیوں کا ہر فرد خوف خدا کے جذبہ سے لبریز تھا۔ یہ صرف ''مشت نمونہ خروار'' کے طور پر تین صحابہؓ کا ذکر ہوا۔

خوفِ خدا کی برکات

اگر اسی ایک جذبہ ''خوف خدا'' کو آج اپنایا جائے تو مسلمانوں کی زبوں حالی' دینی لحاظ سے پستی وانحطاط پر مکمل طور سے قابو پا کر ہم ایک بار پھر ایک دیندار' وفاشعار اور دنیا کے نقشے پر فاتح وغالب قوم کی حیثیت سے ابھر سکتے ہیں۔ مگر اس کے لئے اولین شرط یہ کہ ہم میں سے

ہر مسلمان اپنے قول وفعل سے پہلے فرمان الٰہی ولتنظر نفس ماقدمت لغد کے مطابق سوچے کہ میرے ہر عمل کا کل مجھے خدا کے سامنے جواب دینا ہے۔اور ''خوف خدا'' کی یہ بہترین صفت جسکے دل و دماغ میں رچ بس جائے تو ایک اعلیٰ ترین حسب ونسب اور حسن والی دوشیزہ کیا کہ اس فانی دنیا کی کوئی پرکشش چیز جو شریعت سے متصادم ہوا سے اپنی طرف مائل بھی کر نہ سکے گی۔ایسے ہی پاکدامن وعفیف مسلمان کہ گناہ کے تمام وسائل واسباب دستیاب ہونے کے باوجود بھی وہ گناہ سے اجتناب کرے کہ اللہ کے سامنے پیش ہو کر عمل بد کا وبال برداشت کرنا ہے۔وہ بھی روز محشر کی سختیوں اور مصائبوں سے اللہ تعالیٰ کے عرش ورحمت کے سایہ کے نیچے محفوظ رہے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ

ورجل تصدق فاخفا ھا حتی لاتعلم شماله مانفق یمینه.

انسان کو اللہ نے جو کچھ اس کی ملکیت میں دیا ہے' انسان غلط فہمی کی بناء پر سمجھتا ہے کہ یہ اس کا حقیقی مالک ہے حالانکہ ان تمام اشیاء بلکہ انسان اپنے بدن کا بھی مالک حقیقی وخودمختار نہیں' جب خود اپنے جسم کا بھی مالک نہیں تو پھر انسان کا مال کب اس کا ہوا۔ بلکہ یہ مال ودولت بھی اس کے ہاتھ میں امانت ہے۔جس میں وہ محض امین ہے کہ جہاں خدا کی اجازت ہو وہاں صرف کرنے کا اختیار ہے اور جہاں ممانعت ہے اس کو قطعاً صرف کرنے کا کوئی اختیار نہیں اس لئے اگر مال میں اللہ کی مرضی (یعنی احکام شرعیہ) کے خلاف تصرف کیا جائے تو وہ امانت میں خیانت ہے اور خیانت کرنا سنگین جرم ہے۔

اب جب مال ودولت کا اصل وارث ومالک رب العالمین ہے تو اس نے اپنے نائب وخلیفہ انسان کو اس کے خرچ کے مختلف طریقے بھی ذکر فرما دیئے ان میں سے ایک طریقہ حاجتمندوں' فقراء ومساکین کی حوائج کو پورا کرنے کے لئے ان پر صدقہ یعنی خیر وخیرات بھی ہے' کیونکہ ایک شخص کے حق میں دولت کے ارتکاز کا اسلام سخت مخالف ہے' قرآن میں اور اسی طرح احادیث مقدسہ میں بے شمار مقامات پر ایسے لوگوں کی مذمت اور ان کے لئے قبر وجہنم کے عذاب کا

وعید کیا گیا ہے۔ جو صاحب ثروت ہوتے ہوئے بھی اپنے مال و زر پر سانپ کی طرح بیٹھ کر حاجت مندوں کی حاجت روائی تصدق کے ذریعہ نہ کریں اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لئے بے شمار اجور و مراتب کے ذکر پر قرآنی آیات اور نبوی اقوال مشتمل ہیں۔

ایک جگہ اور ارشاد باری ہے:

مثل الذين ينفقون اموالهم فی سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فی كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم. (البقرة)

''ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کے راستے میں ایک دانے کی طرح ہے کہ اس سے سات بالیں اگیں ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ اس سے بھی دگنا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے''

آیت کا مطلب صاف واضح ہے کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اس کو ایک روپے (مثلاً) خرچ کرنے کے بدلے سات سو نیکیاں ملیں گی اور پھر صرف سات سو میں یہ اجر محدود نہیں بلکہ اللہ کی شان کریمانہ ورحیمانہ کے تقاضا کے مطابق یہ عدد چودہ سو بھی ہو سکتا ہے۔

صدقات کی فضیلت کے بارہ میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات بھی ذکر کر رہا ہوں۔

قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان الصدقة لتطفی غضب الرب وتدفع ميتة السوء (احمد)

''صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے''

قال رسول الله صلی الله عليه وسلم مامن يوم يصبح العباد فيه الاملكان ينزلان فيقول احدهما اللهم اعط منفقاً خلفا ويقول الاخر اللهم اعط منفقاً تلفاً (بخاری و مسلم)

''روزانہ ہر صبح کو دو فرشتے اترتے ہیں ایک یہ دعا دیتا ہے کہ الٰہی تو سخی اور خرچ کرنے والے کے مال میں زیادتی اور برکت دے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہ دینے والے بخیل اور کنجوس کے مال میں کمی

کردے اور اسے برباد کردے"

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصدقوا فان الصدقة فکاککم من النار (ترغیب)

"صدقہ کیا کرو کیونکہ صدقہ تم کو دوزخ سے بچالے گا"

احادیث کے ذخیرہ میں ایسے بیسیوں فرمودات میں اللہ کی راہ میں تصدق کرنے والوں کے درجات وثمرات کا ذکر ہے ایک جگہ فرمایا گیا ہے: کہ جو شخص اپنے غربت اور فقر کے باوجود اپنے تھوڑے سے مال میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اس کو امیر آدمی کے بہت سے مال سے بھی زیادہ ثواب ملے گا' یہاں تک کہ مفلس ومحتاج کا ایک درہم امیر کے ایک لاکھ درہم سے بڑھ کر ثواب رکھتا ہے۔

لیکن تصدق پر درجات واجور ملنے کے لئے سب سے اہم شرط یہ کہ تصدق خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو نہ اس لئے کہ لوگوں میں شہرت اور دکھلاوے کے لئے۔ جیسے کہ آج کل پہلے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں اگر کبھی دل میں خیال آ بھی جائے تو خواہش ہوتی ہے کہ فرض زکوٰۃ کی تقسیم کی بھی لوگوں' اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ میں خوب تشہیر ہو جائے۔ اخبارات میں بڑے بڑے عنوانات سے رقم دینے کا ذکر بمع تصاویر آ جائے۔ فرض کی ادائیگی کے لئے بھی مجالس ومحافل کا انعقاد کیا جائے۔ یہی حالت نفلی صدقات کی بھی ہے۔

نام ونمود اور ریاء کی مذمت

ایسے نام ونمود ونمائشی صدقات کی حقیقت خالق کائنات نے اس انداز میں ذکر فرمائی:

یاایھاالذین امنوا لاتبطلوا صدقاتکم باالمن والاذی کاالذی ینفق ماله ' رئاءَ الناس ولایؤمن باالله والیوم الاخر فمثله کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلداً. لایقدرو ن علی شیئی مما کسبوا والله لایهدی القوم الکافرین. (البقرة)

''اے ایمان والوں تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات اور احسان کو برباد نہ کرو، جو شخص اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور روز قیامت پر اس کی مثال ایسی ہے جیسا ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی لگی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑے جو اس کو بالکل صاف کردے، ایسے لوگوں کو اپنے ہاتھ کی کمائی ذرا ہاتھ نہ لگے گی، اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راستہ نہیں بتلاتے''

معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا و خوشنودی کی خالص نیت کے سوا انفاق اور خرچ کے جتنے بھی محرکات ہوتے ہیں ان سب کا مطلوب و مدعا ہیر پھیر کر غیر اللہ ہوتا ہے۔ خواہ اپنے نفس کی خوشی و خواہش یا نام و نمود اور عزت و شہرت، خواہ ارباب اقتدار کا ڈر دباؤ اور ظاہر ہے اللہ اور روز قیامت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے مال خرچ کرنے کے اسباب یہی کچھ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک مخلص مسلمان کا ہر عبادت کی ادائیگی کے وقت یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ میرا ہر عمل روز قیامت رب العزت کے حضور پیش ہو کر اس پر نتیجہ ثواب کی صورت میں مرتب ہونا ہی ہے، اور ایسے مخلص مسلمان کا ذکر رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا:

وما تنفقون الا ابتغاً وجه الله

پس ایسا شخص بھی عرش کے سایہ میں جلوہ افروز ہوگا جو دائیں ہاتھ سے خرچ کر کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتا نہ کہ ہماری خیرات اور نیکی کی طرح کہ سارے محلّہ و شہر میں ڈھنڈورا پیٹیں اور پھر صرف اس پر بھی قناعت نہیں کرتے بلکہ وقت بے وقت جس کے ساتھ معمولی احسان کیا جائے۔ کرتے تو خدا کی رضا آخرت کے ثواب کے لئے مگر جن کے ساتھ یہ سلوک و احسان کرتے ہیں کچھ نہ کچھ زبانی و عملی ممنونیت اور شکر گزاری کی توقع قائم کر لیتے ہیں جس میں اگر ان سے کوتاہی ہوتی ہے تو برا مانتے ہیں۔ اور بسا اوقات ایسی صورت میں اپنا احسان جتلانے اور یاد دلانے پر بھی اتر آتے ہیں جس سے سب کئے کرائے پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ کہ ہمارا نفس پوری طرح اپنے نفسیاتی جذبات سے پاک نہیں ہوتا کہ خدا و آخرت

کے سوا کسی اور طرف کسی طرح کے اجر وثواب کے لئے نظر اٹھ ہی نہیں سکتی' اللہ تعالیٰ کے نام پر تو وہ خیرات وصدقہ ہے کہ بالکل خفیہ ہو باقی رہانیت کا تعلق تو وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت

بخاری شریف کی ایک روایت میں ایک نیک دل مسلمان کا ذکر ہے کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خفیہ انفاق کے فضائل سنے تو رات کی تاریکی میں اپنے آپ کو ڈھانپ کر ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا کہ کوئی پہچانے بغیر کسی کے ہاتھ میں صدقہ کا مال تھما دوں۔ اتفاقاً وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا۔ اندھیرے میں اس کے ہاتھ میں رقم تھما دی۔ صبح لوگوں میں مشہور ہوا کہ رات ایک چور چوری کرنے جارہا تھا کہ ایک سخی آدمی نے اسے بڑی دولت سے مالا مال کر دیا۔ صدقہ کرنے والا لوگوں کی یہ باتیں سن کر پریشان ہوا دل میں کہا یا اللہ عجیب مسئلہ ہوا۔ خیرات بھی دے دی اور وہ بھی ایک چور کو دوسرے دن سوچا کہ مرد تو چور ہو سکتے ہیں عورتیں چوری نہیں کرتیں۔ رات ایک خفیہ مقام پر کھڑا ہو کر راہ میں گزرنے والی ایک عورت کو اپنا خیراتی مال حوالہ کر دیا۔ صبح پھر شہر میں لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ فلاں زانیہ عورت کہیں زنا کے ارادے سے جارہی تھی کہ کسی نے بہت بڑی دولت اس کے حوالے کر دی یہ شخص پہلے سے بھی زیادہ پریشان ہوا کہ اب کیا کیا جاوے۔ خفیہ خیرات کرنے کی نیت ادائیگی کی تو وہ بھی ایک بدکار عورت کو۔ تیسری رات پھر کسی مسجد میں اس نیت سے آیا کہ مسجد جیسی مقدس جگہ میں نہ چور کی موجودگی کا امکان ہے اور نہ تو زانیہ کی آمد کا۔ ایک شخص کو بیٹھا دیکھ کر اپنا صدقہ اسکے سپرد کر دیا۔ صبح ہوتے ہی شہر میں مشہور ہوا کہ رات فلاں نواب ورئیس کو مسجد میں کسی نے بہت بڑا مال دے دیا۔ انتہائی رنجیدہ وفکر مند ہوا کہ تین دفعہ صدقہ دیا۔ تینوں دفعہ بے جا مصرف اور مستحق وفقیر کو نہ پہنچا غیبی آواز آئی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا صدقہ قبول ہو گیا۔ تم ثواب واجر کے حقدار ہو۔ اللہ اپنے بندے کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔ چور کے ہاتھ جب تمہاری دولت آئی۔ اس رات اس نے تیرے مال کی وجہ سے چوری نہ کی کہ چوری کا مقصد حصول مال ہے اور وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ بدکارہ عورت دولت کی

غرض سے زنا کرنے جارہی تھی۔ جب تمہارا دیا ہوا مال اسے ملا' اس نے اس رات زنا کا ارادہ ترک کردیا۔ گناہ سے بچ گئی۔ ایک غنی آدمی دولت مند شخص تھا اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حوصلہ نہ تھا جب تمہاری طرف سے اسے دولت ملی۔ اسے بھی خیال آیا کہ جس خدا نے اس دینے والے کو مال و دولت دی ہے وہ تو اللہ کے نام پر دے رہا ہے جبکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے ہوئے مال و زر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے سے کیوں کنارہ کشی کررہا ہوں۔ تمہیں دیکھتے ہوئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے پر آمادہ ہوا۔

خلوصِ نیت

معلوم ہوا کہ دارومدار نیت پر ہے۔ اور پھر ایک آدمی کے اخلاص عمل سے نہ صرف اس کا عمل قبول ہوا آخرت منور ہوگئی بلکہ اس کے للّٰہی عمل کی وجہ سے تین اور مسلمان بھی برائی سے رک گئے۔ یہی صورت صرف انفاق فی سبیل اللہ کی نہیں بلکہ **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** بخاری شریف کی پہلی روایت "**انما الاعمال باالنیات**" اور "**لکل امری مانوی**" کے مطابق تمام عبادات و اعمال صالح کی صحت و فساد کا انحصار نیت پر ہے۔ اگر کوئی عبادت خواہ نماز' روزہ حج اور زکوٰۃ ہو اللہ کی رضا کیلئے ہو اس پر جزا و ثواب کا اطلاق ہوگا۔ اور اگر دکھلاوے اور دنیاوی غرض کیلئے ہو تو صرف صورت تو عابد اور مطیع کی ہوئی' خدا کی طرف سے آخرت میں اس پر کوئی اجر و ثواب کس حیثیت سے مل سکتا ہے؟

اللہ جل جلالہ' ہم سب کو اپنے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما کر روز حشر کے شدائد سے بچنے کے اسباب و عوامل میسر فرماویں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

موت ایک ناقابل انکار حقیقت

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد:فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. عن عبداللہ ابن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور وقال لی یاابن عمر اذااصبحت فلاتحدث نفسک بالمساء واذ امسیت فلاتعدنفسک بالصباح وخذمن صحتک قبل سقمک ومن حیاتک قبل موتک فانک لاتدری یا عبداللہ مااسمک غدا(بیہقی)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمرؓ کو کندھے سے پکڑ کر فرمایا: تم دنیا میں رہتے ہوئے اپنے مسافروں کی طرح سمجھو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، پھر فرمایا: اے ابن عمرؓ جب صبح کو اٹھو تو شام کا انتظار نہ کرو اور جب شام ہو تو صبح کا انتظار مت کرو، بیماری سے پہلے صحت میں اچھے کام کرو اور مرنے سے قبل زندگی میں جتنا ہو سکے کرلو، کچھ پتہ نہیں کہ کل تمہارا نام کیا ہوگا، آیا زندہ رہ کر زندوں میں شمار ہوگے یا مر کر مردے کے نام سے پکارے جاؤ گے''

مقصد تخلیق سے غفلت

آج مسلمانانِ عالم دنیا کی گہما گہمی میں اس طرح گم ہو چکے ہیں کہ مقصد تخلیق بھولنے کے ساتھ ساتھ اس فانی دنیا کی رخصتی یعنی موت سے بھی بالکل غافل ہو کر اسے بُھلا چکے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے تمام فیصلوں کے مانند مرنے کا فیصلہ بھی ایسا اٹل حکم ہے کہ نہ اس سے بچاؤ کی کوئی صورت ہے اور نہ اس سے انکار کی، بڑے بڑے فلاسفہ، حکماء، دانشور جو اپنے عقل و دانش اور فاسد نظریات و تصورات کے غرور میں مبتلا ہو کر خدا تک کے وجود سے انکار کر چکے ہیں۔ رسالت و نبوت' قیامت' جزاوسزا' جنت و دوزخ' عالم برزخ کے حالات و کیفیات سے انکار تو ان سب کا قدر مشترک ہے، مگر ان میں سے کسی میں ہمت نہیں کہ نظریہ موت کا ابطال کریں کیونکہ دنیا کے وجود سے لیکر روز قیامت تک صبح و شام اس عالم فانی سے کوچ کرنے کا سلسلہ جاری ہے، اگر بچنے کی کوئی صورت ہوتی تو لوگوں کو موت سے بچانے والے حکماء واطباء تو موت کے منہ میں کبھی نہ جاتے گویا مرنے پر تو تمام مذاہب کے ماننے والے اور مذہب کے قید و بند سے آزاد سب لوگ متفق ہیں۔

موت کا وقت متعین نہیں

اور پھر سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں جب کہ نئے نئے مشینوں اور آلات کی بھرمار ہے۔ ان گنت آئندہ امور کے آمد کی پیشنگوئیاں اور دعوے کئے جاتے ہیں، اس کے باوجود موت کا آنا ایسا امر ہے جس کے آمد اور وقت کے یقین کے بارے میں سارے جدید علوم گنگ ہیں، روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ ظاہری طور پر موت کی دہلیز پر زندگی سے مایوس مریض اور معمر ترین اشخاص کی زندگیاں طویل ہو جاتی ہیں اور جس کے بارے میں وہم و خواب میں بھی نہ ہو، صحیح و سالم اور جوان کی موت کی خبر آ جاتی ہے۔ موت کے یقینی ہونے پر مسلم اور غیر مسلم کے متفق ہونے کے بعد راستے الگ ہو جاتے ہیں۔ اکثر غیر مسلم آخرت کے عقیدہ سے عاری لوگوں کے خیال میں انسان کے پیدائش اور سارے کارخانہ عالم کے وجود میں آنے کا مقصد صرف دنیا میں چند سالہ زندگی گزارنا' اس سے لطف اندوز ہونا اور پھر بس آگے کچھ نہیں اور مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اس مختصر زندگی کے بعد اصل مراحل جو کہ عالم برزخ' حشر نشر' روز قیامت جزا اور سزا جنت و دوزخ پر مشتمل ہیں' طے کرنے ہیں اور اس چند روزہ یا چند سالہ زندگی کا حجم اور حدود اربعہ مرنے کے بعد کی طویل زندگی کے مقابلے میں ایک بڑے دریا و

سمندر سے ایک پرندہ کا اپنی چونچ میں پانی کا قطرہ لینے سے بھی کم ہے۔

پیدائش مرنے کی تمہید

کیونکہ ایک عقلمند و باکردار مسلمان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ اس کا پیدا ہونا تمہید ہے اور اس کے مرنے کا اور اس کا پیدا ہونا اس مقصد کے لئے ہے کہ خالق و مالک کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے بچا جائے اور **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** کا بالکل واضح صریح ارشاد ربانی قدم قدم پر انسان کے وظیفہ حیات کو اسے یاد دلاتی رہتی ہے۔ بدقسمتی سے ہم مسلمان اپنا یہ مقصد حیات بھول کر دنیا کی رنگینیوں میں ایسے پڑ گئے کہ مرنے اور اس کے بعد کے حالات سے مکمل بے رخی اختیار کر چکے ہیں، جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ آج ذلیل اور خوار ہو کر نہ خدا کے رہے اور نہ دنیاوی اعتبار سے ترقی یافتہ اقوام میں شامل ہو سکے۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم کے مصداق بن گئے اسی لئے راہ حق سے بھٹکے ہوئے، لوگوں کے صراط مستقیم پر آنے کے لئے خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول زریں اکسیر اعظم ہے کہ دین و مذہب اور اس کے احکامات سے غفلت کا ازالہ اس صورت میں ممکن ہے کہ دنیا اور اس کی عیش و راحت کو مستقل ٹھکانہ نہ سمجھے، باقی رہنے والی چیز کو فانی چیزوں پر ترجیح دے کر اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرے، یہ تصور اور یقین نہ کرے کہ کل کا دن بھی میری عمر میں شامل ہو کر میں زندہ رہوں گا۔

دنیا میں رہنے کا لائحہ عمل

مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **کن فی الدنیا کا نک غریب او عابر سبیل**

''دنیا میں اس طرح رہو کہ تم مسافر ہو یا راستہ عبور کرنے والا''

وعدنفسک فی اصحاب القبور (بخاری)

''اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر''

بار بار تنبیہ کی جاتی رہی کہ دنیا اور اسباب دنیا میں غافل رہ کر اس مختصر دور کے بعد ایک طویل زندگی یعنی قبر کے مرحلے کو بھولنا نہیں بلکہ قدم قدم پر مرنے کے بعد کے حالات کو سامنے رکھ کر اس فانی دنیا میں حیات مستعار گزارنی ہے۔

آج اگر ہم میں سے کسی کو کہا جائے کہ مقررہ وقت میں ایک خطرناک مہم پر روانہ ہونا ہے' جہاں اندھیرا' تنہائی' گھٹن' حشرات الارض یعنی سانپ' بچھو اور دیگر زہریلے و خونخوار حیوانات کی موجودگی کا امکان ہو تو ہیبت طاری ہونے کے بعد ہم ان پُرخطر مراحل سے گزرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے ذرائع وسائل کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر دن رات کا آرام اپنے اوپر حرام کر دیتے ہیں، جبکہ ان مصائب و آلام کا موجود ہونا بھی یقینی نہیں۔ بلکہ وہم و امکان کا درجہ رکھتا ہے۔ اور پھر دنیوی ضرر رساں اشیاء کا ضرر موت کے بعد جس ضرر کا یقین ہے کے مقابلہ میں ایک نسبت ہزار سے بھی کم ہے۔ بلکہ دینوی تکالیف سے مقابلہ بھی ناممکن ہے' سے بچاؤ کے تو ہزاروں وسیلے اختیار کرتے ہیں او رمرنے کے فوراً بعد جن مراحل کا سامنا کرنا ہے اسے ہم نے نسیاًمنسیا کر دیا ہے، جہاں ناکامی کی صورت میں عذاب ہی عذاب ہے، سکون و راحت نام کی شے بھی نہیں اور کامیابی کے بعد اطمینان خوشی اور انعامات کی ایسی بارشیں ہیں کہ اس میں غم اور آزردگی کا نام ونشان نہیں، حضرت لقمان کا پند و نصائح سے بھرپور مقولہ ہے کہ مصائب دنیا کو سہل خیال کرو اور موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو۔

عذاب قبر

موت کے بعد دفناتے ہی قبر جو کہ عالم برزخ کہلاتا ہے' کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جہاں کے حالات واقعات کا علم قرآن وسنت کے واضح ہدایات کی صورت میں ہم سب کے سامنے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت انبیاء علیہم السلام کے سردار سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی بشارت زندگی ہی میں پانے والے جلیل القدر معصوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی' عذاب قبر سے بار بار پناہ مانگتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضر تصلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر و من عذاب النار ومن فتنة المحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال(بخاری شریف)

''یا اللہ! میں آپ کے ذریعے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں اور جہنم کے عذاب اور زندگی اور

موت اور دجال کے فتنہ سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں۔"

قبر کے عذاب کے احساس وادراک سے اگرچہ انس وجن زندگی میں عاری ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے خاص مصلحت ابتلاء وآزمائش ہی کا نتیجہ ہے مگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے علاوہ دیگر جانور عذاب قبر کی آوازوں کو سنتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

ان اھل القبور یعذبون فی قبورھم عذاباً تسمعه البھائم (بخاری شریف)

"تحقیق قبروں والوں کو جب ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے تو اسکو جانور بھی سنتے ہیں" بخاری شریف کی روایت کے مطابق جب منافق اور کافر سے قبر میں سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہو کر وہ صحیح جواب دینے میں ناکام ہو جاتا ہے تو فرشتے اس کو لوہے کے بھاری ہتھوڑے سے اتنے زور سے مارتے ہیں' وہ اتنا چیختا چلاتا ہے کہ اس کی کربناک آوازیں انسان و جنات کے علاوہ وہاں قریب موجود جاندار سنتے ہیں۔

فکر آخرت کی اہمیت

آج مسلمان زبان سے تو موت کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ مرنا ہے۔ نکیر ومنکر کے سوالات ہوں گے۔ گھپ اندھیرے میں صرف عمل صالح ہی کارآمد اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگا وغیرہ' مگر ہماری ان باتوں کا تعلق صرف زبان ہی تک محدود رہتا ہے' کبھی ان تصورات کو ہم بہت ہی کم دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے ہیں' ہمارے اعمال ومعاملات گواہی دیتے ہیں کہ ہم موت اور اس کے بعد کے حالات کے قائل ہی نہیں۔ جتنا ذوق وشوق، محبت اور محنت دنیا اور دنیاوی امور کے لئے ہم سے سرزد ہوتا ہے' اس کا عشر عشیر بھی ہمارے قلوب میں موت اور اس کے بعد آخرت کے بارے میں نہیں ہوتا' دنیا میں رہنے کے لئے دن رات ہم سکون وآرام کے اسباب کی تلاش میں مگن رہتے ہیں۔ جبکہ دنیا اور اسکے آرام وآلام دونوں عارضی ہیں' اور موت اور اس کے بعد کی زندگی کے اعزازات واکرامات جو کہ دائمی ہیں' اس کے متعلق دل سے کبھی سوچا تک نہیں' غریب سے غریب تر بھی ہر لمحہ اس فکر میں ہے کہ دنیا میں بہترین مکان مل جائے' بنگلہ ہو' وسیع وعریض لان

ہوجدید آسائشوں سے مرصع ہو جس میں زندگی کی تمام قسم کی خوشیاں موجود ہوں راہ گزر مکان کو دیکھ کر انگشت بدندان رہ جائے اس قسم کی حسرت بہت کم خوش نصیبوں کے دل میں ہوگی کہ خدا کے سامنے جب پیش ہوں ایسی جنت ملے جو باغات پر مشتمل ہو۔ کامثال اللؤلؤ المکنون . ہو، دائمی اطمینان وسکون ہو خوشی ہی خوشی ہو اور رنج وغم کا تصور تک نہ ہو دنیا میں مصیبت سے بچنے کے لئے سینکڑوں تدابیر اختیار کئے جاتے ہیں اور مرنے کے بعد پیش آنے والے مصائب کے بارے میں فکر مند ہونا تو دور کی بات ہے کبھی خواب میں سوچنے تک کی بھی زحمت نہیں کرتے خلاصہ یہ کہ اتفاق سے کبھی ذکر موت وآخرت کرکے یہ تصور کرنا کہ ہمیں فکر موت وآخرت ہے، اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں کیونکہ آج کے مسلمانوں کا عمل حقیقی معنوں میں فکر موت و آخرت کرنے والوں کے بالکل برعکس ہے۔

موت وصال محبوب کا وسیلہ ہے

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب کا مصداق دیندار واہل اللہ ہوتے ہیں جو اس عارضی گھر یعنی دنیا سے جدا ہونے پر رنجیدہ ہونے کی بجائے اس پر خوش ہوتے ہیں، ان کے مقابلہ میں مادہ پرست اور ہوس دنیا میں مبتلا لوگ اسے مستقل ٹھکانہ سمجھ کر اس سے جدا ہونے کے تصور سے بھی کانپ جاتے ہیں۔ حالانکہ مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عبداللہ ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمالدنیا سجن المؤمنین وسنة واذا فارق الدنیا فارق السجن والسنة (رواہ فی شرح السنة)

''عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: کہ یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور قحط ہے جب مومن دنیا سے الگ ہوجاتا ہے تو گویا وہ قید وقحط سے جدا ہوا''

اللہ تعالیٰ ہمیں فکر آخرت وعمل صالح پر قائم ودائم رہنے کی توفیق نصیب فرماویں آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆

موت کی یاد اور اس کے غفلت کے نقصانات

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد:فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. عن عبداللہ ابن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب اوعابرسبیل وعد نفسک من اصحاب القبور وقال لی یاابن عمر اذااصبحت فلاتحدث نفسک بالمساء واذ امسیت فلاتعدنفسک بالصباح وخذمن صحتک قبل سقمک ومن حیاتک قبل موتک فانک لاتدری یا عبداللہ مااسمک غدا(بیہقی)

دنیا کو حضور نے قید خانہ سے تشبیہ دی،جیل،سختی،تنگی،پریشانی اور مشقت وغیرہ کا نام ہے اور دنیا میں بھی مسلمان انہی تکالیف کا شکار رہتا ہے،اکثر وبیشتر ایمان وعقیدہ کے محفوظ رکھنے کی فکر،کبھی مال کی پریشانی،تو کبھی اولاد کی،کبھی معاشرتی تو کبھی معاشی،الغرض قدم قدم پر آزمائشیں اور ابتلا ہی ابتلاء اگر کسی وقت اطمینان وسکون میسر بھی آجائے پھر بھی اس سکون وراحت کے

مقابلہ میں جوموت کے بعد جنت میں ملنے والی ہے کوئی حیثیت ہی نہیں تو اس دنیا کی پھر بھی اس کی نظر میں قید خانہ اور قحط سے زیادہ حیثیت نہیں' ہرلحہ ایک صالح و باکردار مسلمان کا شوق رہتا ہے کہ اس محنت و مشقت بھری دنیا سے نجات ورہائی پا کر دارالبقاء کی طرف منتقل ہو جائے۔

موت کو کثرت سے یاد کرو

ہم میں سے بہت سے مسلمان جو دنیا کی طلب میں اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ موت اور عاقبت کو بھول کر دنیا کی لذتوں میں گم ہو چکے ہیں' جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے کہ

عن انسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثروا ذكر هاذم اللذات فانه ماذكره احد فى ضيق من العيش الاوسعه عليه ولا فى سعة الاضيقه عليه (رواه البزاز)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز جو کہ موت ہے کو کثرت سے یاد کرو، کیونکہ جو بھی اسے تنگی کے زمانہ میں یاد کرے گا،اس پر فراخی ہوگی،اگر عیش وراحت میں ہو تو موت کی یاد کی وجہ سے اس پر تنگی آئے گی''

وجہ یہ ہے کہ جب تکلیف کی حالت میں موت کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھے گا،تو اپنے سکون اور مصیبت پر پریشان ہونے کی بجائے سکون حاصل ہوگا کہ موت کی سختی کے مقابلہ میں باقی تمام سختیاں ہیچ ہیں۔اور خوشحالی اور فراخی کے دور میں یاد کرے گا،تو دنیوی فراوانی اور خوشحالی کی وجہ سے جن خرمستیوں اور گناہوں کا امکان ہے، فانی ہونے کے تصور سے ان گناہوں میں مبتلا ہونے سے بچ جائے گا' ہر دو حالتوں میں موت کا تصور فائدہ مند ہے۔

جب موت کا وقت مقررہ آ پہنچے

قرآن وحدیث مسلمانوں کو ہر وقت موت و مابعدالموت کی حالت کی یاد اور اس کے لئے تیاری کی دعوت دے رہا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دانا اور عقلمند کے نام سے یاد فرمایا ہے' جو موت کو یاد کرنے والا اور اس کے لئے تیاری کرنے والا ہو۔ہمارے عرف اور

اصطلاح میں عقلمند اس کو کہا جاتا ہے جو دنیا کے داؤ پیچ کا ماہر اور زیادہ کمانے والا ہو کاروبار میں منافع کے لئے جائز اور ناجائز کی تمیز کئے بغیر ہر قسم کے حربے استعمال کرنے میں ممتاز اور معاشرہ میں سب سے زیادہ عیار اور مکار ہو، اور اپنے ہر ضرورت اور حاجت کو پورا کرنے کے لئے اوروں پر سبقت حاصل کرنے کا ماہر ہو حالانکہ دنیا کے ہر ضرورت کا خاتمہ ایک نئی ضرورت پر ہوتا ہے اور اسکا اختتام دوسری ضرورت پر ہوتا ہے۔ اور یہ نہ رکنے والا سلسلہ موت تک جاری رہتا ہے۔ موت کے لئے تیاری کی فرصت ہی نہیں ملتی، جب مقررہ وقت سر پر پہنچ جاتا ہے، سوائے حسرت اور افسوس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ پھر یہی تمنا باقی رہ جاتی ہے کہ

رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصالحین '(سورۃ المنافقون)

''اے رب مجھے ذرا تو مہلت دی جاتی تا کہ میں خیرات دے دیتا اور نیک ہو جاتا ۔ مگر اس وقت درخواست مسترد کر کے رب ذوالجلال فرماتے ہیں''

ولن یؤ خر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا و اللہ خبیر بماتعملون (سورۃ المنافقون).

''اور اللہ تعالیٰ تو ہرگز کسی کو مہلت نہیں دیتا جبکہ اس کا وقت آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو۔''

سلیمان علیہ السلام کی آرزو

یعنی موت کا وقت سر پر پہنچنے کے بعد اگر کوئی انسان زندگی میں کچھ مزید اضافے کی درخواست کرے تو عادۃ اللہ ہے کہ وقت مقررہ سے ایک لحہ بھی زیادہ مہلت نہیں دی جاتی۔ اگر کسی کی خواہش اور آرزو پر موت کے مقررہ وقت کا ٹلنا ہوتا تو حضرت سلیمانؑ جیسے اولعزم اور جلیل القدر پیغمبر جب بیت المقدس کی تعمیر میں مصروف ہوئے اس وقت موت کے پیامبر نے آکر دنیا سے رخصت ہونے کی اطلاع دی، آپ نے خواہش کا اظہار فرمایا کہ بیت المقدس یعنی خانہ خدا کی تکمیل تک اگر مہلت دی جائے مگر آرزو قبول نہ ہوئی، معلوم ہوا کہ موت کا اٹل اور مقررہ فیصلہ کسی کی خواہش پر تبدیل نہیں ہوتا۔ ورنہ آپ دیکھ لیں، یہاں درخواست دینے والا کون ہے؟ عظیم المرتبت پاک و

معصوم نبی۔اور تمنا کی غرض بھی کوئی دنیاوی مقصد کی تکمیل نہیں بلکہ اللہ کے گھر کو مکمل کرنا ہے۔اس گھر کو جو منقبت وفضیلت اللہ نے دی ہے،وہ بھی آپ مساجد ثلثہ کے ضمن میں بار بار سن چکے ہیں۔

موت ایک ثابت شدہ حقیقت

اب تک معروضات سے یہ بات عیاں ہو چکی کہ موت ثابت شدہ حقیقت ہے،اس سے چھٹکارا ناممکن ہے اور انسان کی خواہشات کو آناً فاناً زیروزبر اور تہس نہس کرنے والے اس انقلابی عمل کے وقوع پذیر ہونے کا وقت بھی اس کو معلوم نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے ارشاد عالیہ کے مطابق اگر صبح کا وقت اس کو ملے تو شام کا انتظار نہ کرے،کسی کو معلوم نہیں کہ شام کو حیات مستعار کا حصہ اس کی قسمت میں ہے بھی یا نہیں۔اور اگر شام کسی کو حاصل ہو تو صبح کے حصول کا یقین نہ کرے بلکہ زندگی کا جو لمحہ اس کو ملے اس کو رب العالمین کی خوشنودی کا سبب بننے والے اعمال میں صرف کردے،ممکن ہے جس گھڑی میں عبادت کرنے کا یہ انتظار کرے اس وقت اس پر زندہ کے لفظ کا اطلاق ہی نہ ہو بلکہ مردہ کے نام سے پکارا جائے۔یہ بات ہر وقت پیش نظر رہے کہ جب دل میں اللہ کی عبادت اور نیکی کا حصول کا داعیہ پیدا ہو تو وہ وقت اگر اس عبادت کے لئے موزوں ہے،تو فوراً اس پر عمل پیرا ہو،اس میں تاخیر اور کسی آئندہ وقت میں اس کے حاصل کرنے کا روادار قطعاً نہ ہو۔

اگلے وقت پر ٹالنے کی ترغیب شیطان کی طرف سے انسان و مسلمان کے ساتھ ازلی دشمنی کا ایک پرفریب حربہ ہوتا ہے' کیونکہ اول تو خطبہ کی ابتدا میں ذکر کردہ احادیث اور قرآنی احکامات کی رو سے یہ واضح ہے،جس وقت کے لئے شیطان لعین اس کو ٹال رہا ہے،یقین نہیں کہ اس وقت یہ زندہ بھی ہوگا یا نہیں،اور اگر زندہ بھی ہو تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اس وقت اس کے عبادت و نیکی کا جو شوق پیدا ہوا ہو۔آئندہ وہی جذبہ باقی بھی رہے گا یا نہیں۔

مالک الملک مجھے اور آپ سب کو شیطان کے مکروفریب سے بچا کر اپنے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆

حقیقی محبت کے کرشمے

(۱)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم
بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حباالله (سورۃ بقرہ)
''اور جولوگ ایمان لاتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے''
وعن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلملا یومن احدکم
حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین. (بخاری و مسلم)
''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اپنے والدین' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''

محبت الٰہی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار

مالک و خالق کائنات کے کلام کے اس حصے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ

مبارک کے ذکر میں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ کوئی بھی مسلمانی کا دعویٰ کرنے والا انسان اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک صدق دل سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کرے۔انسانیت کا مقصد تخلیق ہی اپنے خالق کو معبود مان کر اس کی اطاعت وعبادت ہے اب دل کی گہرائیوں سے جس سے عقیدت ومحبت جب تک نہ ہو اس کی مصنوعی یا جبری اطاعت و فرمانبرداری کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں وہی تابعداری اور حکم کی بجا آوری قابل قبول ہے، جس کی جڑیں دل کی گہرائیوں تک پہونچ چکی ہوں اور وہاں تک رسائی حاکم وآمر کے ساتھ حقیقی محبت ہوئے بغیر ناممکن ہے۔

محبت کا فطری جذبہ

محبت وعقیدت کا جذبہ نہ صرف عقلمندوں میں موجود ہے بلکہ غیر ذی عقل حیوانات میں بھی پایا جاتا ہے۔گائے' بھینس' بکری کے سامنے ایک دن گھاس ڈالنے والے کو یہی بے عقل جانور دیکھتے ہی اس کی طرف لپک اور جھک جاتے ہیں۔یہی کیفیت صرف چرندو پرند کی نہیں بلکہ درندوں کی بھی آپ کے سامنے ہے۔شیر' بھیڑیے اور کتے کی بھی اپنے ظاہری پالنے والے سے محبت ہوجاتی ہے۔اسے دیکھتے ہی اس کے پاؤں سے چمٹ کر اپنے مخصوص انداز میں عقیدت' تعلق اور محبت کا اظہار کرنے لگ جاتا ہے۔محبت کا یہ فطری جذبہ انسان وغیر انسان تمام حیوانات میں موجود ہے، جس کا مشاہدہ ابتدائے آفرینش سے تمام انسانیت کررہی ہے۔اس جذبہ محبت کے لئے کسی دلیل' ٹریننگ' تربیت اور تعلیم وتعلم کی ضرورت نہیں ہوتی۔

محبت فکر وعقل کے سانچوں میں ڈھل جائے

جو محبت فطری وطبعی تقاضوں کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ عقل سے ثابت ہو کہ حکم کرنے والے کا حکم بظاہر اگر تکلیف اور مشقت کا باعث ہے مگر اس میں دائمی راحت وسکون ہے وہ محبت عقلی اور اس محبت کی راہ میں اگر کہیں طبعی محبت رکاوٹ اور مانع بن جائے تو ایک سمجھدار اور بالغ النظر شخص کو اس راہ میں فطری محبت کا ٹھکرانا کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہوتا۔اور اس عقلی محبت کے ثمرات اور اجور سے

آ گاہ فرد کے لئے اس جذبہ محبت کے مقابلہ میں خونی رشتوں ٗ مادی و دنیاوی تعلقات سے صرفِ نظر کرنے میں جولذت محسوس ہوتی ہے اس کا احساس وادراک صرف اس مقابلہ سے سرخرواور کامیاب شخص ہی کو ہوتا ہے۔ کہ ظاہری ہارنے کے ضمن میں دنیاوآخرت کی کتنی بڑی نجات وفلاح ہے۔

محسن کی شکرگزاری

دنیا میں کسی سے محبت کرنے کے اسباب میں سب سے اہم وجہ کسی کا احسان کرنا ہوتا ہے۔انسان کی فطرت سلیم میں ہے کہ یہ اپنے ساتھ احسان کرنے والے سے محبت کر کے اس کا مشکور رہتا ہے۔ جو اپنے محسن کا ممنونِ احسان اور اس سے محبت نہ کرے اسے شریعت اور عرف عام دونوں میں ناشکرا اور کیا کیا ناموں سے یاد کیا جا تا ہےٗ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

من لم یشکر الناس لم یشکر الله (ترمذی)

''جس نے لوگوں کا شکر یہ ادا نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا نہ کیا''

صمیم قلب اور اخلاص سے شکر یہ ادا کرنے کے ساتھ محبت کا پیدا ہونا بھی لازمی ہے۔ ورنہ یہ انسان بھی **اولئک کالانعام بل هم اضل** (سورۃ اعراف) مصداق بن جائے گا کہ چوپایہٗ درندہ تو اپنے مالک کے احسان کے بدلے ممنونیت کا اظہار کر دیتا ہے اور انسان اس سے بھی کم درجہ ہو کر ناشکری کرنے لگ جاتا ہے۔

کارخانہ عالم نعمتوں سے بھرا دسترخوان

کائنات اور اس کی نعمتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کارخانہ عالمٗ نعمتوں سے بھر پور دسترخوان اللہ جل شانہ نے انسان کے لئے بچھایا ہوا ہے۔

وما بکم من نعمة فمن الله (سورۃ نمل) ''اور جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں''

وان تعدوا نعمت الله لاتحصوها (سورہ ابراھیم) ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گنو تو تمام کے

تمام نہ گن سکو گے‘‘

بلکہ مزید واضح طور پر فرمایا:

ولـوان مافی الارض من شجرۃ اقلام و البحر یمدہ سبعۃ ابحر مانفدت کلمات الله الخ. (سورہ لقمٰن)

’’اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جائیں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی‘‘

کلمات اللہ کی تشریح

بعض مفسرین کے مطابق کلمات اللہ سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں۔ان نعمتوں کے گننے میں اگر کوئی لگ جائے تو زندگیاں ختم ہوجائیں گی‘ گننے کے اسباب ناپید ہوجائیں گے مگر ان نعمتوں کو شمار کرنے کے احاطہ میں لانا پھر بھی ناممکن بلکہ محال ہے۔فانی دنیا کے فانی احسان کے صلہ میں محبت کو لازم تصور کیا جاتا ہے۔تو اس عظیم محسن حقیقی جبکہ دنیوی احسانات اور منافع کا سرچشمہ بھی وہی ذات اقدس ہے اس کے بے پناہ احسانات کے جواب میں اسے محبوب نہ ماننے سے بڑھ کر گناہ اور جرم اور کیا ہوگا۔

پہلے تخلیہ پھر تحلیہ

اللہتعالیٰ کی محبت تب حاصل ہوگی جب ہمارا دل دنیا اور اس کے علاوہ اور اشیاء کی محبتوں سے خالی ہوجائے۔اللہتعالیٰ کی محبت کے لئے ضروری ہے کہ دنیا و مافیہا کی آلائشوں اور سازوسامان سے محبت کو دل سے باہر پھینک دیا جائے لہذا پہلے تخلیہ پھر تحلیہ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا مومن کے لئے جیل خانہ اور کافر کے لئے جنت قرار دی ہے۔تو کیا ایسا فاتر العقل انسان ہوگا جسے جیل کیلئے کہا جائے اور وہ اسے اپنی محبت وعقیدت کا مرکز بنا کر دل میں اس کے حاصل کرنے کی خواہش لے کر پھرتا رہے۔عرف عام میں ایسے فرد کو صرف مجنون ہی کے نام سے پکارا جاسکتا ہے۔محبت ہو تو ایسے محبوب سے ہو جس کو فنا اور زوال نہ ہو۔جو باقی ہے وہ تو صرف اللہتعالیٰ

ہی کا نام اور ذات ہے۔ باقی تمام دنیاوی اشیاء جن کو قرآن نے متاع کا نام دے کر متاع الدنیا قلیل کے خوبصورت الفاظ پہنائے نیست و نابود ہونا ہے۔

انسانی عقل پر حسرت

حسرت و افسوس ہو ہمارے عقول پر کہ ہم فانی کو باقی پر ترجیح دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث ذالک متاع الحیوة الدنیا والله عنده حسن المأب. (ال عمران)

"پسندیدہ چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کر دی گئی ہے (یعنی مرغوب و محبوب چیزوں کی محبت نے لوگوں کو فریفتہ کیا ہے) جیسے عورتیں اور بیٹے اور جمع کئے ہوئے (مال و دولت) خزانے سونے اور چاندی کے' اور نشاندار گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھانے کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانہ اللہ ہی کے پاس ہے"

یعنی مستقل نجات و فلاح ان اشیاء کے حصول میں نہیں دنیا کی زندگی جو چند روزہ' عارضی اور فانی ہے اسی مختصر دورانیہ کے دوران تو ان سے فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔ مستقل اور کامیاب زندگی آخرت کی ہے اور وہ صرف اللہ سے محبت' اس کی خوشنودی اور قرب سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان مذکورہ اشیاء سے محبت دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے لازمی ہے مگر یاد رہے کہ یہ تعلق صرف دنیا میں مختصر عرصہ گزارنے کی غرض تک ہو۔ مطمح نظر اللہ کی اطاعت اور اس کے احکامات کی بجا آوری ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

محبت الٰہی کے دعوے اور تقاضے

(۲)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حبالله (سورة بقره)

''اور جولوگ ایمان لاتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے''

وعن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین. (بخاری و مسلم)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اپنے والدین' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''

اللہ تعالیٰ کا اعلانِ محبت

الغرض کسی سے محبت کرنے کے جتنے اسباب ووجوہات ہیں، وہ بکمال وتمام اللہ تعالیٰ

میں نہ صرف موجود بلکہ انسانوں میں بعض صفات مثلاً علم وحسن، قوت وفہم وغیرہ کے جوصفات رب العزت نے عطا فرمائے ہیں، یہ بھی اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے صفات وکمالات کا ادنیٰ ظہور ہے اور پھر مالک وخالق کی انسان کے ساتھ جو محبت ہے،اس کے بیان کے لئے امام غزالیؒ کی نقل کردہ ایک حدیث قدسی ہی کافی ہے

یا ابن آدم انی لک محب فبحقی علیک کن لی محباً.

''اے بنی آدم مجھے تجھ سے محبت ہے تم کو میرے حق (یعنی میرے احسانات) کا واسطہ ہے کہ تو مجھ سے محبت کر''

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے سالہا سال گناہوں کے دلدل میں پھنسنے کے بعد صدقِ دل سے توبہ تائب ہونے سے حق تعالیٰ اسے رحمت ومغفرت سے نواز دیتے ہیں جو کہ اللہ کی انسان کے ساتھ بے پناہ محبت ہی کا نتیجہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين . (سورۃ البقرہ)

''اللہ تعالیٰ توبہ کرنے اور پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

شانِ محبت ومغفرت کی مثالیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل يٰعبادی الذين اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعاً انه هو الغفور الرحيم. (سورۃ الزمر)

''اے پیغمبر کہدو میری طرف سے کہ اے میرے بندو! تم میں سے جنہوں نے اپنے نفوس پر (گناہ کرکے) زیادتی کی تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف کردیتا ہے بیشک وہ بڑی بخشش والا اور رحمت والا ہے۔''

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

قال رسول الله صلی الله علیه وسلمان الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر(رواہ الترمذی)

''حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ بندے کے توبہ کو قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ یعنی (آثار موت) شروع نہ ہو''

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے:

قال رسو ل الله صلی الله علیه وسلم ان ربکم حیّ کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفرا. (رواہ ابو داود والترمذی)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ بے شک تمہارا رب بہت زیادہ شرم والا ہے سخی ہے اپنے بندے سے اسے شرم آتی ہے اور جب بندہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کی طرف (مغفرت یا طلب حاجت کے لئے) اٹھائے اور وہ اسے خالی واپس کر دے۔''

مسند امام احمد کی روایت میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس ذاتِ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم خطائیں کرتے کرتے تمام آسمان و زمین کو بھر دو اور پھر اللہ سے معافی مانگو تو یقیناً وہ تم کو بخش دے گا۔

جانبین سے محبت

کیا دنیا میں ایسے عظیم محسن و مہربان کی مثال ہے؟ بالکل نہیں کہ منعم و مشفق کی بار بار مخالفت پر بھی وہ درگزر اور محبت کا مسلسل مظاہرہ فرماتا رہے۔ قرآنی آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عظیم ذات صرف احکم الحاکمین ہی کی ہے کہ بار بار نافرمانی پر بھی صدقِ دل سے توبہ کرنے والے کو معاف فرما دیتے ہیں یہ اپنے بندوں کے ساتھ بے پناہ محبت کی واضح دلیل ہے۔ اور دنیا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب ایک طرف سے محبت کا اظہار ہوتا ہے دوسری جانب سے خود بخود محبت ہو جاتی ہے۔ تو انسان کے اللہ تعالیٰ سے محبت ایمان کے دعوی کے لئے لازمی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے **یحبهم و یحبون** ''جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی''

حقیقی محبت کی پہچان

جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس کے احکامات کی اطاعت وتابعداری بھی ضروری ہے۔ دنیا کے مجازی عاشق، عشق میں مبتلا ہونے کے بعد محبوب کے ہر حکم کی بجا آوری اپنے لئے باعث عزت وافتخار سمجھتا ہے۔ محبت کا دعویٰ کرنے والا اگر محبوب کی کسی خواہش اور حکم ماننے سے انکار کرے تو یہ معاشرہ اسے دعویٰ عشق میں جھوٹا سمجھتا ہے تو اس حقیقی مالک و خالق اور تمام احسانات واکرامات کا منبع وسرچشمہ رب العالمین کے ساتھ محبت کا اقرار ہو اور اس کے فرمودات کی مخالفت ہو یہ قطعاً ایمان کی نشانی نہیں۔ وہ محبت جس میں اطاعت نہ ہو وہ دشمنی تو ہوسکتی ہے اسے محبت کہنا محبت کی توہین ہے۔ جس مسلمان کا دل اللہ تعالیٰ اور اس کی محبت سے سرشار، معمور ومنور ہو عبادت واطاعت خود اس کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ صحابہ کرام اسی محبت کی بدولت رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا مصداق بن گئے۔

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلمکی محبت اور دارین کی کامیابی

حضرت انسؓ سے مروی ہے:

ان رجلاً قال یارسول اللہ متی الساعۃ قال ویلک ماعددت لھا قال ماعددت لھا الاانی احب اللہ ورسولہ قال أنت مع احببت قال انس فمار أیت المسلمین فرحوابشئی بعد الاسلام (رواہ بخاری ومسلم)

''حضرت انسؓ نقل کرر ہے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے پاس آکر پوچھا، قیامت کب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہو تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس شخص نے (بطور عجز وانکساری) کہا میں نے کوئی تیاری نہیں کی بجز اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا تم دارین میں اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے اتنے خوش ہوئے کہ اسلام کی نعمت کے بعد ان کو کسی اور چیز سے اتنی زیادہ خوشی حاصل نہ ہوئی تھی۔

اللہ کے محبوب بندے

اس حدیث مبارکہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ صحابہ کرام جن کے دل و دماغ اللہ اورا س کے حبیب صلعم کی محبت سے معمور تھے، اسی محبت کو سعادتِ دنیوی واخروی کا اہم ذریعہ جان کر کتنے خوش ہوئے۔ اور اس محبت کے جو تقاضے ہیں ان کو اس انداز میں وظیفہ حیات بنایا کہ وہ ''الصحابة کلھم عدول'' کا حقیقی مصداق بن گئے۔ پھر جس نے اللہ کو محبوب بنا کر خود بھی اللہ کا محبوب بن گیا اس کی محبوبیت اور مقبولیت پورے آسمانوں زمینوں میں پھیل جاتی ہے۔ اسے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت اور عظمت پیدا کرنے کے لئے مصنوعی سہاروں اور خیالات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ رب العزت کے حضور اگر کسی کی محبت موجود ہے اس کی بنیاد اتنی قوی اور مستحکم ہے کہ اسے کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہزاروں سینکڑوں سال پہلے گزری ہوئی ہستیاں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے کرتے خود اللہ کے محبوب بن گئے۔ ان کی مقبولیت کو خدا تعالیٰ نے اس انداز سے پھیلایا کہ مدت دراز کے بعد بھی ان لوگوں کا نام سنتے ہی زبان سے رضی اللہ عنہم رحمۃ اللہ علیہم جیسے محبوب الفاظ صادر ہو جاتے ہیں۔

محبت کی دو علامتیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے خاص اور حکیمانہ انداز میں اللہ کے ساتھ کامل محبت کے دعویٰ میں سچے ہونے کے دو علامات ذکر فرماتے ہیں۔ پہلی یہ کہ جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو ہر وقت اس کی یاد بھی ہوگی۔ لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ یاد صرف زبانی نہ ہو بلکہ زبانی یاد کے ساتھ دل میں بھی اس کی یاد رچی بسی ہو، اس بے ثبات اور ناپائیدار دنیا کے کسی شئے سے محبت نہ ہونے کے بعد ہر وقت مطلوب و محبوب کا نام زبان پر جاری اور دل میں راسخ ہوتا ہے، تو مالک الملک جل جلالہ کے ساتھ محبت کا اثر دنیوی اشیا سے محبت کے اس اثر سے اگر زیادہ نہیں تو اس سے کم تو نہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اسکے احکامات کی تعمیل اپنے لئے بارِ گراں اور مشقت کا باعث نہ سمجھے، اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اپنے لئے اخروی و دنیوی نجات وفلاح کا

ذریعہ سمجھ کر خندہ پیشانی اور ذوق وشوق سے اس کی ادائیگی میں مگن رہےاور اس تعمیل حکم میں اسے قلبی اطمینان حاصل ہو۔

محبت کی راہ میں مشکلات کا آنا

اب محبت کی اس راہ میں مالی' جانی' خاندانی' معاشرتی لا متناہی رکاوٹوں اور مشکلات کا پیش آنا بھی لازمی ہے، مگر اللہ سے محبت کے دعویدار کو اپنے محبوب کے حکم کے راستے میں ہر دیوار کو گرا کر اپنا اگلا سفر جاری رکھنا ہوگا تب کہیں والـذیـن آمـنـوا اشدحبا لله میں مومن کی جو نشانی بیان کی گئی ہےاس کا مصداق بنے گا۔ کیونکہ محبت وعظمت الٰہی ایمان کے لئے ایسا لازمی جزو ہے جس کے بغیر ایمان کو ایمان اور کسی فرد کو مومن کہنا خود فریبی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اور اس پر اجماع ہے کہ دل میں جب عظمت ومحبت ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل درآمد کا شوق وذوق بھی پیدا ہوگا۔ پھر زندگی میں جس کام کے کرنے کا ارادہ ہوگا توجہ اس طرف خود بخود مبذول ہوگی کہ میرے اس عمل کے بارے میں میرے خالق ومالک کا کیا حکم ہے۔ اگر یہ عمل اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہو تو اسے اس کو ادا کرنے میں نہ دقت وکوفت ہوگی اور نہ جھجک، جب یہ کام اللہ تعالیٰ کے احکامات سے معارض ہو تو اس کے ترک پر پریشانی وپشیمانی کے بجائے روحانی اطمینان وسکون حاصل ہوگا۔

اللہ اور لوگوں کے ہاں محبوب ومحبّ بننے کا نسخہ اکسیر

قربان جایئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ کے ہاں محبوب ومحبّ بننے کا قیمتی نسخہ بھی تجویز فرمادیا:

عـن سهـل بـن سـعـد قـال جـاء رجـل فـقـال يـارسـول االله صلى الله عليه وسـلـمدلـنـى علىٰ عمل اذا انا عملته احبنى الله واحبنى الناس قال ازهد فى الدنيا يحبک الله وازهد فيما عندک يحبک الناس (رواہ الترمذی)

''حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عمل بتا دیجئے جب اس پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگوں کا بھی محبوب بن جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور لوگوں کے پاس جو کچھ (مال ومتاع) ہے اس کی طرف رغبت وشوق ومحبت کا اظہار نہ کرو (اس کے بدلے) لوگ تم سے محبت کریں گے۔"

خدائی احکامات پر عمل کرنے میں ایک اہم رکاوٹ دنیا کی محبت ہے اسی دنیاوی خواہش ومحبت کی وجہ سے انسان اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے غافل ہوکر گناہوں کی دلدل میں پھنستا جارہا ہے۔ پھر اسکے ساتھ دوسروں کی دولت ومنصب کو دیکھ کر حریصانہ وللچائی ہوئی نظروں سے اسی دولت کو حاصل کرنے کی خواہش میں ہر حربہ کو استعمال کرنے کی دوڑ میں شامل ہوکر آخرت سے بھی غافل ہوجاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے محبوب ومحبّ بننے کے لئے ان دونوں خواہشات کو ترک کرنے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ دنیا کی محبت میں ایسا منہمک ہوجانا کہ آخرت اور اللہ تعالیٰ کے حضور قیامت میں حاضر ہونا ہی بھول جائے یہ کام نافرمانیوں اور گناہوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔

سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

حب الدنیا رأس کل خطیئة (شعب الایمان)

"دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے"

اللہ رب العزت ہمیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کے تقاضوں پر عمل کرنے کی ہمت وتوفیق سے مالا مال فرماویں آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

کمالات ومحاسن خیرالامم ﷺ

(۱)

نحمدہ‘ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ بااللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والذین امنوا اشد حبا للہ صدق اللہ العظیم (البقرۃ)
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (بخاری و مسلم)

گزشتہ جمعہ آیت کریمہ کے ضمن میں یہ بتانے کی حتی المقدور کوشش کی کہ مومن کامل کی نشانی اور خاصیت یہ ہے کہ اپنے خالق جل جلالہ سے اس کی بے پناہ محبت ہوگی اگر اللہ تعالیٰ سے کامل محبت ہے تو ایمان بھی مضبوط ہے اگر محبت میں کمی ہے تو اپنا ایمان بھی ناقص سمجھے۔ اگر محبت کا شائبہ تک نہیں تو اپنے ایمان کے بالکل نہ ہونے کے بارے میں فکرمند ہو کر دنیا وآخرت کو تباہی سے بچانے کی طرف متوجہ ہو جائے۔

اللہ ورسول سے محبت کے تقاضے

مذکورہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو

بھی اعزہ واقارب، اپنے ماں باپ، اولاد سے بھی زیادہ جزوِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔اس لئے کلام اللہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام چیزوں پر فوقیت دے کر آپ سے محبت نہ کرنے والے کو سخت عذاب کا سامنا کرنے کے بارے میں خبردار کیا گیا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

قل ان کان اباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال نِاقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکِن ترضونھا احبّ الیکم مّن اللہ ورسولہٖ وجہادٍفی سبیلہٖ فتربّصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ واللہ لایھدی القوم الفٰسقین. (سورۃ التوبہ)

''تو کہہ دے (ان لوگوں سے) اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، عورتیں، برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور کاروبار جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو زیادہ محبوب ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد سے تو انتظار کرو اللہ تعالیٰ کے فیصلے (یعنی عذاب کا) اور اللہ ہدایت نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔''

اگر ہماری محبت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیت کریمہ میں بتلائے گئے اشیاء سے زیادہ ہے تو ایمان کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہونے کے دعویٰ میں ہم سچے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر محبت ہوگی وہی مقدار ایمان کی بھی ہوگی۔جبکہ ابتداء میں تلاوت شدہ آیت وحدیث میں ہم سے مطلوب خود کو کامل مکمل محبت سے مزین کر کے کامل مومن بنانا ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اصل ایمان ہے

گزشتہ خطبے کے دوران اللہ جل شانہ سے محبت کی جتنی وجوہات عقلی طور پر ہوسکتی ہیں ان کی طرف اجمالاً اشارہ کر دیا تھا۔اللہ تعالیٰ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام ہے ان کے ساتھ محبت رکھنے کے قرآنی دلائل ووجوہات کے علاوہ عقلی وجہ یہ بھی ہے کہ رب ذوالمنن کے ساتھ سب سے زیادہ محبت جن عقلی وزمینی حقائق کی وجہ سے لازمی ہے انہی عقلی وجوہات ودلائل کی روشنی میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت، اپنے نفس مال اولاد وغیرہ سے زیادہ ضروری ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود، صفات

کمالیہ کو مجتمع ہے۔انسان کو اپنی جن مخصوص صفات کا مظہر بنایا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ صفات اور انسانوں کے مقابلہ میں بدرجہ اتم موجود بلکہ مخلوقات میں اس کا کوئی مثل اور ثانی تک نہیں۔

امت سے شفقت ومحبت کی ایک جھلک

ایمان کی نعمت سے مالا مال مومن کا عقیدہ ہی ہوتا ہے کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار اوصاف حمیدہ کے بیان کے سلسلہ میں ایک مقام پر اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم(سورۃ توبہ)

''تمہارے پاس رسول آیا ہے جو تم ہی سے ہے تم کو تکلیف پہنچنا اس پر بھاری ہے۔حریص ہے تمہاری بھلائی پر'ایمان والوں پر نہایت مشفق ومہربان ہے۔''

امت سے کمال شفقت کا ایک نمونہ

مخلوق کے ساتھ محبت ورافتہ کا جو بے انتہا تعلق رب العزت کا ہے وہ انسانوں میں سب سے زیادہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود ہے' یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت پوری انسانیت کے فلاح ونجات کے لئے متفکر رہتے اور اپنے آپ کو تکلیف واذیت پہنچانے والے کے لئے بھی **اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون** کی دعائیں فرماتے۔یہاں تک کہ اپنی جان کے دشمن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے منکر'حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتِ حق کی بیخ کنی کرنے پر کمر بستہ شخص کی بیماری کا سن کر اس کی عیادت کے لئے بھی فوراً پہنچ جاتے۔فتح مکہ کے موقع پر وہ کفار جو اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور مسلمانوں کو انہوں نے جن تکالیف اور مصائب سے گزارا تھا ان کے اعمال ظلم وستم کا تقاضا تو یہی تھا کہ ان میں کسی کو زندہ نہ چھوڑا جاتا جیسا کہ دنیا کے ملوک وسپاہ کا وطیرہ ہے کہ انتقام کے جذبہ سے لیس ہو کر مفتوح ومغلوب قوم کی تکہ بوٹی کر دیتے ہیں۔اب جبکہ یہ بدترین دشمن مکمل طور پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ اور رحم وکرم پر تھے۔وہی انسانیت سے محبت کا جذبہ غالب آ کر فرماتے ہیں کہ آج تم

سے وہی کہتا ہوں جو حضرتِ یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ یہ کہتے ہی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب ہو کر فرمایا: جاؤ آج تم سب آزاد ہو تم پر کوئی الزام نہیں۔

کمالات ومحاسن خیر الامم ؐ

(۲)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حباللہ (سورة بقره)

''اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے''

وعن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین. (بخاری و مسلم)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اپنے والدین' اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''

مخلوقِ خدا پر شفقت ورحم کی ہدایات

نہ صرف خود پیکرِ رحمت وشفقت بلکہ پوری انسانیت کو دوسرے کے ساتھ رحم وکرم سے

پیش آنے کی تلقین فرماتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (ابو داؤد ترمذی)

''عبداللہ بن عمرؓ روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوقِ خدا پر رحم و شفقت کرنے والوں پر رحمان کی رحمت نازل ہوتی ہے اس لئے تم زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو (جس کے نتیجہ میں) تم پر آسمان والا (یعنی اللہ تعالیٰ) رحم فرمائے گا''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت رحمت عامہ تھی

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلمنے حدیث مذکورہ میں کلمہ ''من'' ذکرفرمایا علماء وطلباء جانتے ہیں کہ یہاں اسکا معنی عموم کے لئے ہے۔ من فی الارض کے ضمن میں سارے جاندار و غیر جاندار' انسان خواہ قوی ہو یا ضعیف' صحت مند ہو یا مریض۔ دولت مند ہو یا فقیر و لاچار، مسلمان ہو یا غیر مسلم' مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا سفید ہو، یا کالا وغیرہ وغیرہ تمام اجناس اس میں شامل ہیں، البتہ غیر مسلم کے ساتھ رحم کرنے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ کفر و فسق و فجور کی وجہ سے جہنم کے جن اندھیروں میں گرنے والا ہے اس کو ایمان وصراط مستقیم کے ترغیب دے کر بچایا جاسکتا ہے اور اس سے بڑھ کر رحمت ورأفتہ اور کیا ہوسکتی ہے۔

جود وسخا

جود وسخا کا یہ حال کہ روئے زمین پر تمام لوگوں میں ان سے بڑھ کر کوئی سخی نہ تھا' خود فقر و فاقہ کے زندگی کو ترجیح دی اور لوگوں کو عطایا دینے میں بڑے بڑے سخیوں کی سخاوت ان کے عطا کے سامنے ہیچ تھی۔ کبھی کسی سائل کے سوال پر انکار نہ کیا جود وسخاوت کے وہ مثال قائم کئے کہ قیامت تک آنے والے لوگ اس کی نظیر قائم نہیں کرسکتے اگر جود وسخا کے واقعات کو سنانا شروع کیا جائے تو طویل وعریض وقت میں ان کا احاطہ کرنا بھی مشکل ہے۔ مثال کے طور پر

عن جابرؓ قال ماسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط فقال لا (بخاری و مسلم)

''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلمسے کسی نے سوال کیاہواور آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے اس سے انکار کردیاہو''

فقر کوغناء سے تبدیل کرنا

آپ نے سخاوت کے وہ مظاہرے فرمائے کہ خود سائل کے گمان وتصور میں نہ ہوتا کہ جس سے مانگا جارہا ہے وہ مطلوبہ چیز سے بھی بے حد بڑھ کر دے گا۔اگر وقتی طور پر دینے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو نہ حاجت مند کوانکار کرتے اور نہ ٹرخاتے بلکہ مطلوبہ چیز دستیاب ہونے تک انتظار کا فرما کر وہ وعدہ ضرور پورا فرماتے۔سائل کے سوال پر جب دیتے جو کچھ موجود ہوتا سب دے دیتے اپنے لئے بعداور کل کی فکر قطعاً نہ کرتے۔

عن انسؓ ان رجلاً سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلمغنماً بین جبلین فاعطاہ ایاہ فاتی قومہ ' فقال ای قوم اسلموا فواللہ ان محمداً لیعطی عطاء مایخاف الفقر (مسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اتنی بکریاں دوجودو پہاڑوں کے درمیانی جگہ کو بھردیں پس اس کو اتنی ہی بکریاں عطا فرمادیں۔ وہ شخص جب اس کے بعد اپنی قوم میں آیا تو اپنے لوگوں کو کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کرلوخدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ فقر وافلاس سے بالکل نہیں ڈرتے۔''

اسی وصفِ حمیدہ کا اثر تھا کہ سائل نے واپس جا کر اپنے قوم کو بھی دائرہ اسلام میں شامل ہونے کی دعوت دی کہ وہ نبی توتوکل وسخا کے ایسے مقام پر فائز ہے کہ جو کچھ ساتھ ہولوگوں کو دے کر کل کی فکر ہی اسے نہیں۔

بہادری اور شجاعت

شجاعت و بہادری میں یکتائے زمانہ تھے۔خطرناک ترین معرکوں میں بھی گھبراہٹ'

پریشانی کے آثار ان پر نمودار نہ ہوئے غزوہ حنین میں کفار نے تیروں کی بارش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، وقتی طور پر صحابہ کرامؓ میں بھی ہیجانی قوت پیدا ہوئی مگر قربان جایئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑانے لگے، دعا فرما کر مٹھی بھر مٹی لے کر اپنے اوپر حملہ آور ہونے والوں کی طرف پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ کے شان کریمانہ کو دیکھئے تمام دشمنوں کی آنکھیں خاک سے بھر کر ذلیل خوار ہوئے اس اندوہناک موقع پر بھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی۔

شجاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر واقعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے جود وسخا، حسن اور شجاعت کے بارے میں آپ کے خادم خاص، جو صاحب الوسادہ والنعلین تھے، فرماتے ہیں:

وعن انسؓ قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس ولقدفزع اهل المدینة ذات لیلة فانطلق الناس قبل الصوت فاستقبلهم النبی صلی الله علیه وسلم قدسبق الناس الی الصوت وهو یقول لم تراعوالم تراعوا وهو علی فرس لابی طلحه عری ماعلیه سرج وفی عنقه سیف فقال لقد وجدته ' بحرا (بخاری و مسلم)

''حضرت انسؓ کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمخو بصورتی، سخا، شجاعت و بہادری (یعنی اوصاف جمیلہ واخلاق حسنہ) میں دنیا کے تمام لوگوں سے اکمل و افضل تھے ایک رات مدینہ کے رہنے والے ایک ہیبت ناک آواز سن کر ڈر گئے۔ لوگ جمع ہو کر جس طرف سے وہ خوفناک آواز آئی اسی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے پہلے سے موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمیہ آواز سن کر سب سے پہلے اکیلے گھر سے نکل کر اس سمت کو روانہ ہوئے تھے اور تمام لوگوں کو اطمینان دلانے کے لئے فرما رہے تھے ۔ ڈرومت، ڈرومت کوئی خطرہ نہیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابی طلحہ کو ایسے گھوڑے پر سوار

تھے جس پر زین تک نہ تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور فرمایا: کہ میں نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز رو پایا‘‘

غزوات میں دشمن کے سب سے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے۔صحابہ میں جو حضرات جنگوں کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب ہوتے لوگ اسے بہادر ترین جوانمردوں میں شمار کرتے اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کتنے بہادر و نڈر تھے کیونکہ دشمنوں کا نشانہ اول آپ ہی تھے اس کے باوجود صف اول میں مقابلہ کے لئے موجود تھے۔

مرقع حسن و جمال

بے شمار کمالات و محاسن میں سے ایک امتیازی کمال جسدِ اطہر کا ظاہری حسن و جمال کی انتہا کو پہنچنا تھا۔تمام مخلوقات میں ان جیسے حسین وجمیل فرد کے موجود ہونے کا تصور بھی محال ہے۔ حسن سیرت کے ساتھ ساتھ رب العزت نے حسنِ صورت کی تمام رعنائیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کافر شعراء کے اشعار مذمومہ کے جواب میں مدح خوانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت ؓ منبر پر بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعارِ مدحیہ کے ذریعہ کفار کا توڑ فرماتے۔اسی حسانؓ ہی نے اپنے دو شعروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو ایسے جامع اور فصیح و بلیغ انداز سے پیش کیا جو حقیقت میں سمندر کو کوزے میں سمانے کے مترادف ہے۔فرماتے ہیں:

ؔ واحسن منک لم ترقط عینی　　　واجمل منک لم تلدالنساء
خلقت مبرأ من کل عیب　　　کانک قد خلقت کما تشاء

’’میری آنکھوں نے آپ سے زیادہ کبھی کوئی خوبصورت نہیں دیکھا۔عورتوں میں کسی عورت نے آپ سے زیادہ جمیل کو نہیں جنا۔(خلاصہ یہ ہے کہ) آپ کو ہر عیب سے خالی وصاف پیدا کیا گیا (گویا) جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کئے گئے۔‘‘

احادیث کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ، ظاہری و باطنی کمالات و

خوبیوں پر مشتمل احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلمکے نام سے موجود ہے۔ جس میں صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے خوبصورت انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے انوار و جمال کا ذکر فرمایا ہے۔اسی سلسلہ میں حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے بدن اقدس کی ساخت، رفتار، رعب و دبدبہ، خوبصورتی وغیرہ کے مختلف زاویوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا شخص نہ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلمسے پہلے دیکھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے بعد دیکھا۔

بدرِ کامل سے زیادہ حسین

حضرت جابر بن سمرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے حسن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عن جابر بن سمرۃؓ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ الحمرآ فجعلت انظر الیہ والی القمر فھو عندی احسن من القمر (ترمذی)

''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: کہ ایک دفعہ میں چاندنی رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلمکو دیکھتا اور کبھی چاند کو دیکھتا (کہ ان میں کون زیادہ خوبصورت ہے) اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے سرخ وسفید دھاری دار لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔(فرماتے ہیں) حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلمکا حسن و جمال چاند سے کہیں زیادہ تھا''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمسے احادیث کا سب سے زیادہ ذخیرہ بیان کرنے والے جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلمسے زیادہ حسین و جمیل کوئی چیز نہیں دیکھی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سورج ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

شیخ سعدیؒ کا خراج عقیدت

عاشق وثنا خوانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوب انداز میں اپنے محبوب کی خوبیوں کا نقشہ کھینچ کر اپنے عشق وعقیدت کا اظہار فرمایا ہے۔

یا صاحب الجمال ویاسید البشر　　من وجهک المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقه　　بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الخلائق تھے

علم کے اعتبار سے ذات باری نے اس شان سے نوازا کہ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الخلائق تھے۔ تمام انسانوں اور ملائکہ میں سب سے زیادہ علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمکے علم کے مقابلہ میں ساری مخلوقات کے علم کا تناسب ایسا ہے جو نسبت ایک قطرہ پانی کو سمندر سے ہے۔ یہ بات اپنی جگہ یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی مثال سمندر کے سامنے قطرے کی ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق، تمام کمالات و خوبیوں کا مالک وسرچشمہ، مخلوق کو اپنے بعض کمالات کا مظہر بنانے والا تو جیسے اس کی ذات ہر چیز سے بلند وبالا اس کے اوصاف بھی مخلوق کی صفات سے اعلیٰ وارفع ہوں گے۔ جہاں تک مخلوقات کا تعلق ان میں ملائکہ، انبیاء کرام، اولیاء عظام وغیرہ میں سب سے زیادہ علم آپ کو دیا گیا۔ تمام علوم میں انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ خود ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلمکا ارشاد ہے: کہ اوتیت علم الاولین والاخرین، یعنی تمام اگلے پچھلے علوم مجھ کو دیئے گئے گویا اتنے بڑے عالم تھے کہ دنیا میں اسکی مثال ہی نہیں۔ معلم بھی رب ذوالجلال جس کے ساتھ نہ کوئی شریک ہے اور نہ اسکا کوئی مثل اس کے علوم بھی لامتناہی، ان علوم کے احاطہ وشمار کرنے کا تصور بھی محال، اس ذات اقدس نے بغیر کسی انسانی واسطہ کے ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جو انبیاء کے سردار، رحمۃ للعالمین ہیں کو اپنے علوم واسرار ورموز سے براہ راست نواز کر فرمایا:

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیک عظیما (الایة)

"اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ چیزیں سکھادیں جو تم نہیں جانتے تھے"

معلم اتنی عظیم ہستی تو اس کے متعلم کے علمی عظمت کا آپ خود اندازہ لگائیں کہ وہ عروج

وکمال کے آخری سرحدات کو پہونچ کر باقی مخلوقات بھی اس کمال میں اس کے سامنے ہیچ ہوں گی۔

علمی جلالت قدر

حضور کے جلالتِ علمی کے لئے قرآنی آیات اور احادیث مطہرہ کا مطالعہ اور ان میں غور وفکر ہی کافی ہے۔قرآنی آیات سے احکام الٰہی کا استخراج، آیات کے اسرار ورموز کی گہرائیاں، علوم ومعارف کا استنباط وبیان رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بے مثال کا طرہ امتیاز وکارنامہ ہے اور پھر احادیث مبارکہ جس کے بغیر قرآن کی سمجھ تو دور کی بات ہے عقیدہ اخلاق واعمال سب کے سب عقد لاینحل بن جاتے ۔آپ کی زبانِ اقدس سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ و جملہ علوم و معارف کے عظیم ذخیرہ کی حیثیت سے رہتی دنیا کے محدثین، فقہاء علماء اور محققین ان کے عجائبات و نکات تک پہونچنے میں مصروف عمل ہیں۔آخر میں ہر ایک ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا'' کا اقرار کر کے آپ کے وحی غیر متلو یعنی احادیث شریفہ کی عظمت وخزینہ علم ومعرفت کا معترف ہوجاتا ہے۔

ایک لاکھ چوالیس ہزار کے مجمع میں حجۃ الوداع کے خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور گورے کو کالے پر کوئی ترجیح نہیں مگر پرہیز کے ساتھ۔

(مخزن اخلاق ۳۴)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

کمالات ومحاسن خیرالامم ﷺ

(۳)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حبالله.

وعن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین. (بخاری و مسلم)

گزشتہ خطبات کے دوران مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث مطہرہ کے بیان کے سلسلہ میں رب ذوالجلال اور نبی الرحمہ سے محبت کی جتنی عقلی وجوہات کا ذکر ممکن ہو سکا ''مشت نمونہ خروار'' کے طور پر عرض کر چکا ہوں کہ جن عقلی وزمینی حقائق کی وجہ سے کسی سے سب سے زیادہ محبت کی جاتی ہے، وہ تمام وجوہات حق تعالیٰ میں بدرجہ اتم موجود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ مخلوقات کے مقابلہ میں تمام صفات وکمالات ومکارم اخلاق سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔

محبت کے اسباب

دنیا میں محبت کرنے کے لئے محبوب میں ہر کوئی اپنے اپنے پسند کو وجہِ محبت قرار دیتا ہے۔کوئی کسی کا گرویدہ ہونے کے لئے محبوب کے حسن و جمال کو محبت کا سبب بیان کرتا ہے۔بعض لوگوں کا میلان ورغبت قرابت داری کی وجہ سے اور بیشتر لوگوں کا کسی سے محبت کرنے کا اہم سبب کمال ہوتا ہے۔خواہ حلم وعفو کا کمال ہو' شجاعت وسخاوت' شفقت ومہربانی' جلالت وعظمتِ علمی کا کمال ہو یہ تمام اسبابِ محبت خواہ طبعی ہوں یا عقلی' خالق کائنات میں بدرجہ کمال موجود ہیں۔

جامع الکمالات

اوراسی مشفق ومہربان ذات نے جواخلاق وصفات حمیدہ قرآن میں ذکر فرمائے ان سب صفات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مزین فرما کر ان کی مدح فرمائی۔

ارشادگرامی ہے: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنه:

"تم لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عمدہ نمونہ تھی' اور قیامت تک رہے گی۔

عقلی ونقلی دلائل' عرف و رواج کے مطابق کمالات سے مالا مال ہستیوں سے محبت ہونا لازمی ہے۔سب سے بالا وبرتر ذات باری تعالیٰ اور انکے بعد محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع الکمالات ہوئی۔اسی قاعدہ واصول کے مطابق ان دونوں سے محبت بھی تمام مخلوقات سے زیادہ اوران کی عظمت کا دل و جان سے معترف ہونے پر ہی ایمان کے بقاء کا دارومدار ہے اگر محبت وعظمت ہے تو ایمان کے خلعتِ فاخرہ کا علمبردار اور مومن ہونے کے دعوے میں سچا وگرنہ خدا کے عذاب کے برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

محبت کے تقاضے

اب تک کے بیان سے معلوم ہوا کہ کائنات میں سب سے زیادہ محبوب ترین ذات اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جن کے ساتھ سچی اور مکمل محبت کیجائے۔اب دنیا میں جس سے فانی وعارضی محبت کی جاتی ہے اس کے ہر حکم کو بجالانا اپنے ایفائے محبت کی تکمیل کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔محبوب کی ہرادا کو تحسین کی نظر سے دیکھ کر اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔معشوق کی جس

چیز سے دور کی نسبت وتعلق ہو عاشق بھی اسے قدر ومحبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اس کے رنگ میں رنگ ہو جانے کو اپنے لئے باعث سعادت وعظمت سمجھ کر اس کے ناگوار حرکات کو بھی خوبصورتی کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے۔مجازی محبت کے راستے میں مشکل ترین مصائب ومشکلات او رمعرکوں کو سر کرنا محبوب مشغلہ بن کر طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔محبوب کے اشارۂ آبرو پر ناممکن کام کو ممکن بنانے میں اپنی زندگی کو قربان کرنا اعزاز سمجھ کر تعمیل حکم میں مصروف ہو جاتا ہے۔

دنیا کو بقا نہیں

حالانکہ کیا یہ دنیا ہوگی اور کیا اس کی محبت؟ نہ اس دنیا کو بقا ہے اور نہ یہاں کی مجازی محبتوں کو،فرمان الٰہی ہے: کہ

وما هـذه الـحيوة الدنيا الالهوولعب وان الدار الاخرة لهى الحيوان لو كانوا يعلمون (سورة العنكبوت)

'' دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشہ ہے سچی وحقیقی زندگی صرف آخرت کی ہے اگر یہ لوگ جانتے''

یعنی دنیا وسامان دنیا کو دوام نہیں۔اس کو زائل وفانی ہونا ہی ہے۔جس طرح کھیل کود کا مزہ اور لذت چند لمحوں کا ہوتا ہے اسی طرح دنیا کی زندگی اس کی محبتیں اس کی عیش وعشرت فانی وعارضی ہے۔حقیقی،دائمی ولازمی زندگی آخرت کی ہے جس کو دوام وثبات حاصل ہے۔دنیا اور دنیا کے فانی مخلوق سے محبت یا تو مرنے سے پہلے ختم ہو جاتی ہے یا آنکھ بند ہوتے ہی اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا محبوب کا اپنے محب سے تعلق بھی اپنے مقاصد کے حصول تک قائم رہتا ہے۔مقصد براری کے بعد وہ بھی آنکھیں پھیر کر عاشق بے چارے کی ساری امیدیں خاک میں ملا دیتا ہے۔

اطاعت،محبت کی علامت

دنیا میں رہتے ہوئے یہاں کی ہر شئے سے محبت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازوال،باقی اور قائم ودائم رہنے والی ہے،اس بے غرض ولالچ سے خالی محبت کے اثرات نہ صرف دنیوی زندگی بلکہ عالم آخرت میں نجات وفلاح کی صورت میں

سعادت دارین کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔لیکن بلند مقام ہم کوتب ملے گا کہ اللہ ورسول کی محبت کا دعویٰ کے ساتھ ان کی اطاعت بھی ہو جیسے کہ دنیا کے فریفتگی کا میں نے مثال عرض کر دیا، بیوی بچوں سے محبت ہے تو ان کی خوشنودی کے لئے دن رات ایک کر کے کسی تکلیف وآفت کی پرواہ کئے بغیر ان کی ہرخواہش کی تکمیل میں لگے رہتے ہیں۔تو اللہ اور رسول سے محبت ہونے کے بعد اس کی نشانی یہ ہے کہ اطاعت بھی لازمی ہے۔

(محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اس لئے بھی جزو ایمان کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارا محبوب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب تو محبوب کے ہر چیز کا محبوب ہونا محبت کا خاصہ لازمہ ہے)اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت نہ ہوگی تو ایمان سے محرومی ہوگی اور ہر محبت کی پہچان اس کی نشانیوں سے ہوتی ہے حضور سے محبت کی نشانی یہ کہ اس کے طریقے پر عمل کیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود ارشاد فرمایا ہے:

وقال رسول الله من احب سنتي احبني و من احبني كان معي في الجنة (ترمذی)

”جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔“

صدیقین کے ساتھ انجام

آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے محبت کو بنیاد قرار دے کر فرمایا: کہ مجھ سے محبت کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ وہ بندہ میری اطاعت کر رہا ہے اور میری اطاعت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندۂ خدا کو جنت میں میری رفاقت نصیب ہوگی۔اصل چیز محبت ہے۔محبت کی سچائی کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت' اور سنتوں کی تابعداری ہے۔جب اطاعت اور تابعداری ہوگی تو محبت کی سچائی بھی ہے۔اگر صرف محبت کا دعویٰ ہو اس کی ہدایات وفرمودات پر چلنا نہ ہو تو پھر صرف دعویٰ تو ہے حقیقت کچھ نہیں۔آیت کریمہ وحدیث مبارکہ میں بندہ سے مطلوب یہی محبت ہے جس کی موجودگی میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلمکی محبت خویش واقارب' ماں باپ اور اولاد کی محبت

سے زیادہ ہو کر یہی انسان صدیقین کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔

پروردگار کی شانِ کریمانہ

پھر مالکِ کون ومکان کی شان کریمانہ کو دیکھئے کہ اپنا اور دنیا کے مال ومتاع اولا دوغیرہ سے محبت کو بالکل ممنوع قرار نہ فرمایا۔ یہ حکم نہ دیا کہ اولاد کی محبت کو دل سے نکال دو' والدین و مال کی محبت بالکلیہ ختم کردو' بیوی و اعزہ اقارب کے ساتھ محبت کا رشتہ قائم نہ کرو کیونکہ یہ محبت طبعی ہوتی ہے' انسان کے لفظ کا مادہ ہی ''انس'' ہے جس کے معنی محبت کے ہیں' کسی نہ کسی چیز سے تو اسکی محبت ہوگی۔ شاعر نے ''انسان'' کے لفظ کے معنی کا خوب تعبیر اپنے اس شعر میں کیا ہے۔

وما سمی الانسان الا لانسہٖ   وما القلب الا انه یتقلب

سچی محبت کا معیار

ہمارا مشاہدہ ہے کہ اس عالم کا کوئی فرد بھی محبت سے خالی نہیں پھر اپنے اپنے پسند اور چوائس کی بات ہے۔

للناس فیما یعشقون مذاھب.

کسی کو ایسی شئی کی محبت لاحق ہو جاتی ہے جسے عرف عام یا شریعت میں محمود یعنی قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔ اور کوئی ایسے اشیاء کی محبت میں گرفتار ہے جسے مسلمانوں اور دین کی نظروں میں مذموم گردانا جاتا ہے۔ ایسی محبت جو احکام الٰہیہ وشریعت مطہرہ سے روگردانی کا ذریعہ بنے ایسی محبت سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔ اور جو محبت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے وہ اس حد تک جائز کہ اللہ ورسول کی محبت اس پر غالب ہو' اور محبت کے ان دونوں جذبوں کا کسی مقام پر ٹکراؤ اور مقابلہ ہو تو مالک وخالق اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دوسری محبتوں پر چھا جائے۔ خطبہ کے ابتداء میں ذکر کردہ حدیث میں نفی ایمان کی آئی ہے جس کے معنی سب سے زیادہ محبوب کے ہیں کہ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک

اسے اولاد، گھربار، مال اور تمام لوگوں کے مقابلہ میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ کسی اور چیز کے صرف محبوب بننے میں قباحت نہیں اتنی محبت تو طبعی ہے۔ پھر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت پر جان نچھاور کرنے والے عظیم المرتبت صحابہؓ نے ایسی ایسی مثالیں قائم کیں جس کی بدولت وہ نفوس قدسیہ دنیا میں بھی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مصداق بنے اور آخرت میں بھی مژدہ جنت سے نوازے گئے۔

ایک صحابیہ خاتون کی عظیم قربانی

آپ حضرات کو معلوم ہے معرکہ احد میں وقتی طور پر مسلمانوں کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا حتی کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت اور رخسارِ مبارکہ کے زخمی ہونے کا حادثہ پیش آیا۔ یہی اطلاعات مدنیہ طیبہ غزوہ میں شریک مجاہدین کے اہل وعیال کو بھی پہنچ رہی تھیں اسی موقعہ پر ایک صحابیہ کے شوہر اور بھائی کے شہید ہونے کی اطلاع بھی آئی۔ خاتون صحابیہؓ میدان کارزار میں پہنچیں۔ اس نے شوہر اور بھائی کی شہادت کا سن کر فوراً پوچھا ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟'' لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بقید حیات ہونے کی خبر دی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہا کہ مجھے ان کے پاس لے جاؤ کہ خود اپنی آنکھوں سے زندہ وسلامت دیکھ لوں۔ اس کی نظر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر پڑی تو دیکھتے ہی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ کل مصیب بعدک جلل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح وسلامت زندہ دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ یہ ہے عظمت و محبت رسول کا جذبہ کہ اس کے مقابلہ میں شوہر و بھائی کی پاکیزہ وخونی رشتوں وجذبوں کی حیثیت بھی ماند پڑ جاتی ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان سمجھنی والی عورتوں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ میں سچائی، جانثاری اور اسلام کے خالص ہونے کے لئے ایسے واقعات مسلم دنیا کے لئے بطور نمونہ چھوڑے کہ امت مسلمہ کی تاریخ کو ان کا فراموش کرنا ناممکن ہے۔

رب ذوالمنن ہمیں بھی اسی جذبہ محبت واطاعت سے سرشار فرما کر حقیقی امتی بننے کا

جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین

کمالات ومحاسن خیر الامم ﷺ

(۴)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حبالله

وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ و ولدہ والناس اجمعین(بخاری ومسلم)

حضرت ابوطلحہؓ کا ایثار وجذبہ محبت

عاشق رسول حضرت ابوطلحہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچاتے ہوئے اپنے تمام جسم کو چھلنی ہونے کے لئے پیش کر دیا' امیر المؤمنین حضرت سید ابوبکرؓ کے ارشاد کے مطابق ان کے جسم پر قریباً ستر زخم تلوار و تیر کے آئے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ان کا ہاتھ شل ہوا۔ حضرت انسؓ کا ارشاد ہے:

قال كان ابوطلحةؓ يترس مع النبى صلى الله عليه وسلم بترس واحد وكان ابوطلحه حسن الرمى فكان اذا رمى تشرف النبى صلى الله عليه وسلم فينظر الىٰ موضع نبله (بخاری)

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ غزوہ احد میں ایک ڈھال کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے ابوطلحہؓ بہترین تیرانداز تھے (وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ میں دشمنوں پر مہارت سے تیراندازی کررہے تھے) چنانچہ جب وہ تیر پھینکتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں پڑا ہے۔''

ایک اور جگہ ابوطلحہؓ کے بارے میں آیا ہے کہ تیر اٹھائے مجاہد کا وہاں سے گزر ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ابوطلحہؓ کو تیر دو' ابوطلحہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراٹھاتے دیکھ کر فرماتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان، سرمبارک نیچے کردیں، کہیں کافروں کا تیر آپ کو نہ لگے، کیونکہ میں نے اپنے سینہ کو آپ کے سینہ کے لئے ڈھال بنایا ہوا ہے۔ یہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ایمان ویقین کا وہ جذبہ تھا جس کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو موت کے لئے پیش کرنا فریضہ سمجھ کر آخروقت تک کفار کے حملوں کے سامنے ڈٹے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اولاد کی محبت پر غالب رہی

خلیفہ اول سیدنا ابوبکرؓ نے جنگ بدر کے موقع پر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں شفقت پدری' اولاد کی محبت کے جذبے کو ٹھکرانے کا ذکر فرما کر محبت کے علمبرداروں کیلئے تا قیامت عظیم نمونہ فراہم کردیا۔

عن ایوبؓ قال قال عبدالرحمن بن ابى بكر لابى بكرؓ قد رأيتک يوم احد فصفحت عنک فقال ابوبكر لكنى لورايتک لم اصفح عنک (المستدرک للحاکم)

''حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اپنے باپ حضرت ابوبکرؓ

سے کہا کہ جنگ بدر کے موقع پر میرا آپ سے آمنا سامنا ہوا میں نے باپ کی محبت کی وجہ سے آپ سے اعراض کیا۔ جواب میں ابوبکرؓ نے فرمایا: کہ اگر تم میری تلوار کی زد میں آتے تو میں تجھے معاف نہ کرتا۔"

جب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب آتی ہے تو تمام محبتیں خواہ اولاد کی ہوں، مال کی ہوں، تمام دنیا کی ہوں ہیچ ہو جاتی ہیں، جنگ بدر کے تاریخی معرکہ میں حضرت ابوبکرؓ مسلمان اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن غیر مسلم تھے۔ باپ اسلامی لشکر میں جذبہ ایمانی اور اسلامی احکامات کا پاسدار اور بیٹا کفر کے اندھیروں میں بھٹک کر مجاہدوں اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے معرکہ حق و باطل میں مسلمان، کفر اور کافر کو اپنے انجام تک پہنچانے کا خواہشمند اور کافر قافلہ جانثاروں کی مختصر جماعت کے صفایا میں مگن، بیٹا حضرت عبدالرحمٰن اسلام لانے کے بعد واقعہ بدر سناتے ہوئے باپ کو کہہ رہا ہے کہ ابا جان جنگ بدر کے موقع پر ایک مرحلہ ایسا آیا کہ آپ بالکل میری تلوار کے نشانہ اور زَد پر تھے، مگر آپ پر حملہ اور آپ کو قتل کرنے کی راہ میں والد کے فطری محبت کا جذبہ میرے دل میں آپ پر حملہ کرنے سے رکاوٹ بن کر میں نے آپ کو شہید نہ کیا۔ باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب میں جو جملہ فرمایا وہ ہم اور آپ جیسے ضعیف الایمان اور محبت کے دعویداروں کے جذباتِ محبت کو بیدار کرنے کے لئے نسخۂ اکسیر ہے۔ فرمایا: بیٹے! اسوقت تم کفر کی حالت میں تھے اسلام اور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسد و دشمنی میں حزب الشیطان کے سپاہی تھے۔ اگر تم میری نظر یا میرے قابو میں آ جاتے تو شفقت پدری کے مقابلہ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تمہیں فوراً قتل کر دیتا۔

محترم سامعین! یہی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ و الناس اجمعین** کا ہم اور آپ سے مطالبہ ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور محبت کے مقابلہ میں تمام محبتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ جب یہ دونوں مسلمان کی محبوب بن جاتی ہیں تو ان کی تمام ادائیں محبوب جاننا اور ان پر عمل کرنا ایمان کا

جزو بن جاتی ہیں۔

جماعتِ انصار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فداکاروں میں ایک اہم جماعت انصار کی ہے جن کی عظمت کے بارہ میں امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہی کافی ہیں کہ فرمایا:

اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار.

''اے اللہ انصار،ان کے بیٹوں ان کے پوتوں پر رحم فرما۔''

ارشاد ہے:

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا الھجرۃ لکنت امرأ من الانصار ولو سلک الناس وادیا وسلکت الانصار وادیا اوشعبا لسلکت وادی الانصار وشعبھا الانصار شعار والناس دثار الخ (البخاری)

''ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی دوسری وادی پہاڑی درّہ میں چلیں میں اس راستہ یا درہ پر چلوں گا جو انصار (مسلمانوں) کا راستہ ہے۔ انصار میرے لئے قمیص (کُرتے) کے مانند ہیں جو جسم سے متصل اور ملحق ہوتا ہے۔ اور باقی لوگ چادر یعنی وہ کپڑا جو قمیص وغیرہ کے اوپر اوڑھا جاتا ہے

(بدن سے متصل نہیں ہوتا) کے مانند ہیں۔ مقصد اس سے یہ ہے کہ انصار میرے راز دار اور خصوصی ساتھی ہیں۔

انصار سے محبت ایمانی کی علامت

دوسری جگہ فرمایا:

عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایۃ الایمان حب الانصار وایۃ النفاق بغض الانصار (بخاری و مسلم)

"حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمارہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: کمال ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بعض عداوت ہے۔" اس عظیم المرتبت اسلام کے متوالوں کا ٹکراؤ جب مال مویشی دولت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلممیں سے کسی ایک کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار جماعت نے مال کوٹھکرا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلمکی محبت کو ترجیح دی۔ حضرت انسؓ کی ایک حدیث طویل کا خلاصہ ہماری اور آپ کی بند آنکھوں کے کھولنے کیلئے کافی ہے۔

انصار اور مال غنیمت کا واقعہ

ہوازن قبیلے کا مال و دولت جب بطور مال غنیمت حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے ہاتھ آیا' تقسیم کے وقت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کئی اصحاب کوسو سو اونٹ دیئے۔ انصار کے بعض حضرات نے اس تقسیم پر شکوے کا اظہار کرتے ہوئے آپس میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبیلے (قریش) کو مال غنیمت میں زیادہ حصہ دے رہے ہیں اور انصار کو کم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکو انصار کے اس اعتراض کا علم ہوا، ان کو جمع کر کے اس شکایت کے متعلق ان سے پوچھا' عقلمند وسمجھدار صحابہ نے معذرت کرتے ہوئے اس شکایت کو بعض جلد باز وجذباتی جوانوں کا کارنامہ قرار دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے تقسیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: جن لوگوں کو میں نے مال غنیمت میں وافر حصہ دیا، زمانہ قریب میں یہ غیر مسلم تھے ان کو زیادہ حصہ دینے کا مقصد صرف ان کا تالیف قلوب ہے۔ مقصد اسلام پر ثابت قدم رکھنا مطلوب تھا اس کے علاوہ اور کوئی مقصد وکشش کارفرما نہیں۔ اے انصار! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ مال دولت مجھ سے لے کر اپنے ٹھکانوں کو واپس جائیں اور تم لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلمکو لے کر اپنے مکانوں کو واپس جاؤ۔ اب خود فیصلہ کرو کہ فانی دنیا کے ناپائیدار مال و دولت کو حاصل کرنا چاہتے ہو یا اس کے مقابلے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جس کے پانے میں دنیا وآخرت کی نجات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مرمٹنے والے نفوسِ قدسیہ نے بیک آواز کہا: بلیٰ یا رسول

الـلـه قـد رضينا یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے حاصل کرنے پر راضی ہیں۔اس محبت رسول کا ثمرہ تھا کہ جزیرۃ العرب کے وہ اَن پڑھ، ہر قسم کی برائی میں مبتلا افراد آسمان رشد و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن کرامت کے لئے مینارہ رشد و ہدایت بن گئے ۔سید الانبیاء کی عظمت و محبت ان کے رگ و ریشہ میں ایسے رچ بس گئی کہ اپنے اس عظیم محبوب کے مقابلہ میں دنیاوی جاہ و جلال، حشم و خدم، رشتے مال و دولت کی محبت ان کی نظروں میں ہیچ ہو گئی۔

ماں باپ سے محبت ایک فطری و طبعی جذبہ ہے، اس دنیاوی محبت میں عورتیں مردوں سے زیادہ والدین سے انس رکھتی ہیں، صنف نازک کہلانے کی وجہ سے ان کے دل بھی انتہائی نرم و نازک، ماں باپ کی محبت، اطاعت اور عظمت سے لبریز ہوتے ہیں۔مگر اس کمزور عورت کا دل جب رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور و منور ہوا تو سینکڑوں، ہزاروں، اولیا اللہ ایک طرف اور ایک عورت صحابیہ دوسری طرف، اپنے محبوب باپ کی محبت کا مقابلہ جب روحانی و ابدی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہوا تو اپنے کافر باپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پاک پر بیٹھنے کے قابل نہ سمجھ کر بستر ہی الٹ دیا۔

سید الکائنات کو باپ پر ترجیح دینا

حضرت ام حبیبہؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں شامل ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم عقد نکاح میں آنے سے پہلے عبداللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھیں دونوں نے مسلمان ہونے کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی۔کچھ عرصہ بعد ان کے خاوند حبشہ ہی میں مرتد ہو کر مر گئے۔ ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ ام حبیبہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا پیغام دے دیں۔ام حبیبہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش خوش دلی سے قبول کر لی۔نکاح وہیں ہوا، نجاشی نے اپنی طرف سے مہر میں چار سو دینار مقرر کر کے ام حبیبہؓ جو کہ ابو سفیان کی بیٹی اور حضرت معاویہؓ کی بہن تھی کا نکاح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔عقد کے بعد حضور کی خدمت میں مدینہ طیبہ

آ گئیں۔ کفارمکہ کی مسلمانوں کے ساتھ صلح کے دور میں ابوسفیان مدینہ منورہ آئے تو بیٹی سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے' کمرہ میں داخلہ کے وقت ایک بسترہ بچھا ہوا دیکھ کر اس پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ بیٹی یعنی ام حبیبہؓ نے فوراً وہ بسترہ دوسرے طرف الٹ دیا کہ باپ اس پر نہ بیٹھ سکے۔ باپ نے بیٹی کی اس حرکت کو دیکھ حیران ہوا کہ مہمان اور پھر باپ کے آنے پر ہی ہر میزبان اور پھر بیٹی بٹھانے کے لئے جو میسر ہو عزت واحترام کے لئے بچھا دیتے ہیں' اور یہاں معاملہ الٹا ہوا جو بچھا ہوا تھا وہ بھی ہٹا دیا۔ ابوسفیان نے وجہ پوچھی۔ تو بیٹی نے کہا کہ یہ بسترہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کے لئے ہے ان کا پاک و صاف جسدِ اطہر اس بسترہ پر تشریف فرما ہوتا ہے۔ ایسے مقدس ترین آرامگاہ پر آپ کے نجس و کفر سے آلودہ بدن کو کیسے بیٹھنے کے لئے اجازت دوں۔ ام حبیبہؓ کے دل میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمت و محبت تھی عشق و محبت کے ان منازل کو پہنچ چکی تھی کہ اسے برداشت کرنا بھی ناممکن تھا کہ مشرک باپ ہو یا کوئی اور سید الانبیاء کے بستر پر بیٹھ سکے۔

صحابہ کا طرزِ عمل اور ہمارا کردار

یہ محبتوں سے بھری چند داستانیں ان پاک طینت شخصیات کی ہیں جن کے آج ہم اپنے آپ کو نام لیوا کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ان حضرات نے اللہ اور رسول کی محبت کے دعویٰ کے راستوں میں دنیوی محبتوں کی جو قربانیاں دیں' کیا ایسے لمحات آنے پر ہم ان کے نقش قدم اور سیرت پر چلنے کے لئے آمادہ ہیں؟ ہم نے اللہ کی خاطر' رسول کی محبت اور اسلام کے لئے کیا کیا؟ صحابہ کرام نے تو اللہ و رسول کی خاطر اپنے عیش آرام' عزیز و اقارب' دنیوی جاہ و جلال سب کو خیرآباد کہا۔

آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی میں مطالبہ ہو رہا ہے کہ مومن کے لئے ضروری ہے کہ اللہ و رسول سے اس کی محبت اپنے جان و مال اولاد اور ہر چیز سے زیادہ ہو تو اس اعلیٰ محبت کا تقاضا کیا ہے اس کا ذکر انشاءاللہ اگلے جمعہ کو ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اتباعِ سنت، مشعل راہ

(۱)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ عزوجل: والذین امنوا اشد حباللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین(بخاری ومسلم)

کامیابی کا راز

آیت کریمہ وحدیث طیبہ کی تشریح وتوضیح کے سلسلہ میں گزشتہ گزارشات کے دوران آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ خالقِ کائنات جل جلالہ اور محسن انسانیت میں وہ تمام صفات وکمالات بدرجہ تمام وکمال موجود ہیں جن کی وجہ سے دلوں میں محبت وعظمت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ان کے احسانات وانعامات بھی لاتعدولاتحصی ہیں، جس کے پیش نظران سے تعلق وربط قائم ومستحکم کرنے ہی میں انسانیت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔آج اگر کسی روحانی، علمی یا دنیاوی شخصیت سے تعلق

کا دعویٰ ہو،تو دعویٰ پراعتبار تب کیا جاتا ہے کہ عظمت کے اقرار کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہو۔اسی اطاعت وتابعداری کو بار بار اللہ جل شانہ نے آیات کریمہ اور انبیاءؑ کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے احادیث مبارکہ میں اجاگر فرماتے ہوئے ایمان کا ایسا جز وقرار دیا ہے کہ اس کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں رہتا ہے۔اگر اطاعت نہیں تو محبت کا دعویٰ سچائی سے خالی ہے۔اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اس کی عظمت کا دل کی گہرائیوں سے یقین بھی ہوتو لازمی طور پر محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلمکی محبت وعظمت سے بھی دل معمور ہوگا۔پھر اللہ ورسول کی اطاعت کو لازم وملزوم سمجھ کر یک جان دو قالب کے مصداق ان دونوں کے احکامات کی بجا آوری میں بھی کوئی ہچکچاہٹ اور تذبذب محسوس نہ ہوگا۔اس نظریہ کے راسخ ہونے کے بعد ہر صحیح العقیدہ مسلمان خود بخود اس طرف راغب و مائل ہوگا۔

اصلاحِ انسانیت کا نسخہ اکسیر

انسانیت کی اصلاح کا نسخہء اکسیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلمکے اوامر و نواہی کی تعمیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمکی سیرت، آداب وخصائل کو زندگی کا شعار بنانا ہی ہے۔ارشاد باری ہے:

اطیعو اللہ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (سورۃ ال عمران)

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تابعداری کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے''

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما (سورۃ احزاب)

''جوشخص اللہ تعالیٰ ورسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔''

اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلو اوتذھب ریحکم (سورۃ الانفال)

''اللہ تعالیٰ ورسول کی فرمانبرداری کرواور آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کروورنہ تم بزدل بن کر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین.

''ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی تابعداری کرو اگر اس تابعداری سے وہ پھر جائیں (یعنی قول وفعل سے) تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا''

واقیموا الصلوۃ واتو الزکوۃ واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون(النور)

''اور نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اللہ تعالیٰ اور اسکی رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر (اللہ) رحم کرے''

مضامین آیات کا خلاصہ

ان چند آیات مبارکہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مالکِ کون ومکان نے اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلمکی اطاعت کو ایمان کا اساس قرار دے کر اخروی نجات کا ذریعہ قرار فرمایا' یہ بھی معلوم ہوا کہ امت مسلمہ اگر کفار واغیار پر غالب ہونا چاہتی ہے تو اس کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت کے اسلحہ کو اپنا کر مسلمان غالب' فاتح' غانم قوم بن کر ''وانتم الاعلون'' کا مصداق بن سکتی ہے۔ ورنہ تعداد اگر برائے نام مسلمانوں کی کروڑوں' اربوں میں ہو' مگر اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت سے عاری ہوں، نہ کفار کے دلوں میں ان کا وہ رعب ودبدبہ ہوگا، جو صحابہ وقرون اولیٰ کے مسلمانوں کا تھا کہ کفار سے مہینوں کے فاصلے پر دور رہ کر بھی دین دشمن طبقہ اللہ تعالیٰ اور رسول کے فرمودات پر مر مٹنے والوں کے خوف سے لرزہ براندام رہتے۔ اور نہ اسلام دشمن طاقتوں کے ظلم وجبر سے چھٹکارا ملے گا۔

دو اطاعتیں یک جان دو قالب

یہاں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی فرمانبرداری دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ دونوں لازم وملزوم ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بعینہ رسول کی اطاعت ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی مخالفت اور ان پر عمل نہ کرنا اللہ تعالیٰکے احکامات' فرامین کی مخالفت اور نافرمانی ہے گویا یہ دو اطاعتیں یک جان دو قالب کا مصداق ہیں۔

جب اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر دیں

اوران دونوں کی نافرمانی یادونوں کی اطاعت میں فرق کرنے والوں کے بارے میں خالق کائنات نے کلام مجید میں سخت سزاؤں کے وعیدات بیان فرمائے ہیں۔ارشادباری ہے:

وما کان لمؤمن و لامؤمنة اذا قضی الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبینا (احزاب)

''کسی مومن آدمی یامومنہ عورت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ورسول جب کسی معاملہ میں فیصلہ صادرفرماویں تووہ اس مسئلہ میں کچھ اختیار اپنا بھی سمجھیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول کے حکم سے سرتابی کرے وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہوکر گمراہ ہوگیا''

اللہ ورسول کی اطاعت لازم وملزوم

دوسری جگہ فرمان الٰہی ہے کہ:

ان الذین یکفرون باالله ورسله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسوله ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوابین ذالک سبیلا اولئک هم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مهینا. (نساء)

''جولوگ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں سے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ فرق کریں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں میں اور کہتے ہیں کہ بعضوں کو مانتے ہیں اور بعضوں کونہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں ایک راہ نکالیں، ایسے لوگ اصل کافر ہیں اور ہم نے تیار کیا ہوا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلت آمیزعذاب۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ماننے کا اعتبار تب ہوگا کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار وتصدیق بھی لازمی کی جائے۔ نبی کے نبوت سے اگرانکار ہوتو خدا کومعبود ماننے کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے۔اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وتابعداری کے لئے تیار ہو اوراس کے نبی کی اطاعت اوراس کے احکام کی تعمیل سے روگردانی ہوتو اس کے بغیر ایمان ناقص بلکہ ساقط ہے۔ کیونکہ پیغمبر وہی کچھ فرماتے ہیں اور خودبھی کرتے ہیں،جن کے لئے وہ خدا کی طرف سے مامورو

مقرر ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ کوئی عمل کرتے ہیں اور نہ بولتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

ومایںطق عن الھوی ان ھوالاوحی یوحیٰ (النجم)

''(پیغمبر) وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے بلکہ ان کا بولنا صرف وہی ہے جو ان پر (وحی کی صورت میں) نازل ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: **ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا** (سورہ حشر)۔

''ہمارے رسول جو حکم تم کو دیں اس کو مان لو (یعنی ان پر عمل کرو) اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو''

اسی طرح کی کئی آیات وارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا حکم دے کر اسی رسول کی تابعداری اور اطاعت کو اللہ تعالیٰ ہی کی تابعداری قرار دیا گیا ہے۔

انسانیت کیلئے مشعل راہ

اب اگر ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری محبت ہے، تو ہر دعویٰ کے ثابت کرنے کے شواہد ہوتے ہیں اور اس دعویٰ کے اثبات کے لئے سب سے بڑا شاہد اور گواہ اطاعت ہے کہ ہمارا قول و فعل اس دعوے کے مطابق ہے، یا بالکل اس سے متضاد ہے۔ مقدس ترین جماعت صحابہؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے ہر فعل و قول کی فرمانبرداری میں جان کی بازی کے لئے ہر وقت تیار رہتے، جب محبت کا دعوی کر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں اپنی ہر متاع عزیز کو قربان کرنے کے لئے وہ نمونے چھوڑ دیئے جو قیامت تک آنے والے انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان کو یقین کامل تھا کہ جب اللہ تعالیٰ و رسول سے محبت کا اقرار کرلیا ہے' تو اس راہ میں ہر قسم کی قربانی دینی ہوگی' جس کے لئے وہ سینہ سپر ہو گئے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت کا عظیم تحفہ

ایک مخلص مومن کی اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ایک نمونہ:

عن انسؓ ان رجلا قال یارسول اللہ متی الساعۃ قال ما اعددت لھا قال ما

اعـددتُ لهـا الاانّـی احب الله ورسوله قال انت مع من احببت قال انس فمار أیت المسلمین فرحوا بشئی بعد الاسلام. (بخاری و مسلم)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلمسے یہ سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا میں نے تو کوئی تیاری نہیں کی ماسوائے ایک چیز کے وہ یہ کہ میں خدااوراس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دنیاوآخرت میں اس کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں: کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی اور چیز سے اتنا زیادہ خوش نہیں دیکھا جتنا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے اس فرمان سے خوش ہوئے۔

قول وفعل میں سچائی کا معیار

وجہ یہ کہ ان کا مضبوط عقیدہ تھا کہ خدااور رسول کیساتھ محبت ہی اصل چیز ہے، تمام عبادات واطاعات اس اصل چیز کی شاخیں اوراس دعویٰ کے دلائل ہیں۔ جس شخص کا دل حقیقی معنوں میں ان دونوں ہستیوں کی محبت سے سرشار ہو جاتا ہے، پھران کی اطاعت ان احکامات کی بجا آوری طبیعت ثانیہ بن کرانکے کسی حکم کی ادائیگی میں اگر دیری یا سستی ہو جائے، تو ایسے شخص کو جو پریشانی لاحق ہوتی ہے، اس کا ادارک احساس صرف وہی شخص ہی کر سکتا ہے' مثلاً کسی پابند صلوۃ سے کسی عذر شرعی کیوجہ سے نماز میں تاخیر ہو جاتی ہے، تو وہ مومن ایک عجیب کرب و بے چینی کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے تا آنکہ اس نماز کی ادائیگی کر کے تاخیر کا ازالہ نہ کرے، اس کے مقابلہ میں وہ شخص جو صرف زبانی جمع خرچ کر کے اللہ و رسول کی محبت کا دعویٰ کرتا رہے۔ کئی فرائض وواجبات کو ترک کرنے پر بھی وہ ذرہ برابر روحانی کرب و بے چینی میں مبتلا نہیں ہوتا' یہی وہ حالت ہے جس سے قول وفعل کے سچے کامل اور جھوٹے وناقص کی تمیز ہو جاتی ہے۔

نماز کا وقت ہو چکا ہے، انشاء اللہ اسی سلسلہ میں آئندہ مزید معروضات پیش کرنے کی کوشش کروں گا مالک الملک ہمیں اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کا پابند بنائے۔ آمین

اللہ اور رسولؐ کی اتباع

کیلئے صحابہ کرام کی قربانیاں

(۲)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم قال الله عزوجل: والذین امنوا اشد حبالله وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین(بخاری ومسلم)

صحابہ کرامؓ کی بے مثال ایثار وقربانیاں

صحابہ کرام نے اپنے عمل و کردار سے اللہ تعالیٰ ورسول کی اطاعت کے وہ نقوش اور مثالیں تاریخ کے اوراق میں ثبت کر دیئے کہ زمانہ کفر کے بڑے بڑے جابر وظالم حکمران وسردار ان کے ایثار وقربانی اور جذبہ کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جان ومال ٗ ملک ووطن سب کچھ قربان کر دیا ٗ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ گرتا وہ اپنا خون قربانی کے لئے

پیش کرتے' اللہ تعالیٰ ورسول کے احکامات وتعلیمات کا جو اثر ان نفوس طیبہ پر ہوا تاریخ نویسوں کے بس میں نہیں کہ ان قربانی دینے والوں کے جذبہ ایمانی سے صرف نظر کر سکیں۔

حضرت خباب بن ارتؓ

انہی جماعت طیبہ کے ایک سپوت و جانثار حضرت خباب بن ارتؓ کو اسلام لانے کے جرم میں بطور سزا کفار نے زمین پر جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا، صرف اسی پر اکتفا نہ ہوا بلکہ ایک شخص نے ان کی چھاتی پر پاؤں اس لئے رکھے کہ جلنے کے کربناک کیفیت میں کہیں حضرت خباب بن ارتؓ اپنے پہلو کو دوسرے طرف نہ موڑے' اس اندوہناک سزا کا مرحلہ اُسوقت تک جاری رہا، یہاں تک کہ کوئلہ خود بخود ٹھنڈا ہو گیا۔ جرم صرف یہی تھا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو معبود برحق اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے رسول و پیغمبر ماننے والے تھے۔

حضرت بلالؓ کی قربانیاں

حضرت بلال حبشیؓ جن کے بارے میں ختم الرسل کا ارشاد ہے ,,کہ اے بلالؓ میں جنت میں داخلہ کے دوران اپنے سے آگے تمہارے قدموں کی آہٹ کو سن رہا تھا'' کو مسلمان ہونے کی سزا میں کن کن مصائب کو جھیلنا پڑا' بھاری بھاری پتھر ان کو تپتے سنگریزوں میں لٹا کر ان کے سینہ پر رکھ دیئے جاتے۔ گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں گھسیٹا گیا، مگر سنگ دل لوگوں کی ہر انتہاء کو پہونچے ہوئے اذیت کے بعد ان کی قوت و عزم مزید مستحکم ہو کر جذبہ ایمانی مزید نکھر کر سامنے آتا۔ ہر مصیبت کے موقع پر ایک ہی نعرہ ہوتا کہ اللہ احد، اللہ احد۔

حضرت عمرؓ کی بہن کا واقعہ

حضرت عمرؓ کی بہن کا واقعہ آپ کئی بار مختلف موضوعات کے سلسلہ میں سن چکے ہیں۔ یہ اس دور کا ذکر ہے جب حضرت عمرؓ ابھی مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اپنی بہن کے اسلام لانے کا معلوم ہوا، تو اسے مار مار کر اس کا سارا بدن خون آلود کر دیا۔ مگر وہ اس مقدس

مقصد پرڈٹی رہی کہ جو سزا اور عقوبت دینی ہے، دے دیں۔ مگر میرا اسلام سے پھرنا ناممکن ہے۔ مرد حضرات تو مرد تھے، حضرات صحابیاتؓ نے اللہ تعالیٰ ورسول سے محبت واطاعت کیلئے صبر و استقامت کے وہ روایات قائم کئے کہ اس راستہ میں پیش آنے والے ہر قسم کی مصیبت واذیت کو نہایت خندہ پیشانی اور صبر وشکر سے برداشت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ یہی فقراء وغرباء کا ٹولہ حقیقی معنی میں اللہ کے اس ارشاد کا مصداق بن کر اللہ تعالیٰکے ہاں منصب جلیلہ پر فائز رہنے کے بعد کامیاب وکامران ہوئے۔ ارشاد باری ہے:

ان الذین قالو ربنا الله ثم استقاموا فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون (سورۃ احقاف)

’’بیشک وہ لوگ جنہوں نے اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر اس (اقرار) پر ڈٹے رہے تو وہ نہ کسی سے ڈریں گے اور نہ خوف محسوس کریں گے۔

عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عاشقانِ رسولصلی اللہ علیہ وسلم کے ان جانثار جماعت صحابہؓ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلمکے ایک ایک فرمان وخواہش پر اپنے سارے جذبات وخواہشات قربان کر کے اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ سیدالرسل صلی اللہ علیہ وسلمسے محبت کا یہ حال ہے کہ بڑی سے بڑی اذیت و تکلیف کو برضا ورغبت جھیلنے کے لئے تیار رہے' اس کے مقابلہ میں ایک لمحہ بھی اس بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلمکو معمولی اذیت بھی پہونچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلمسے محبت وتعلق اور تعلیمات نبویصلی اللہ علیہ وسلمپر عمل پیرا ہونے کی خاطر بڑے سے بڑے دنیاوی پیشکش اور ہر قسم کے طمع ولالچ کی ان کی نظروں میں کوئی حیثیت نہ تھی۔ پیغمبر کے ہر حکم وادا کو اپنانا اپنے زندگی کا مطمح نظر سمجھ کر اس وقت کے روشن خیالوں اور تہذیب کے دعویداروں کے مذاق اور ہنسنے کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ مثلاً ان عاشقان رسول نے جب اپنے محبوب سے سنا کہ۔۔۔۔۔

اہتمام سنت کی فکر

عن ابی سعید الخدریؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ازرة المومن الیٰ انصاف ساقیه لاجناح علیه فیما بینه ' وبین الکعبین وما اسفل من ذالک ففی النار قال ذالک ثلاث مرات ولا ینظر الله یوم القیامه الیٰ من جرازاره بطرا (ابوداؤد)

''ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ مومن کا اِزار (تہبند یا شلوار) پہننے کی بہتر صورت تو یہ ہے کہ وہ آدھی پنڈلیوں تک ہو اور آدھے پنڈلیوں سے ٹخنوں تک (کے درمیان) ہونے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ لیکن اس سے (ٹخنوں) سے نیچے جو حصہ لٹکا ہوگا، وہ دوزخ کی آگ میں لے جانے کا سبب ہوگا۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ فرمائے۔ اور پھر فرمایا: اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس شخص کو نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے۔ جو ازراہ غرور وتکبر اپنا تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا۔''

یہ اور اس مضمون کے اور ارشادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد صحابہ ہر وقت فکرمند رہتے کہ کہیں تہبند ٹخنوں سے نیچے تو لٹکا ہوا نہیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حکم سننے کے بعد ہر وقت میں اپنے تہبند کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کے بارے میں فکرمند ہو کر اسے اونچے رکھنے کی طرف متوجہ رہتا۔

آج اگر ہمیں کوئی پیغمبر کی اس ہدایت پر عمل کرنے کی نصیحت کرے، تو روشن خیالی اور مغربی تہذیب وتمدن کے متوالوں سے بھرپور اس دور میں، ہم اس حکم کو ٹھکرا کر فوراً کہہ دیں گے کہ اس حالت میں اگر کسی نے دیکھا تو لوگ کیا کہیں گے' مگر محبت اور اتباع کے حقیقی دعویداروں کو اس قسم کے مادر پدر آزاد خیالوں کی باتوں اور مذاق کی قطعاً پروانہ تھی

حضرت عثمانؓ کا اتباع سنت کا اہتمام

ذی النورین سیدنا عثمان بن عفانؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سفیر کی حیثیت سے مشرکین کے پاس مذاکرات کے لئے تشریف لے جارہے ہیں' کفار کے عمائدین اور تکبر ونخوت سے بھرپور سرداران مکہ سے بات چیت سے پہلے کسی نے کہا

کہ آپ کا تہہ بند بہت اونچا بندھا ہوا ہے، جو کہ مروجہ تہذیب کے خلاف ہے۔ قربان جایئے ان سچے عشق واتباع کرنے والوں سے کہ عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ محبت واتباع سنت کی راہ میں مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں، میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وسنت یہ ہے کہ تہہ بند (یا شلوار) ٹخنوں سے اونچی ہو، میں اس سنت کو ترک نہیں کرسکتا۔

اللہ کے یہ برگزیدہ اور پاک باز حضرات صحابہؓ حضور کے اتباع کے وقت یہ نہ دیکھتے کہ یہ سنت معمولی یا حقیر ہے اس کو ترک کیا جائے اور دوسری اہم وغیر معمولی ہے اس کو اختیار کیا جائے بلکہ ایک ہی پختہ عزم وعقیدہ تھا کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کی تعمیل کرنی ہے، اسے مشعل راہ بنا کر اسی کے مطابق زندگی گزارنی ہے، کسی سنت سے معمولی روگردانی کا انہوں نے کبھی سوچا تک نہیں اس کا توان کے ہاں تصور ہی نہ تھا کہ وہ ہم جیسے عقل کے اندھوں کی طرح سنت سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے توجیہہ وتاویل کی راہ اختیار کرتے، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے بچنے کے احکامات پر عمل کرتے وقت ان کو قطعاً یہ پرواہ نہ تھی کہ اس تعمیل حکم اور اتباع سنت میں وقتی ظاہری ان کو کن کن نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کا مطمح نظر صرف اور صرف آخرت کی دائمی فکر ونجات پر تھا۔ تعمیل حکم میں ایک جانثار صحابیہؓ نے نہ صرف اپنے مال کی زکوٰۃ دینے پر اکتفا کیا، بلکہ اپنے سارے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔

دونوں کنگن اللہ کی راہ میں صرف کردیئے

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان امراة اتت رسول الله ومعها ابنة لها وفي يدابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال اتعطين زكاة هذا قالت لا قال يسرك ان ليسورك الله بهما يوم القيامة سورا ين من نار قال فخلعتهما فالقتهما الى النبيصلى الله عليه وسلم وقالت همالله ولرسوله.

”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئی کہ اس کے ساتھ اس کی بچی بھی تھی' بچی کی کلائی میں دو موٹے موٹے سونے کے کنگن تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: کیا ان سونے کے کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو اس نے کہا کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش ہوگی کہ آپ کی زکوٰۃ نہ دینے کے بدلے آخرت میں جہنم کی آگ کے دو کنگن پہنائے جائیں۔(یہ ارشاد سنتے ہی) اس صحابیہ نے دونوں کنگن اتراوا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرما کر کہا: یہ دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔''

اتباع رسول کیلئے بے چینی واضطراب

ان ایمان افروز واقعات کے بعد اپنے اعمال پر نظر دوڑائیں' کیا ہم میں ایسے کردار کے مرد وزن ہیں کہ اللہ تعالیٰ ورسول کا حکم سنتے ہی اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ ورسول کی راہ میں قربان کردیں۔آج پوری دنیا میں ملت مسلمہ کے شکست وریخت کے کئی اسباب میں سے ایک اہم وجہ یہی ہے کہ نام ونہاد اسلام کے علمبرداروں نے اسلام کی سربلندی کے لئے جذبہ ایمانی اور حمیت دینی کو بھلانے کے ساتھ ساتھ اللہ ورسول کی فرمانبرداری کی بجائے ان کے احکامات وتعلیمات کے اپنے اپنے من کے مطابق توجیہات وتاویلات میں مصروف ہوگئے۔جس کا مقصد صرف یہی ہوتا ہے کہ کسی طرح قرآنی وپیغمبری فرامین سے فرار کا راستہ نکل آئے۔ذلت ورسوائی کا سامان خود مہیا کرتے ہیں اور گلے پھر دوسروں سے کرکے اپنی جھوٹی اطاعت ومحبت کے دعوؤں پر مصر بھی رہتے ہیں۔جبکہ ہمارے معاشرہ کا کوئی شعبہ وکردار ایسا نہیں جو کہ مسلسل اس دعوے کی نفی نہ کررہا ہو۔ہم نے اپنے اسلاف کی قربانیوں' محبت الٰہی' اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبوں کو بھلادیا ہے وہاں تو یہ حالت ہے کہ اپنے نبی ومحبوب کے ایسے اعمال وواقعات جن کا تعلق انسان کی اپنی مشیت' خواہش اور ارادہ سے ہوتا ہے' ان کی تکمیل وادائیگی میں جان جان آفرین کے حوالہ کرنا تو ان کا محبوب مشغلہ تھا۔حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ حالات وکیفیات جن کا تعلق قطعاً انسان کی خواہش ومشیت اور ارادوں سے نہیں ان میں بھی اتباع وموافقت کیلئے بے چین رہتے۔

رب ذوالجلال مجھ سمیت تمام امت مسلمہ کو حقیقی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

پیغمبر انقلابﷺ کی تابعداری
اللہ کی تابعداری

(۳)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم والذین امنوا اشد حبالله

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین(بخاری ومسلم)

شان ابوبکر صدیقؓ

صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والے قیامت تک تمام انسانوں میں مقدس ترین شخصیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ ابرو پر سب سے پہلے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرنے والے امیر المومنین سیدنا ابوبکرؓ جن کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

عن جبیرین مطعم قال امرأةالی النبی صلی الله علیه وسلم فامرها ان ترجع قالت ارایت من جئت ولم اجدک کانماتقول الموت قال الم

تجدینی فائی ابابکر (بخاری و مسلم)

''حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اپنے کسی مسئلہ میں آپصلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی آپ نے اس کو فرمایا: کہ وہ کسی اور وقت میرے پاس آئے، اس عورت نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آئی اور آپ موجود نہ ہوں اس عورت کا مقصد آپ کے انتقال کی طرف اشارہ تھا (ممکن ہے یہ اس وقت کا واقعہ تھا جب آپ مرض وفات میں مبتلا تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں موجود نہ رہا تو ابوبکرؓ کے پاس (اپنے مسئلہ یا حاجت کے سلسلہ میں) چلی جانا، یہ فرمان رسولصلی اللہ علیہ وسلم صریح اشارہ ہے کہ میرے بعد خلیفہ اول ابوبکرؓ ہوں گے۔ اس روایت سے ابوبکرؓ کی فضیلت کا اندازہ آپ خود کریں۔ ایک جگہ ارشاد نبویصلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابی بکرؓ ثم عمرؓ ثم آتی اهل البقیع فیحشرون معی ثم انتظر اهل مکه حتی احشر بین الحرمین (ترمذی)

''حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن جب تمام مخلوق قبروں سے اٹھائی جائے گی) سب سے پہلے میں وہ شخص ہوں گا، جو قبر سے اٹھایا جاؤں گا، یعنی میری قبر سب سے پہلے کھولی جائے گی۔ میرے بعد ابوبکرؓ، ان کے بعد عمر قبروں سے اٹھائے جائیں گے، پھر میں جنت البقیع کے قبرستان آؤنگا اور یہاں کے دفن شدہ (خوش قسمتوں) کو اٹھا کر میرے ساتھ جمع کیا جائے گا۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا، حتیٰ کہ مجھے حرمین یعنی اہل مکہ و مدینہ کے درمیان میدان حشر پہنچا دیا جائے گا۔

اتباع سنت کی انتہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یار غار کے جذبہ محبت و موافقت کو سلام آخری خواہش تھی کہ دنیا سے رخصتی کے حالات و کوائف میں بھی اپنے محبوب سے اتباع و مشابہت ہو۔ بیٹی

حضرت عائشہؓ کو وصیت فرمارہے ہیں کہ میرا کفن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے مطابق ہو۔مرض وفات میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھتے ہیں۔ ای یوم ھذا؟ آج کون سا دن ہے؟انہوں نے کہا یوم الاثنین ۔آج پیر کا دن ہے۔حضرت صدیقؓ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر خواہش ظاہر کی کہ کاش !اللہ محبوب ربانی کے ساتھ اس تکوینی سنت میں بھی متابعت کی خواہش پوری فرمائے۔اللہ نے نہ صرف یہ تمنا پوری فرمائی بلکہ مشہور روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ترسٹھ سال میں ہوئی تو یہ سعادت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی حاصل ہو کر ان کی وفات بھی ۶۳ برس کی عمر میں ہوئی۔ابوبکرؓ نے فرمایا: اگر آج رات میرا انتقال ہوا تو صبح کا انتظار کئے بغیر مجھے آج ہی دفن کریں کیونکہ دنوں اور راتوں میں مجھے ان دنوں سے بہت ہی محبت ہے۔جن دنوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ قرب رہا ہو' موت کا بھی صحابہ دیوانہ وار منتظر رہ کر استقبال کرتے۔حضرت بلال حبشیؓ مرض وفات میں خوشی سے کہہ رہے تھے۔غداً القی الاحبة محمداً وحزبه کہ کل موت کے بعد میری ملاقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جماعت کے افراد اور دوستوں سے ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جذبہ اطاعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم میں پس و پیش اور تعمیل میں تاخیر کرنا تو دور کی بات ہے اس کا تصور بھی ان کے لئے ناممکن تھا

عن جابرؓ قال لما استوی رسول الله یوم الجمعة قال: اجلسوا فسمع ذالک ابن مسعود فجلس علی باب المسجد فرآه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال تعال یا عبدالله بن مسعود (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: بیٹھ جاؤ، جب یہ حکم عبداللہ بن مسعودؓ نے سنا تو مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا: اے عبداللہ! ادھر آجاؤ''

شاید کچھ لوگ آپ کے خطبہ شروع کرتے وقت مسجد کے کناروں پر کھڑے تھے' آپصلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر خطبہ اطمینان وسکون سے سننے کے لئے اجلسو(یعنی بیٹھنے) کا حکم دیا۔اطاعت وتابعداری کی کیفیت دیکھئے کہ ابن مسعودؓحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سننے کے بعد ایک قدم آگے اٹھانے کی ہمت بھی نہ کر سکےاور نہ یہ سوچنے اور تاویل کرنے کے روادار تھے کہ یہ حکم مسجد کے اندر کےلوگوں کے لئے ہے۔مجھ جیسے مسجد سے باہر لوگوں کے لئے یہ حکم نہیں۔چنانچہ جس جگہ اپنے محبوب کی آواز کانوں میں پڑی،اسی مقام پر بیٹھ گئے۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

ان مردان خدا پر رب العزت کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں کہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں کسی تاویل وتوجیہ کے قائل نہ تھے' ان کا ایمان تھا کہ جس محبت میں اطاعت نہ ہو،وہ محبت لا حاصل اور بے کار ہے، بلکہ اسے محبت کہنا ہی لفظ محبت کی تذلیل ہے۔اورصرف دکھاوے کی تابعداری جبکہ دل میں محبت نہ ہو'وہ اطاعت بھی عنداللہ کسی کام کی نہیں،نہ وہ محبت کی راہ میں محبوب کے حکم میں مصلحت اور حکمت تلاش کرنے کے عادی تھے بلکہ 'سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے'' کا عملی نمونہ بن کر قول وفعل میں تضاد کا جملہ انہوں نے شاید کبھی سنا ہی نہ تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے جذبہ محبت واتباع کو دیکھنے کے بعد بڑے بڑے دشمنوں کے قاصد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عشاق کی فرمانبرداری کو دیکھ کر بے ساختہ اپنے لوگوں کے سامنے اقرار کر جاتے کہ ہم بادشاہوں کے ہاں قاصد بن کر گئے ۔اس وقت کے اپنے آپ کو سپر طاقت کہنے والے قیصر اور کسریٰ کے ہاں حاضری کی ان کا ظاہری رعب ودبدبہ دیکھا۔ نجاشی کی مجلس اور اقتدار کو دیکھنے کا موقع بھی ملا۔مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی یعنی (صحابہؓ) جو محبت اور اتباع محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں وہ عزت احترام اور محبوبیت دنیا کے کسی حاکم اور بادشاہ کو حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ایک ہی راستہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بلا شک وشبہ یقینی عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری واطاعت ہم سب پر فرض ہے۔اس کے بغیر نہ نجات ہے اور نہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کا دوسرا راستہ۔وہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زبان سے نکلے ہوئے ہر جملہ کو اپنے دنیوی واخروی فوز وفلاح کے لئے اہم سنگ میل سمجھتے یہی وجہ تھی کہ ان مبارک نفوس نے وحی متلو یعنی قرآن کی آیات واحکامات کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین واقوال کو بھی ایک دوسرے کا لازم وملزوم قرار دیا اور بے پناہ اہمیت دے کر ایمان واسلام کی عمارت کی بقاء کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وتابعداری کو ضروری قرار دیا۔

محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا امتحان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کا حقیقی امتحان تب ہوتا ہے۔ جب ایک طرف نفس امارہ بالسو کا حکم ہو، اور دوسری جانب اسی معاملہ کے بارے میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو۔جو نفس کے خواہش کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ ہو۔نفسانی آرزو کی تکمیل میں شیطان کی رضا ہو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں رحمان کی خوشنودی ہو۔نفس کا حکم پورا کرنے میں وقتی وعارضی مزہ وسکون بھی میسر ہو اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پورا کرنے میں وقتی خسارہ ومشقت بھی ہو۔مسلمانی کے دعویٰ میں صادق وہی فرد ہے جو ایسے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ فرمان ہم سے جو مطالبہ کررہا ہے اس کا مصداق بن جائے۔

ارشادگرامی ہے:

" لایؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعاً لماجئت به "(شرح السنه)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت

بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی صحابہؓ کی تعمیل وفرمانبرداری کا درس ہی بھلا دیا بلکہ اپنے اپنے ذہنی سقم و اختراع میں مبتلا ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت کی اتباع تو کیا چھوڑ دی ان کے ارشادات میں قسم قسم کے کیڑے تلاش کرنے شروع کردیئے۔ اسلام کا لباس پہن کر اسلام اور پیغمبر کے احکامات کو اس قسم کے نام و نہاد مسلمانوں نے جتنا نقصان پہنچایا صراحۃ کفر کے علمبردار اتنا نقصان نہ دے سکے۔

لاتعداد آیات واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دے کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور اس کی نافرمانی پر رب العزت کی نافرمانی کا اطلاق کیا گیا۔ سورۃ نساء میں حق تعالیٰ کا واضح اعلان ہے کہ:

ان الذین یکفرون باالله ورسله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسله ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا☆ اولئک هم الکافرون حقا (نساء)

''تحقیق جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ پیدا کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک اور راستہ پیدا کریں پس ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔''

یہی طریقہ مدینہ کے منافقوں نے اختیار کیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر ان کے ارشادات واحکامات کی اطاعت کی حامی بھر لیتے۔ پیٹھ پیچھے اپنے خودساختہ آقاؤں اور مرشدین کی اطاعت کو اپنا فرض اولین سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق پیدا کرکے کہتے، کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور انبیاء پر نہیں لاتے۔ بعض نبیوں کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے، گویا اسلام اور کفر کے درمیان ایک نیا مذہب اور راستہ پیدا کرنے کی تگ ودو

میں مصروف رہتے۔

محبت کا عجیب ونرالا انداز

مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ جس پیغمبر کے اتباع کے بارے میں اللہ تعالیٰ انتہائی زوردار انداز سے فرما رہے ہیں کہ

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله

''اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے ان لوگوں سے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے محبوب کی اتباع کرو۔

یہاں معاملہ اُلٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ماننے اور اس کی محبت کا اقرار تو کیا جارہا ہے اور اس کے آخری نبی کے اتباع سے بچنے کے لئے حیلے بہانے' تاویلات وتوجیہات کئے جارہے ہیں۔ اگر محبوب ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مانتے اور اس کے محبت کا دعویٰ کہیں ہے بھی تو ظاہری عمل انکے دعوی کے بالکل خلاف ہے' شاعر نے انتہائی خوبصورت اور بہترین انداز میں ایسے لوگوں کی حقیقت واضح کرتے ہوئے کیا۔

تعصی الرسول وانت تظھر حبه　　　　ھذا لعمری فی الزمان بدیع

''پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو اور ظاہری طور پر اس کی محبت کا دعوی بھی کرتے ہو۔ خدا کی قسم یہ تو عجیب بات (دعویٰ) ہے''

لو کان حبّک صادقا لاطعته'　　　　ان المحب لمن یحب مطیع

''اگر تم محبت کے دعوی میں سچے ہوتے تو ضرور اس کی تابعداری کرتے۔ کیونکہ محبت کرنے والا جس سے محبت کا اظہار کرتا ہے وہ (ضرور) اسکی تابعداری کرتا ہے''

محبت کا دعویٰ کرنا اور محبوب کی اطاعت نہ کرنا یہ تو محبت کا عجیب ونرالا انداز ہے۔ ایسا شخص نہ شریعت کی نظر میں عاشق ہے اور نہ عرف عام میں اسے کوئی عاشق ماننے کے لئے تیار ہے۔

اپنا اپنا محاسبہ

خلاصہ یہ کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' ان کے احکامات پر عملداری اور ان کی تعظیم وتوقیر بھی ان سے محبت کا لازمی حصہ ہے۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر ہم میں سے ہر کوئی اپنا محاسبہ کرے کہ آیا ہم جس ذات کے امتی اور اس کی محبت کا ورد کرتے کرتے تھکتے نہیں کیا ہم اس کے بتائے ہوئے راہ پر چل رہے ہیں۔ ان کی سنتوں پر چلنے کو ہم نے معمول بنایا ہے اپنی عبادات' پانچ ساڑھے پانچ فٹ بدن' اپنی اولاد' اپنے گھر' گردوپیش' معاشرہ' تمدن کاروبار زندگی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے اور ارشادات کی کوئی جھلک موجود بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہم دنیا و آخرت کے فوز و فلاح کے طلبگار ہیں تو صرف محبت کا اقرار کرنا کافی نہیں بلکہ اس مختصر اور فانی زندگی کے تمام گوشوں میں اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل اور نواہی سے بچنے کے ساتھ ساتھ محبوب کبریاؐ کے سیرت کو بھی قلباً و قالباً اپنانا ہوگا۔

رب ذوالمنن ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی و سچی محبت کرنے والوں کی طرح بنا کر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین۔

یا الٰہی! تو ہمیں عامل قرآن کر دے
پھر نئے سرے سے مسلمان کو مسلمان کر دے
وہ پیمبر جسے سرتاج رسل کہتے ہیں
اسکی امت کو ذرا تابع فرمان کر دے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایمان اور عمل صالح کا تلازم

(۱)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد: فاعوذ باالله من الشیطٰان الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم . وعدالله الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضٰی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لایشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فأُولئک هم الفاسقون. (سورة نور)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں' وعدہ کرلیا ہے' کہ ان کو البتہ ملک میں اس طرح حاکم بنا دیں گے' جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کو۔ اور ان کے لئے اسی دین کو جو ان کے لئے پسند کر دیا جما دیں گے' اور ان کے خوف کے بدلے ان کو امن (اللہ تعالیٰ) دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے' میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے''

ایمان کیساتھ عمل صالح کا اجر و ثواب

قرآن میں کئی جگہوں پر رب العزت نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کیلئے لامتناہی انعامات و اجور کی بشارتیں دی ہیں۔ کہیں جنت الفردوس کی خوشخبری دی گئی' کہیں

وعدہ کیا گیا کہ ایسے لوگوں کو نہ اپنے ساتھ بے انصافی کا ڈر ہوگا اور نہ نقصان کا خوف۔ یہی رب کو وحدہ لاشریک ماننے اور نیک عمل کرنے والوں کو خالق و مالک کون و مکان کی زیارت سے بار آور ہونے کا مژدہ سنایا گیا۔ دل کی گہرائیوں سے ایمان لانے والے مسلمان کا پختہ عقیدہ ہے اور ہر مؤمن کا ہونا چاہیے کہ اعمال صالحہ کے صلہ میں قرآن و حدیث میں جن عطایا کا ذکر کیا گیا ہے آخرت میں انکا حاصل ہونا یقینی ہے۔ انمیں شک وشبہ و تردد کرنے والا اپنا ایمان بچانے کی فکر کرے

ایک آنکھ کی قیمت کا جواب نہیں

مالکِ کائنات نے جن وعدوں سے ہمیں نوازا ہے ہیں یہ بھی اس کی عظیم کرم فرمائی اور احسان ہے، ورنہ جتنے احسانات و نعمتوں سے ہمیں نوازا اور لحہ بہ لحہ انسان کو حاصل ہور ہے ہیں ایک آنکھ ایسی دولت ہے کہ اگر اس کے شکریہ کے بدلے تمام عمر بندہ اعمال صالحہ میں صرف کرے اس آنکھ کا عوض وبدلہ نہیں دے سکتا۔ دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے ذات باری کے نوازشات کے ایک ایسے سمندر میں انسان ڈوبا ہوا ہے جس کا نہ کنارہ دریافت ہوسکتا ہے اور نہ تہہ تک رسائی انسان کے بس میں ہے۔

نعمتوں کا عموم

پھر اس کی شان رحیمانہ وکریمانہ کے قربان جایئے یہ کرم فرمائیاں صرف مؤمن کے لئے مختص نہیں بلکہ غیر مسلم بھی مسلمان کے ساتھ نعمتوں کے اس دستر خوان سے حاجات و مقتضیات کو پورا کر رہا ہے کہ کہیں کل روز قیامت کافر کو شکوہ کرنے کا موقع نہ ملے کہ مخصوص بندوں کو نعمتیں دے کر ہمیں محروم رکھا گیا۔

دنیا میں ایمان واعمالِ صالحہ کے برکات

آخرت میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ تو قطعی ہے اس کے علاوہ دنیا میں بھی ایمان اور عمل

صالحہ کے مرتکب ہونے والوں کو دنیا ہی میں جو عظیم منافع اور درجات ملنے والے ہیں ان کا وعدہ اور ذکر مالک الملک نے بیان کے ابتداء میں تلاوت کردہ آیت میں فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم خدا کی وحدانیت، اس کے رسول کی رسالت کا اقرار کرنے کیساتھ ساتھ انکے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے انکے اوامر پر عمل اور محرمات وممنوعات سے بچتے رہو تو دنیا کے تمام لوگ اسی کے برکت سے تمہارے مسخر ہو کر دنیا کی خلافت، تمکنت، نیابت سلطنت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ انفرادی و اجتماعی مشکلات ختم ہو کر راحت وسکون، امن واطمینان کی زندگی بسر کرو گے۔ ملک آباد و شاداب ہوگا۔ زمین کا قبضہ حاصل ہونے کیساتھ ساتھ لوگوں کے قلب اور قالب پر حکومت تم کرو گے، حاکم و بادشاہ تم بنو گے۔

علم کے نور سے جہالت کا خاتمہ

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جزیرۃ العرب کے جس خطہ میں آفتاب نبوت بن کر مبعوث ہوئے اس زمانہ کو دور جہالت اور وہاں کے رہنے والوں کو جہلائے عرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ تمام گناہوں کا سرچشمہ اور جڑ جہالت ہے۔ اسی جہل کے خاتمہ کیلئے پہلے وحی اقراء باسم ربک الذی خلق " نازل ہوئی کہ علم کے حصول کے بعد جملہ معاصی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اعلان فرمایا "انما بعثت معلما" کہ میں معلم بن کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں تا کہ تمہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے جہالت ختم کردوں۔

بعثت سے قبل جہالت کا منظر

حضور صلی اللہ علیہ وسلمکی بعثت کے وقت ان کی ظاہری صورت انسانوں کی تھی مگر اعمال و کردار، تہذیب وتمدن اور معاشرہ میں وہ جانوروں سے بدتر تھے۔ خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت کا قائل ہونا تو دور کی بات تھی، گھر گھر بت خانے بنا کر ہر فرد کا اپنا خدا و معبود بلکہ ایک ہی وقت کئی کئی خداؤں کو اپنا رب سمجھ کر پرستش کرتے۔ خوبصورت پتھر ہاتھ آتا اسے محفوظ رکھ کر خدا کی

حیثیت دیتے کچھ مدت کے بعد اگر دوسرا پتھر پہلے سے زیادہ خوبصورت مل جاتا تو پہلے والے پتھر یعنی معبود کو پھینک کر دوسرے پتھر کی عبادت میں لگ جاتے۔ رب ذوالجلال کا مقدس بیت یعنی خانہ کعبہ بھی بتوں سے بھرا تھا' قتل وقتال تو ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ راستے کے بیچ ایک شخص ٹانگیں پھیلا کر گزرنے والوں کو چیلنج کرتا کہ میں دیکھتا ہوں کس میں جرات ہے کہ میری ٹانگوں کو سمیٹ لے یا اس کے اوپر گزر جائے، اگر کوئی راستہ عبور کرنے کی کوشش کرتا مقابلہ کا طویل سلسلہ شروع ہوتا' کسی کے باغ میں ایک خارش زدہ اونٹ کا کھجور کے تنے سے اپنے بدن کو ملنے سے درخت میں موجود چڑیا کے گھونسلے سے انڈے یا چڑیا کے بچے گرنے سے باغ اور اونٹنی کے مالک کے درمیان جو لڑائی شروع ہوتی تو فریقین کے بے شمار افراد موت کی آغوش میں چل کر یہ معرکہ کئی سالوں پر محیط رہتا۔ زنا اور ڈاکہ زنی میں تو وہ یکتائے زمانہ تھے۔ ان کے علاقہ سے کسی راہ پر مسافر کا صحیح وسالم گزرنے کا تصور بھی محال تھا۔ نکاح کے نام پر عجیب وغریب طریقے مروج تھے۔ جو کہ درحقیقت زنا کاری اور بے غیرتی کی بدترین شکل تھے۔ جسے عروہ بن الزبیر نے حضرت عائشہؓ سے کتب احادیث میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ گمراہی وتباہی کی ایسی ظلمتوں اور روادیوں میں بھٹک چکے تھے' کہ ایک انسان دوسرے انسان کے لئے درندہ سے بڑھ کر خونخوار بھیڑیا کی حیثیت اختیار کر چکے تھے' دوسرے انسان کا خون کرنا تو ان کے ہاں کوئی مسئلہ نہ تھا۔

غیرت کے نام پر قتل

غیرت کے نام پر اپنی بیٹیوں کو صرف اس لئے قتل وزندہ درگور کردیتے کہ کل کلاں یہ بالغ ہو کر اس کی شادی کرنا پڑے گی' جھوٹی انا اور جاہلانہ غیرت کے نام پر ان کو یہ گوارا نہ تھا کہ بیٹی کی شادی کروا کر کوئی ان کا داماد بنے۔ اور ان کی بیٹی سے ازدواجی سلسلہ قائم کرے وہ یہ بھی نہ سوچتے کہ اگر کسی کا داماد بننا حمیت اور غیرت کے خلاف ہے تو یہ خود کیسے اور کہاں سے پیدا ہوئے۔ قرآن پاک نے انکے اسی جرم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

واذ الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت. (سورة تکویر)

''اور جب زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ پر (تم) ماری گئی''

ان کے نزدیک بیٹوں کا وجود بھی قابل نفرت رہا' صرف اس خوف سے کہ بیٹے بڑے ہوکر ان کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہوں گے۔ان کی زندگی ہی ختم کرتے اور یہ سوچتے تک نہ تھے کہ ہم بھی کسی شخص کی اولاد ہیں جس ذات نے ہمارے پالنے کا بندوبست کیا ہے وہی اولاد کی کفایت وکفالت کرے گا۔اس قسم کے حالات کے پیدا ہونے پر رب کائنات نے فرمایا:

لا تقتلوا اولادکم خشیة املاق. (سورة بنی اسرائیل)

''اپنی اولاد کو فقر کی وجہ سے مت قتل کرو''

برتھ کنٹرول خلاف شریعت ہے

آج عقل و دانش سے عاری غیر مسلم اور مسلم دنیا میں ان کے حواری بھی یہی ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ کثرتِ اولاد ہے۔جب تک نس بندی کے ذرائع اور وسائل استعمال کر کے آبادی اور شرح پیدائش کو کنٹرول نہیں کیا جاتا پسماندگی اور غربت انکا مقدر رہے گی۔ یہ شیخی وعقل بگھارنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ حقیقی مالک و رازق اللہ ہی کی ذات ہے وہی کھلاتا' پلاتا اور پالتا ہے۔اس ذاتِ اقدس کا ارشاد ہے

وما من دابة فی الارض الاعلیٰ الله رزقھا . (سورة ھود)

''اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو''

جو خالق و مالک حیوانات وحشرات' کیڑے مکوڑوں کے رزق کا بندوبست کرتا ہے وہ اپنی محبوب مخلوق یعنی انسان جسے خود اس نے اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا ہے اور اس کی خاطر پوری کائنات کو پیدا کر کے کروڑوں نعمتوں کے وسیع و عریض دسترخوان بچھا دیئے انکے پالنے کا کیسے بندوبست نہ فرمائیگا۔افسوس کہ مسلمانوں میں بھی نئی تہذیب کے دلدادہ بعض روشن خیال' وسعت نظری کا دعوٰی کرنے والے اسی نظریہ کے پرچار کر کے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مار رہے ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی امت کے خلاف سازش ہے

مختلف خطبوں کے دوران خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر مسلمانوں کے ساتھ جو دین دشمنی اور ڈرامہ کھیلا جارہا ہے اس کے مضر اثرات اور نتائج کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔ کہ سب سے بڑا نقصان مسلمان کا اپنے رب پر توکل اور اعتماد کا جو عقیدہ ہے وہ متزلزل ہوکر رہ جاتا ہے۔ دوم یہ کہ اولاد کی راہ میں رکاوٹ کے لئے جو اسباب استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو مرد و عورت زنا کا ارادہ کرکے اس خوف سے ان کو بریک لگ جاتی کہ اگر نطفہ حمل کی شکل اختیار کرگیا تو شرمندگی ہوگی۔ اب وہی لوگ نسل کش اشیاء استعمال کرکے اس خوف سے آزاد ہوگئے۔ اور یہی خواہش مادر پدر آزاد یورپ، امریکہ اور کفری معاشرہ کی تھی جنہیں انہوں نے مٹھائی میں زہر ملاکر بہت خوشنما اور خوبصورت انداز میں مسلم معاشرہ میں پھیلا کر ان کو آزادی کے نام پر آوارگی اور بے راہ روی کا دلدادہ بنادیا۔ انہی اعمال کی وجہ سے آج پوری امت مسلمہ اللہ کے غیظ و غضب کا شکار ہوچکی ہے۔

مسلمانوں کی افرادی قوت کو گھٹانے کا منصوبہ

سوم یہ کہ اسلام جو عالمگیر مذہب، امن و سلامتی کا داعی اور دائمی نجات و فلاح کا علمبردار دین ہے۔ اس کی حقانیت اور ثمرات کو دیکھ کر بڑی تیزی سے دنیا کے گوشے گوشے میں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔ اسلام سے خوف زدہ قوتوں کو خطرہ ہے کہ کہیں ایسا وقت نہ آئے کہ یہ دین حقہ افرادی قوت کے لحاظ سے روئے زمین کا سب سے بڑا مذہب نہ بن جائے۔ اور مسلمان و دیگر مذاہب کے پیروکار جو اپنی کثرت تعداد کے دعویدار ہیں ان کے دعویٰ کو چیلنج نہ کریں، ان کی افرادی قوت روکنے کے لئے اس عمل کو ترقی راز کی حیثیت سے پیش کررہے ہیں۔ ہمارے اسلامی آداب و روایات و معاشرہ کو مٹانے کے لئے عالم کفر کی طرف سے طرح طرح کے مختصر المدت اور طویل المعیادی منصوبے بنائے جارہے ہیں اور ادھر ہم ہیں کہ ہمارے درمیان ان کی نقالی کرنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اگر کسی میں نقالی کی قوت و استطاعت نہیں وہ بھی

اپنے مذہبی عقائد کی بقاء کی کوشش کرنے کے بجائے خوابِ خرگوش میں مبتلا ہیں۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود کی برکتیں

بہر حال یہ حجاز کے باسیوں کا اپنی اولاد کو رزق میں کمی آنے کے خوف سے قتل کرنے کے سنگ دلی کا ذکر تھا جس کے ذیل میں موجودہ دور کے یورپ کے نظریات کے پرستار مسلمانوں کا بھی ذکر ہوا۔ صرف یہ نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل ان قبائل میں حکومت نام کی کوئی چیز نہ تھی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' پر سارا معاشرہ قائم تھا۔ جو طاقتور ہوتا کمزور اس کے ظلم وستم کو سہنے پر مجبور تھا۔ فرد فرد کا دشمن' گاؤں گاؤں کا اور قبیلہ قبیلے کا۔ دنیا کے دیگر اقوام ان کو جاہل' امّی' قاتل اور ڈاکو جیسے الفاظ سے یاد کیا کرتے، ہر قسم کے برائی کے سمبل بنے ہوئے تھے۔ بدکاری اور بدنامی میں باقی دنیا کے رہنے والے ان کا نام بطور مثال ذکر کرتے' اپنے بداخلاقی اور بداعمالیوں کی وجہ سے ان کو بار بار طاقتور قوتوں کے ہاتھوں غلاموں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسی کفری عقائد اور ظلمتوں سے بھرے علاقے میں جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود مبعوث ہوا کیا تبدیلی آئی۔ انشاء اللہ اس کا ذکر آئندہ جمعہ کو ہوگا۔

رب العزت مجھے اور آپ سب کو گناہوں کی دلدل میں پھنسنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

اسلامی تعلیمات اور صحابہ کرام کا عمل

(۲)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم . والذین اٰمنوا وھاجروا وجٰھدوا فی سبیل اللّٰہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقاً لھم مغفرۃ ورزق کریم. (سورۃ انفال)

''اور جو لوگ اول مسلمان ہوئے اور انھوں نے ہجرت نبویہ کے زمانے میں ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو اپنے یہاں ٹھیرایا اور انکی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔ انکے لئے آخرت میں بڑی مغفرت اور جنت میں بڑی معزز روسزی ہے''

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت جزیرۃ العرب کے باسیوں کی جو دینی، اخلاقی اور معاشرتی کیفیت تھی اس کی ایک مختصر سی جھلک آپ حضرات کو گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں بیان کر دیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ ذلت، پستی، کفر و شرک اور بداعمالیوں کے آخری حدود کو کراس کر چکے تھے۔ آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلمکے ورود اور ان کے اسلام کے آفاقی عقائد کو پیش کرنے اور ان پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اس بدی سے بھر پور معاشرہ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اسلام کے پاکیزہ احکامات پر عمل پیرا ہونے سے ان کا ایسا تزکیہ نفوس

ہوا کہ معمولی فائدہ کے حصول کے لئے اپنے قریب سے قریب تر عزیز کو قتل کرنے والے لوگ اور صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ دشمنیوں میں پلنے والے لوگ اب دوسرے مسلمان کے راہ میں اپنا تمام اثاثہ و مال و متاع نچھاور کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے میں مگن رہتے۔ دنیاوی مال و دولت کی ان کی نظروں میں حیثیت اور اہمیت ہی نہ رہی۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا واقعہ

ایک غزوہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے چندہ لینے کا مطالبہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے گھر کا سارا سامان اکٹھا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمکی خدمت میں پیش کیا اور حضرت عمرؓ نے گھر کا آدھا سامان پیش کیا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلمنے پوچھا ابو بکر گھر میں اپنے بچوں اور اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو آپؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں ابو بکرؓ پر کبھی بھی سبقت نہیں لے سکوں گا حالانکہ اس بار حضرت عمرؓ کے دل میں خیال تھا کہ میں اس کار خیر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ پر سبقت حاصل کروں گا۔ اسلام کی تعلیمات نے ان پر اتنا اثر کیا تھا کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے علاوہ کفار کے ساتھ بھی مثالی سلوک کرتے تھے' حالانکہ وہ کفار ان کے ساتھ حالت حرب میں تھے' مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے تھے۔ لیکن جب کفار کسی لڑائی میں قید ہو کر مسلمانوں کے قبضے میں آجاتے تو مسلمانوں کا حسن سلوک ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتا۔

غزوہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام کے پہلے معرکہ بدر میں جب دشمن کے 70 افراد مسلمانوں کے قبضے میں آئے تو ان کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک ایسا رہا جس کا اعتراف وہ قیدی خود کر چکے ہیں۔ مجمع الزوائد میں یہ واقعہ ذکر ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے عینی بھائی ابو عزیز بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ

میں بھی جنگ بدر کے اسیران میں سے تھا' میں انصار کے جس گھر میں قید تھا ان گھر والوں کا یہ حال تھا کہ صبح و شام جو تھوڑی بہت روٹی پکتی تھی وہ مجھے کھلاتے تھے۔ اور خود کھجور پر گزارا کرتے تھے۔ میں شرما جاتا' اور اصرار کرتا کہ روٹی آپ کھائیں مگر وہ انکار کرتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسلام کے ان نورانی تعلیمات سے منور حضرات کا اس طرح کرنے سے ایک ہی مطمح نظر تھا کہ فرمودات الٰہی کو زندگی کا لائحہ عمل بنا کر صرف وہی عمل کرتا ہے جس میں ربّ کائنات اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی ہو۔ لاکھوں روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں غریبوں اور حاجت مندوں پر لٹانا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔

انصار مدینہ کی بے مثال قربانی

مکہ مکرمہ میں جب صحابہ کرامؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مظالم اور ان کے جبر و ستم سے نالاں ہوئے تو باذن خداوندی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ منورہ پہنچے تو انصار مدینہ نے مہاجرین کی جو جان توڑ خدمت کر کے اپنی جان و مال محبت اور خلوص کے ساتھ ان مہاجرین پر نچھاور کی قیامت تک دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان کی ایثار اور قربانی کا یہ عالم تھا اگر کسی انصاری صحابی کی دو بیویاں تھیں تو اپنے مہاجر بھائی سے کہتا کہ تم ان دونوں میں سے ایک کو پسند کرو میں اس کو طلاق دے کر اپنے سے الگ کر دوں گا عدت گزرنے پر تم اس سے نکاح کر لینا۔ اپنی جائیداد اور سرمایہ اس کے ساتھ تقسیم کرنے کی پیشکش کی مگر غیرت و حیا کے پیکر مہاجر صحابہ کرامؓ نے صرف ان سے بازار کا راستہ بتانے کو کہا اس بے مثال قربانی اور ایثار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان جانثار خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مگن حضرات کی قرآن پاک میں قیامت تک تعریف اور توصیف فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

والذین اٰمنوا وھاجروا وجٰھدوا فی سبیل اللّٰہ والذین اٰووا ونصروا اولئک

هم المؤمنون حقاً لهم مغفرة ورزق كريم. (سورۃ انفال)

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو رہنے کیلئے جگہ دی اور انہوں نے انکی مدد کی یہی لوگ ایمان والے ہیں ان کیلئے بڑی مغفرت ہے اور باعزت روزی ہے''

اور لسان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلمسے ان کے حق میں ایسی دعا نکلی کہ انسان انگشت بدندان رہ جاتا ہے، صحیح مسلم شریف میں حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰھم اغفر للانصار و ابناء الانصار و ابناء ابناء الانصار ۱ہ

''کہ اے اللہ تو انصار کی مغفرت فرما، ان کے بیٹوں اور بیٹوں کے بیٹوں کی بھی مغفرت فرما''

بظاہر تو یہ صرف تین پشتوں کے لئے ہے مگر اس میں یہ بعید نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے بیٹوں اور پوتوں سے قیامت تک ان کے آنے والے اولاد مراد لی ہو اور ان کے لئے یہ رحمت بھری دعا فرمائی ہو۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت کا مسلمان صرف نام کا مسلمان رہا ہے اس میں نہ ایثار کا جذبہ ہے اور نہ غریب پروری کا اور نہ اللہ کے نام پر دینے کا ہے، صرف دنیاوی متاع کے جمع کرنے کی ہوس ہے۔

محترم حضرات! دنیا کے اس تمام سیم وزر' جائیداد' فیکٹریوں' کارخانوں' ہوائی اور بحری جہازوں' اقتدار اور عہدوں کو قرآن نے متاع فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: کہ

کل متاع الدنیا قلیل و الأخرۃ خیر لمن التقیٰ (الایۃ)

آپ جانتے ہیں کہ متاع عربی لغت میں کسے کہتے ہیں۔ عربی میں متاع، کپڑے وغیرہ کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جس سے برتن صاف کئے جاتے ہیں۔ ایک مشہور بغوی امام تھے وہ فرماتے ہیں: مجھے متاع کا معنی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا تو اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے میں شہر سے دیہات کی طرف گیا۔ وہاں ایک بچی برتن دھو رہی تھی اتنے میں ایک کتا آیا اور برتن کی صفائی کا وہ کپڑا لے کر پہاڑی کی طرف بھاگا تو اس بچی نے اپنی والدہ کو آواز دے کر کہا: **یــا اُمّــاہ جــاء**

الکلب و اخذ المتاع وفرّ الی الجبل ، اے میری ماں کتا آیا اور متاع لے کر پہاڑی کی طرف بھاگ گیا۔ تو میں سمجھ گیا کہ متاع اتنی بے کار چیز کو کہا جاتا ہے تو میرے بھائیو دیکھو قرآن پاک نے دنیا کی جملہ ساز و سامان اور جاہ وحشمت کو متاع کہا اور آج کل کا انسان اس متاع کے پیچھے ایسے لگا ہوا ہے کہ اس کو نہ آخرت کی فکر ہے اور نہ خدا کا خوف۔

انسان کے خون کی اہمیت

وہ معاشرہ جس میں خونِ انسان کی کوئی اہمیت ہی نہ تھی' معمولی معمولی بات پر مرد و زن کو قتل کرنا ان کا قابل فخر کارنامہ ہوتا۔ اسلام کے زرین اصول و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے بعد نہ صرف ان کی نظر میں مسلمانوں کی جان کی عظمت پیدا ہوئی بلکہ بلاوجہ کفار کا خون بہانے سے بھی احتراز کرتے' یہی اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کا پیغام ہی ابدی اور عالمگیر امن و سلامتی پر مشتمل تعلیمات ہیں۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت جنگ میں انسانی خون کے بے جا ضائع کرنے سے بچنے کی تلقین واضح ثبوت ہے کہ اسلام اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسانی جان کی کتنی قدر و قیمت ہے۔

عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انطلقوا بسم اللہ وباللہ وعلی ملة رسول اللہ لاتقتلوا شیخا فانیاً ولا طفلاً صغیرا ولا امراة ولاتغلوا وضموا غنائمکم واصلحوا واحسنوا فان اللہ یحب المحسنین (ابو داؤد)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جہاد کو روانہ ہوتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجاہدین) کو یہ احکامات و ہدایات دیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی امداد' تعاون اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر (قائم رہ کر) یہاں سے روانہ ہو جاؤ (یاد رہے) کہ جہاد کے دوران شیخ فانی کو قتل نہ کرو' نابالغ بچے اور عورت کو بھی قتل نہ کرنا۔ مال غنیمت میں خیانت بھی نہ کرو۔ مال غنیمت کو جمع کرنا آپس میں صلح صفائی سے رہنا اللہ تعالیٰ نیکی اور پارسائی اختیار کرنے والوں کو پسند

فرماتا ہے"

رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلمکے اس واضح ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کوئی غیر مسلم مسلمان کونقصان پہنچانے کے درپے نہ ہو بلاوجہ اس کے خون بہانے سے احتراز کیا جائے۔مسلمان آپس میں اس طرح شیر وشکر ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق بن گئے کہ

المسلم اخو المسلم فلا یخونه و لایکذبه و لایخذله .

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس سے خیانت کرسکتا ہے نہ مسلمان مسلمان سے جھوٹ بول سکتا ہے۔نہ اسے ذلیل وخوار کرتا ہے"۔

الغرض اسلام کے آفاقی تعلیمات کی بدولت مسلمان ایک دوسرے سے ایسے مربوط و متصل ہوئے کہ پورا معاشرہ جسد واحد کی حیثیت سے اگر مغرب میں رہنے والے مسلمان کو مشرق میں رہنے والے مسلم کی مصیبت کا معلوم ہوجاتا تو جب تک مصیبت زدہ مسلمان کو راحت میسر نہ ہوتی بے چین رہتا۔

باری تعالیٰ ہم اور آپ سب کو اسلام کے نورانی احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرماویں۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆

محبت رسولؐ کے انقلابی اثرات

(۱)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم . وعدالله الذین آمنوامنکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدّ لنهم من بعد خوفهم امنایعبدوننی لایشرکون بی شیأ ومن کفربعد ذالک فاولئک هم الفاسقون. (سورۃ نور)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں، وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو البتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے، جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کو اور ان کے لئے اس دین کو جو ان کیلئے پسند کردیا، جمادیں گے۔ اور ان کے خوف کے بدلے ان کو (اللہ تعالیٰ) امن دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جولوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے''

صحبت نبویؐ کے انقلابی اثرات

گزشتہ تین خطبوں میں مذکورہ بیان کردہ معروضات میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ جزیرۃ

العرب کے وہ لوگ جو زوال و پستی میں تمام دنیا کے لئے سمبل بن چکے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور فیض صحبت کی بدولت تمام دنیا کے مقتدی و راہنما بن گئے۔ زمانہ جاہلیت کے نام سے شہرت حاصل کرنے والا دور' قرآنی تعلیم اور مقدس اخلاق کی بدولت خیر القرون کے نام سے نہ صرف اسوقت بلکہ تا قیامت مسلمانوں کے دلوں اور زبان سے پکارا جائے گا۔ جہالت و کفر کے نامور علمبردار جو ابتدائی دورِ اسلام کے چند کمزور مسلمانوں کے لئے خوف و دہشت کی علامت تھے' زیور اسلام سے آراستہ ہونے کے بعد "رضی اللہ عنهم و رضوا عنه" کے مصداق بن کر آسمانِ رشد و ہدایت کے درخشندہ و تابندہ ستارے بن گئے اور دنیا ان کی روشنی سے جگمگانے لگی۔

صحابہ کرام ہدایت کے ستارے ہیں

انہی ہدایت کے ستاروں کے بارے میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن عمر بن الخطابؓ قال قال رسول الله اصحابی کاالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم

''حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کے مثل ہیں۔ جس ستارے کی روشنی میں چلو گے کامیابی و فلاح حاصل کرو گے''۔

یعنی حق سے انکار کرنے والے اور حق کے پرچار کرنے والوں کے خون کے دشمن دین حقہ کے ایسے متوالے بن گئے کہ رات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جس طرح راہ سے بھٹکے ہوئے مسافر کے لئے ستارے راہ دکھانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اسی طرح آپؐ کے فدائین کی جماعت بھی کفر و الحاد کے ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے لئے ہدایت کا نمونہ بن کر عقائد باطلہ اور مشرکانہ رسومات و اعمال کے خلاف بے باکانہ جہاد کر کے دنیا ہی میں جنت جانے کی خوشخبری سے نواز دیے گئے۔

سبِّ صحابہ باعث لعنت ہے

اسلام وایمان کے انہی سچے وپاکیزہ اعمال واحوال پر عمل کرنے کا ثمرہ کس عجیب شکل میں ظاہر ہوا کہ ان پاک سیرت نفوس کی معمولی تحقیر کرنے والے کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے لعنت کا مستحق قرار دیا، فرماتے ہیں:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رأیتم الذین یسُبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم(رواہ الترمذی)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تمہارے بری حرکت پر۔''

اصحاب رضی اللہ عنہم کے اعمال

دوسری جگہ محبوب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبالم یبلغ مداحدهم و لانصیفه (بخاری مسلم)

''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میرے صحابہ کو برامت کہو، اگر تم میں سے کوئی فرد احد پہاڑ کے مثل سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے، تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مدیا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے لوگوں کو ارشاد فرمایا: کہ صحابہ رضی اللہ عنہ کی توہین وتحقیر اور سبّ وشتم سے بچتے رہنا۔ اسلام کے اعلیٰ وارفع اقدار کو اپنانے کے ساتھ ایک اور عظیم فضیلت بھی حاصل ہے کہ جس دین واسلام کا نام لینا بھی آگ سے کھیلنے کے مترادف تھا۔ ان نفوس قدسیہ کو قبول اسلام میں سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، ان مبارک ہستیوں کا اللہ تعالیٰ کے دل میں اخلاص جذبہ اور للّٰہیت سے چھوٹا سا عمل صالح بھی بعد میں آنے والوں کے اسی طرح بڑے بڑے عمل پر بھاری ہوگا۔ ان کا سیر ڈیڑھ سیر جو اللہ تعالیٰ کی راہ

میں خیرات کرنا تمہارے پہاڑ برابر سونا صدقہ کرنے سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔انہوں نے ایمان کی بدولت اپنے نفوس کا جوتزکیہ کیا تھا وہ اوروں کو کہاں میسر ہے۔

جب قرآن حکیم کے منشور حیات کو اپنایا گیا

اس وقت امت مسلمہ جو ۵۶'۵۷ برائے نام اسلامی مملکتوں پر مشتمل ہے' تمام مسلمان جس انداز میں ذلت و پستی کی چکی میں پس رہے ہیں۔حضورؐ کے اسلام پیش کرنے سے پہلے کے کفار اس سے بدرجہا زیادہ مصائب کے شکار تھے' لیکن قرآن عظیم اور اس کے دیئے ہوئے اخلاق کو منشور حیات بنانے ان میں ایسا انقلاب آیا کہ ان کا نام سنتے ان کی ہیبت اور دبدبہ سے وقت کے فرعون و قارون کانپ اٹھتے۔اپنے آپ کو خدا اور اپنے سوا اور مخلوق کو چیونٹی کے برابر نہ سمجھنے والے جابر و ظالم حکمرانوں کے ان ایمان کے اسلحہ سے مسلح ہونے والوں کے ہاتھوں صفحہ ہستی کے مٹنے کے بعض واقعات تو بعد میں ذکر کروں گا' سمندر و صحرا کے جمادات و نباتات حتیٰ کہ وحشی و خونخوار درندے بھی آیت مذکورہ میں خدائی وعدہ کی تکمیل کی صورت میں مسخر ہو کر ان خدائی برگزیدہ و محبوب بندوں کے گرویدہ بن گئے۔

کھجور کے ستون کا رونا

کھجور کی ایک سوکھے ستون کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقت میں رونے کا واقعہ تو شاید آپ نے سنا ہی ہوگا۔

عن جابرؓ قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا خطب استندالی جذع نخلة من سواری المسجد فلما صنع له' المنبر فاستویٰ علیه صاحت النخلة التی کان یخطب عندهاحتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلعم حتی اخذها فضمها الیه فجعلت تان انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت قال بکت علی ما کانت تسمع من الذکر (رواہ البخاری)

''حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد

فرماتے تو کھجور کے ایک سوکھے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے (اس دور کی مسجد نبوی ایک چھپر کی شکل میں ان خشک ستونوں پر قائم تھی) جب منبر تیار ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو کھجور کا وہ بے جان تنا جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے پہلے ٹیک لگا کر بیان فرماتے رہتے' چلانے لگا قریب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمہ میں پھٹ جاتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلممنبر سے اترے' ستون کے پاس تشریف لے جا کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی گود میں لیا' اس کے بعد ستون اس بچہ کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے۔ مگر رونا بند نہیں ہوتا (یعنی سسکیوں کی صورت اختیار کر لی) آخر کار قرار آ گیا اور چپ ہوا پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلمنے اس کے رونے کا سبب بیان فرمایا: کہ یہ ستون اللہ کا جو ذکر سنتا رہتا اس سے محرومی ہوئی۔ دین اسلام کی حقانیت اور اس کے احکامات کی برکات کا آپ اس سوکھے کھجور کے تنے سے اندازہ لگائیں کہ وہ بے عقل' علم و شعور سے عاری خشک لکڑی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرقت اور اس کے خطبہ کے نہ سننے پر زار و قطار رو رہی ہے''

حضرت حسن بصریؒ کی حالت

حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ جس وقت وہ اس حدیث کو بیان فرماتے بے اختیار رو پڑتے۔ فرماتے اے مسلمانو! کھجور کی خشک لکڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرقت پر از راہ محبت روتی تھی جبکہ اسے عقل و شعور کی نعمت جو انسانوں کو حاصل ہے' سے بھی محروم تھی۔ تو اے حضرتِ انسان! تم لوگوں میں شوق و محبت تو اگر اس سے زیادہ نہ ہو تو کم تو نہ ہونا چاہیے۔

یہ تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا معجزہ اور ان کے عظیم المرتبت ہونے کا صرف ایک اعتراف تھا جو خشک و بے زبان لکڑی کے حال سے ظاہر ہوا۔ وہ قوم جن کے دل و دماغ جزا و سزا کے تصور سے عاری تھے۔ اوامر و نواہی کا تو ان کے ہاں تصور ہی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی میں ان کی ایمانی تربیت و تکمیل اس انداز میں ہوئی کہ وہ اسلام

کے ایسے عظیم داعی بن گئے کہ اللہ نے اس کے بدلے نہ صرف انسانوں کے دل ان کے لئے مسخر کر دیئے بلکہ آن واحد میں انسان کو لقمہ بنا کر نگلنے والے خوفناک جانور بھی ان کے لئے باعثِ خطرہ بننے کی بجائے ان کے محافظ ہو گئے۔

جب شیر حضرت سفینہؓ کا غلام بن گیا

انہی مردانِ حق میں ایک حضرت سفینہؓ کا واقعہ بھی اسلامی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہم لوگوں کی عبرت کے لئے تا قیامت باقی رہے گا۔ کہ من کان للہ کان اللہ لہٗ کا جو مصداق بن گیا' پھر یہ ساری دنیا اسکی تابع ہو جائیگی۔

عن ابن المنکدر ان سفینة مولیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم اخطاء الجیش بارض الروم او اُسِرَ فانطلق هارباً یلتمس الجیش فاذاهو ابالاسد فقال یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم کان من امری کیت و کیت فاقبل الاسدله' بصبصة حتی قام الی جنبه کلما سمع صوتا اهوی الیه اقبل بمشی الی جنبه حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد (رواہ فی شرح السنہ)

''ابن المنکد رفر ماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہؓ رومی علاقہ میں اپنے لشکر کا راستہ بھول گئے یا دشمن کے ہاتھ قیدی بن گئے۔ پھر دشمن کے ہاتھوں فرار ہو کر اپنے فوج کے لشکر کو تلاش کرنے لگ گئے۔ اچانک ایک شیر سامنے آیا' شیر کو دیکھ کر گھبرانے کی بجائے اسے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا (تفصیلی واقعہ سنا دیا)

شیر نے جب اس سے راستہ کی گمشدگی کی تفصیل سن لی فوراً اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے دم ہلاتے ہوئے اس کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اس دوران کہیں سے اگر خوفناک جانور کی آواز آتی تو شیر فوراً اس کی طرف لپک کر حضرت سفینہؓ کو اس درندے سے بچا لیتے۔ حضرت سفینہؓ اپنی منزل اور مطلوب کی تلاش میں روانہ ہیں اور شیر ان کے ساتھ ساتھ ان کے محافظ اور باڈی گارڈ کی

حیثیت سے اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ سفینہؓ اپنے لشکر میں پہنچ گئے تو شیر اپنے جنگل اور ٹھکانے کی طرف واپس ہوا۔

یہ اور اس قسم کے کئی محیر العقول واقعات اس معاشرہ کے افراد کے ساتھ پیش آتے رہے جنہوں نے کفری اندھیروں کو خیر آباد کہہ کر اپنی نفسانیت کا ایمان و اسلام کی روشنی میں خاتمہ کر دیا۔ اپنے آپ' مال و متاع غرض سب کچھ کو حقیقی معنوں میں خالق کائنات اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیا' کارخانہ عالم کا پیدا کرنے والا تو کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر غیرتی ہے۔ اس نے دنیا کی ہر ذی روح و غیر ذی روح' خونخوار اور غیر خونخوار' طاقتور و کمزور سب کو اس کا غلام و گرویدہ بنا دیا۔

رضائے مولیٰ سب سے اولیٰ

یہ ان فرشتہ سیرت اصحابِ قدسیہ کے واقعات ہیں جو اللہ و رسول کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے پہلے نہ کسی قانون و ضابطہ کے پابند تھے' نہ کسی نظام زندگی سے ان کا تعلق رہا بلکہ صرف اور صرف اپنی خواہشات اور نفس امارۃ بالسّوء کے متبع تھے اب اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور اقتدار اس طرح تسلیم کر لی کہ اپنے تمام مرضیات' خواہشات اور خودسری سے کنارہ کش ہو کر ایک واحد و قادر' غفور و رحیم کے سچے اور پکے غلام بن گئے۔ اپنے تمام ارمانوں' خوشیوں و ناراضگیوں کو وحدہ لاشریک کے بتائے ہوئے قاعدوں اور ضابطوں کا ایسا پابند کر دیا کہ خود رائی و خودسری کا ان کے ہاں تصور تک ہی نہ رہا' جب اپنا سب کچھ اللہ کی مرضی اور تصرف میں دے دیا اور رضائے مولیٰ کو ہر چیز سے اولیٰ قرار دیا' تو اس ذات اقدس جل جلالہ کی شانِ کریمانہ و رحیمانہ کے کرم کو دیکھئے کہ نہ صرف انسانوں' جنگلی جانوروں کو ان کے حکم کا پابند بنا دیا بلکہ سمندروں اور دریاؤں پر ان کا حکم چلنے لگا۔

حق تعالیٰ مجھے اور آپ کو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر مرتب ہونے والے انقلابی اثرات سے مالا مال فرما دیں۔ آمین

اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات
(۲)

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم . وعداللّٰہ الذین آمنوامنکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدّ لنهم من بعد خوفهم امنایعبدوننی لایشرکون بی شیأ ومن کفربعد ذالک فاولٰئک هم الفاسقون. (سورۃ نور)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ کرلیا ہے کہ ان کو البتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کو اوران کے لئے اس دین کو جوان کیلئے پسند کردیا جمادیں گے۔ اوران کے خوف کے بدلے ان کو (اللہ تعالیٰ) امن دے گا (یہ لوگ) میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے''

توحیدِ خالص کی برکات

معزز حضرات! اسی آیت کے بیان کے سلسلہ میں گزشتہ جمعات کے تسلسل کو برقرار

رکھتے ہوئے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان گویا ایک قسم کا معاہدہ وعہد وپیمان ہوا کہ اللہ نے فرمایا اے بندے تو میرا ہو جا' مجھے وحدہ لاشریک دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مان لے۔ اگر کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگ۔ میں مالک الملک ہوں عزت وذلت دینا میرے قبضہ قدرت میں ہے۔ روٹی' کپڑا اور مکان کے حصول کے لئے انسانوں کے قدموں اور چوکھٹ پر پیشانی رگڑنے کی بجائے مجھے رازق و خالق مالک تسلیم کر کے میرے سامنے سر تسلیم خم کردو۔ دنیاوی مناصب وعہدوں کے لئے دربدر ٹھوکریں کھانے اور ذلت رسوائی برداشت کرنے کے بجائے مجھے مالک الملوک اور مالک الملک مان لے' میرے علاوہ اور کسی فرد' جماعت اور قوم سے اپنی پریشانیوں اور مشکلات کے ازالہ کی توقعات آرزو وخواہش رکھ کر اپنی عزت نفس دین وایمان کو قربان کرنے کی جگہ صرف مجھ سے توقعات وخواہشات وابستہ کردو۔ میرے ہاں سب کچھ موجود ہے تو میرا ہو جا۔ صرف زبانی کلامی نہیں قلب وجان اور اپنے اعمال وکردار سے مجھے رب العالمین اور مالک حقیقی سمجھ لو۔ پھر آخرت تو ہے ہی تمہاری دنیا اور اس کے اسباب ووسائل کے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہی ڈھیر لگ جائیں گے۔

رحمتِ پروردگار کی وسعتیں

وہ ذات باری تو مانگنے پر خوش ہوتا ہے تو بے نیاز مت بن' ناامیدی اور مایوسی کو اپنے قریب تک نہ آنے دو۔ اس کی تجلیات تو ہر رات آسمان دنیا پر اتر کر اعلانات کرتی ہے کہ:

انا الرازق من ذی الذی لیسترزقنی.

''میں رزق دینے والا ہوں' کوئی ہے رزق کا طلبگار جو مجھ سے رزق مانگ لے''

انا الغافر من ذالذی لیستغفرنی.

''میں بخشنے والا ہوں' کوئی ہے جو اپنے گناہوں کی مغفرت کا طلب گار ہو' رزق دینے والا میں ہوں' کوئی ہے (جس کے رزق میں کمی ہو) مجھ سے رزق طلب کرلے' یعنی ہر قسم کی جائز مشکل کی شکایت کرنے والا ہے۔ جس کو مشکل سے نجات دے دوں۔ جب سچی طلب نہ ہو تو پھر یہ شکایت

کیوں کہ امت اور ہم مصائب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ایسی قوم کا مقدر تو بطور مکافاتِ عمل' بے چینی وظاہری ومعنوی ذلت ودر ماندگی ہے ہی' سوار ہم اس گاڑی میں ہیں جس کا رخ مثلاً کراچی کی طرف ہے اور طمع وارادہ یہ ہے کہ پشاور پہونچیں گے۔ایسا شخص اگر مجنوں نہیں تو پھر مجنوں کا اطلاق کس پر ہوگا۔

یہ کیسی آزادی ہے؟

دعوی تو رب العزت کے مالکیت اور خالق ہونے کا کرتے ہیں جبکہ اپنی مشکلات و مصائب کے ازالہ کی توقع اسلام کے دشمنوں سے کی جارہی ہے۔صاحب قاب قوسین اور گنبد خضراء میں آرام فرمانے والے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اور عاشق ہونے کا زبانی و کلامی اقرار تو بار بار ہوتا ہے جبکہ اپنا ماٗ وی وملجا اور قبلہ وکعبہ اسی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلمکے بد بخت دشمنوں کو سمجھا ہوا ہے۔رگ وریشہ میں اسلام اور مسلم امہ کی قلع قمع کی آرزو رکھنے والے سلاطین وامراء کی محبت رچی بسی ہے ان کے ڈکٹیشن اور احکامات کے بغیر ایک قدم لینا بھی ناممکن ہے ان کے منشاء اور حکم کے غلام اور تابع ہو کر بھی دعوی اپنے آزادی کا کر رہے ہو یہ کیسی آزادی ہے۔اس سے تو بدترین غلامی بھی بہتر ہے۔ملک اپنا' زمین اپنی' وسائل اپنے' مذہب سب سے اعلیٰ وارفع' پیروکار ایسے دین کا جو خیرالامم' امتی ایسے پیغمبر کا جو سید الانبیاء پھر بھی ذلت وخواری' مغلوبیت ومقہوریت' کافروں وغیروں کے دست نگر' اٹھتے بیٹھتے دستِ سوال پھیلا کر صبح وشام حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلمسے عداوت کرنے والوں کی قصیدہ خوانی' اس کی وجہ اور سبب ایک اور صرف ایک ہے کہ مسلمان من حیث الامہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے سے انحراف کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔جب ہم اللہ ورسول سے کئے ہوئے وعدہ پر ثابت قدم رہ کر دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں' حضور کی سیرت طیبہ اور اسلام کے پاکیزہ دستورِ حیات کو مشعل راہ بنائیں پھر اقتدار بھی مسلمانوں کا عزت ودبدبہ بھی انکا' زمین وآسمان اور کائنات کی تمام اشیاء واسباب انکے مطیع و مددگار بن جائیں گے

سراج منیر کی آمد

جزیرۃ العرب کے وہی جاہل اوران پڑھ بدو جن کو شراب نوشی' بداخلاقی' سودخوری' قتل وقتال لوٹ کھسوٹ' عیاری مکاری' سنگدلی' خرمستی اور بے رحمی جیسے گناہوں سے سکون حاصل ہوتا۔ سراج منیر رحمۃ للعالمین کی امید سے دنیا کی نئی تاریخ اورانسانیت کی ازنو تشکیل کا مرحلہ شروع ہوا۔ انہی راہ حق سے بھٹکے ہوئے جاہل لوگوں کو نئی زندگی' نیا ایمان' نیا یقین اور معاشرہ عطا ہوا۔ بڑے بڑے آزمائشوں اور مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے ان کے ایمان میں مزید پختگی اور یقین واذعان بڑھتا رہا۔ خلاصہ یہ کہ اپنا سب کچھ حضور کے قدموں میں ڈال کر دل سے فیصلہ کرلیا کہ ہمارے تمام اعمال و کردار اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضیات اوراحکامات کے تابع ہوں گے۔ بس پھر کیا تھا' نفسانیت کا خاتمہ ہوا' نہ دنیاوی تکلیف سے گھبراہٹ رہی نہ فقر وفاقہ انکو صراط مستقیم سے ہٹا سکا وحدہ لاشریک کے سچے اور پکے بندے بن کر عدل وانصاف کے علمبردار بن گئے۔ اللہ کے ماسوا کسی اور ظالم و جابر سے ڈرنے کا تصور ہی مٹ گیا۔ ان کے طبائع اوراخلاق میں اس عظیم انقلاب کے صلہ میں مالک لم یزل نے بطوراعزاز واکرام اورایفائے عہد ساری دنیا کو ان کے قدموں میں ڈھیر کردیا' حتیٰ کہ میدان جنگ میں جب ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا فرشتے بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ جاتے۔

تیسرے آسمان سے فوجی امداد

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

قال بینما رجل من المسلمین یومئذ یشتد فی اثر رجل من المشرکین امامه اذا سمع ضربة باالسوط فوقه وصوت الفارس یقول اقدم حیزوم اذنظر الی المشرک امامه' خر مستلقیاً فنظر الیه فاذاهو قدحطم انفه وشق وجهه کضربة السوط فاخضر ذلک اجمع فجاء الا نصاری فحدث رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال صدقت ذالک من مدرالسماء الثالثه فقتلوا

یومئذ سبعین واسرو سبعین (رواہ مسلم)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس دن (یعنی جنگ بدر میں) ایک مسلمان ایک کافر کے تعاقب میں تھا جو اس کے آگے بھاگ رہا تھا (اور مسلمان اس کے قتل کے لئے اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا) اس مسلمان نے اچانک اس کافر پر پڑتے ہوئے درے یا چابک کی آواز سنی اس کے بعد ایک گھڑسوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ حیزوم اقدام کر۔ اس مسلمان کے آگے دوڑتے ہوئے کافر پر نظر پڑی کہ وہ زمین پر چت پڑا ہوا ہے اور دیکھا کہ اس کافر کی ناک پر نشان پڑا تھا' منہ پھٹا ہوا تھا جو درے کی مارنے کی علامت تھی اور جس جگہ درے کا وار ہوا تھا وہ تمام جگہ سبز وسیاہ ہو چکی تھی۔ اور ناک کا وہ حصہ جس پر درے کا وار ہوا تھا وہ بھی نیلا رنگ اختیار کر گیا تھا۔ اس کے بعد وہ مسلمان انصاری حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے قصہ سن کر فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے وہ فرشتہ جس نے اس مشرک کو ہلاک کر دیا۔ (اللہ کی طرف سے) تیسرے آسمان کی فوجی امداد کا فرشتہ تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تشکر وامتنان

صحابہ کرام صحیح مسلمان کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے مالک رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہوئے' صرف ظاہری اعضا جیسے ہاتھ پیر پیشانی ناک نہیں بلکہ اپنے روح وتصورات کو بھی اسکے حضور حقیرانہ انداز میں جھکا دیا۔ رات کو عبادت' ذکر' تہجد میں مصروف رہے دن کو مخلوق خدا کی خدمت' اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر مجاہدانہ کردار کی ادائیگی کے لئے میدان معرکہ میں سر بکف تیار رہتے' تبلیغ واشاعتِ دین میں مصروف رہنا تو ان کا مزاج بن گیا' ان کا یہی وہ انداز شکر اور ادا تھی جو رب العزت اور پیغمبر کی طرف سے مطلوب تھی۔ ارشاد باری ہے: **لئن شکرتم لازیدنکم** ''اگر تم میرا شکر نعمت پر ادا کرو گے میں نعمتوں میں اور اضافہ کروں گا'' پر عمل کرتے ہوئے ہر حالت میں رب کے شکر گزار رہے' پھر رب تعالیٰ کے شان کریمانہ کا مظاہرہ اور ازدیادِ نعمت کا وعدہ پورا کرتے ہوئے اپنی رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ زمینی مخلوق تو کیا آسمانی

مخلوق فرشتے بھی ان کی امداد کے لئے پہنچ جاتے۔ جنگ بدر میں حضرت جبرئیل بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کو فتح اور کامیابی سے ہمکنار کرنے اور کفار کو شکست دینے کے لئے بطور معاون پہنچ گئے۔

عن ابن عباسؓ ان النبیصلی الله علیه وسلمقال یوم بدر هذا جبرئیل آخذ بر اس فرسِهٖ علیه اداة الحرب (رواہ البخاری)

''ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر فرمایا: یہ جبرئیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں اور آلات جنگ اٹھائے ہوئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی نصرت کب ہوگی

ان کا یقین کامل تھا کہ عزت وذلت کے جملہ اسباب ذات باری کے قبضہ قدرت میں ہیں اس کے علاوہ نہ کوئی ذلیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ اس کی مرضی کے بغیر کسی کو اقتدار کے مسند پر بٹھا سکتا ہے۔ جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دکھایا۔ پھر کیا تھا' رزق میں بھی اضافہ' اقتدار بھی ان کا' عزت اور عظمت بھی ان کا مقدر' قیصر وکسریٰ بھی ان کے قدموں کے نیچے' سونے اور چاندی کے ڈھیروں اور چمک میں پلنے والے کافر بادشاہوں کی بیویاں' بیٹیاں ان کی گھروں میں کنیزیں اور خدمت گاروں کی حیثیت سے مصروف تھیں' قیصرو کسریٰ کے لاکھوں کروڑوں دراہم سے مزین تاج مسلمانوں کے گلیوں میں کھلونے بن کر از راہ حقارت مسلمان اور ان کے بچے سروں پر رکھنے کے بجائے قدموں سے روندتے رہے' قربان جائیے اللہ تعالیٰ اور اس کے وعدوں سے جو وعدہ فرمایا اسے ایسے انداز میں پورا فرمایا جس کا تصور میں بھی احاطہ کرنا مشکل ہے۔ رضائے مولیٰ کو اپنے زندگی کا مقصد اولین سمجھا تو سمندروں اور دریاؤں پر بھی ان کا حکم چلنے لگا۔

دریائے نیل کا حضرت عمرؓ کا حکم مان لینا

اسلام کے شمع کے پروانوں میں ایک مبارک ہستی جن کے واقعات وحالات اور

کارنامے آپ حضرات مختلف موضوعات کے دوران سنتے رہتے ہیں یعنی امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطابؓ جن کے بارے میں ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر (رواہ الترمذی)

''(ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے) جس میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمرؓ سے بہتر ہو۔''

ان کے دور خلافت کا مشہور واقعہ ہے کہ اسلام پر عمل پیرا ہونے کی برکت میں جہاں رب ذوالمنن نے ان کے ہاتھوں بڑے بڑے حکمرانوں کو شکست سے دوچار کروا کر سلطنت اسلامی کے حدود واطراف واکناف تک پھیل گئے۔انہی کی خلافت میں مصر بھی فتح ہوا' مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کردیا۔ایک موقع پر مصریوں نے آ کر عرض کیا کہ زمانہ قدیم سے ہمارے ہاں کا معمول ہے کہ سال میں ایک دفعہ جوان لڑکی کو اس کے رشتہ داروں وقبیلہ کی مرضی سے بیش قیمت کپڑے وزیورات پہنا کر دریا میں پھینک دیا جاتا ہے اگر یہ عمل ترک کیا جائے تو شہر کے قریب گزرنے والا دریائے نیل بالکل رک کر اس کا پانی خشک ہوجاتا ہے۔جس کی وجہ سے کھیت تو کیا انسان وجانور بھی بھوک وافلاس اور قحط سے دوچار ہوجاتے ہیں۔حضرت عمرو بن العاصؓ نے ان کو کہا کہ اس قسم کے لایعنی اور فاسد تصور وعقیدہ کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں انہوں نے اس غیر شرعی فعل سے لوگوں کو منع کردیا۔اس دوران حسب سابق جب وہی تاریخ آئی دریا خشک ہوکر پورے علاقہ پر خشک سالی وقحط کا مہیب سایہ پھیلنے لگا' موت وتباہی کے خوف سے یہاں کے رہنے والے یہاں سے نقل مکانی کرنے لگ گئے۔حضرت عمرو بن العاصؓ اس صورتحال سے حضرت عمر بن الخطاب کو مطلع فرمایا۔انہیں معلوم ہونے پر انہوں نے عمرو بن العاصؓ کے اس حکم کہ آئندہ لڑکی کو دریا کے نذر کرنے کی بے ہودہ رسم بند ہونے کی تائید کردی۔اور دریا کے نام خط لکھا۔دریا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے دریا! اگر تو اپنی مرضی سے رواں دواں رہتا ہے تو مجھے تم کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اگر رب العالمین کے حکم اور مرضی سے تو بہتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ

کے نام پر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جاری ہو جا۔ گورنر مصر نے یہ مکتوب دریائے نیل میں پھینک دیا۔ چٹ کا دریا میں پھینکنا تھا کہ صبح لوگوں نے آ کر دیکھا کہ پانی رواں ہے اور اس کی سطح کئی فٹ بلند ہو چکی تھی۔

اسلام اور اسلامی احکامات کی بدولت وہاں کے باسی اس مذموم رواج کی وجہ سے اپنی جوان و حسین بیٹی بامر مجبوری اپنے ہاتھوں ہلاکت کے لئے دریا میں ڈال دیتے' ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس اذیت ناک عمل سے محفوظ ہوئے۔ یہ بھی وعدہ ربانی کی ایفاء کی ایسی مثال ہے جس سے اگر آج کے مجبور و مقہور اور مغلوب مسلمان عبرت حاصل کرنا چاہیں تو غالب آنے کے تمام بند دروازے ان پر اللہ تعالیٰ کھول سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج ہم کیسے ہیں کس مقام پر کھڑے ہیں اور کیوں؟

انشاءاللہ مزید بیان آئندہ جمعہ ہوگا۔ رب العزت ہم اور آپ سب کو حقیقی معنوں میں دین حقہ پر کاربند ہونے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے سودا سلف خرید
کر خود اٹھا کر لا رہے تھے، کسی شخص نے کہا: یہ چیزیں
میں اٹھالے چلتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس کسی کی چیز ہو اسکا اٹھانا اسی پر واجب ہے۔

(مخزن اخلاق ص ۳۴)

اطاعتِ رسولؐ کے انقلابی اثرات
(۳)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باﷲ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم . وعداللّٰہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدّ لنھم من بعد خوفھم امنایعبدوننی لایشرکون بی شیأ ومن کفربعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون. (سورۃ نور)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ کرلیا ہے کہ ان کوالبتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کواوران کے لئے اس دین کو جوان کیلئے پسند کردیا جمادیں گے۔ اوران کے خوف کے بدلے ان کو(اللہ تعالیٰ) امن دے گا(یہ لوگ) میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جولوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے''

اعزازاتِ صحابہ کرام

گزشتہ جمعوں سے امیین عرب جو باطل مذہب اور زر،زن،زمین کے خاطر آپس میں لڑتے رہے جب پیغمبر علیہ السلام نے ان کے سامنے حق ظاہر کر دیا ان میں سے جن لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کے لادینی عقائد ونظریات سے توبہ تائب ہو کر نبی برحق کی دعوت پر لبیک کہا ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ خدائی دعوت کی قبولیت کے نتیجہ میں ان کی کایا ہی پلٹ کر وہ محمد الرسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم (سورۃ الفتح) ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں'' اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ جیسے القابات سے مالا مال ہوئے یہ وہ اعزازات ہیں جو انبیاء اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی عظمت وتفوق پر دلالت کر رہے ہیں۔

صحابہ مقتدیٰ بنے

دعوت اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ عام آدمی اور دوسروں کے تابع اور مقتدی بنے ہوئے تھے جب حلقہ بگوش اسلام ہو کر اپنا تن من سب کچھ اللہ تعالیٰ ورسول کے حوالہ کر کے فنا فی اللہ ہو گئے تو رہتی دنیا کے لئے مقتدیٰ بن گئے۔ دین اسلام کی سربلندی اور پھیلانے کے لئے اپنے نفوس اور مال ومتاع کو قربان کرنے کے لئے ان میں مقابلہ ہوتا۔ الغرض ان نفوس قدسیہ نے ایمان وعمل صالح واخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے اور آپس میں اتفاق ومحبت کی شرائط جب پوری کی تو رحیم وکریم ذات نے بھی ایفائے عہد کا وعدہ پورا کر دکھایا۔

عقبہ بن نافعؓ کا درندوں کو خطاب وثمرات

حضرت والد صاحب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ اپنے مواعظ میں جو مختصر جامع اور عبرت آموز واقعات سے بھرپور ہوتے اطاعتِ احکم الحاکمین کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت کے عجیب وغریب واقعات سناتے الفاظ انتہائی سادہ، عام فہم مگر اصلاح کے طلبگاروں کے لئے تریاق کا کام دیتے۔ اسی موضوع پر افریقہ کے والی عقبہ بن نافعؓ جو کہ جلیل

القدر صحابیؓ ہیں کے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ مذکورہ صحابیؓ اپنی فوج کے ساتھ ایک مشن پر روانہ ہوئے۔ افریقہ کے جنگلات کے گھنے ہونے اور ان میں انتہائی خطرناک جانوروں کی موجودگی کے قصے جو حضرات ان علاقوں کے سفر کر چکے ہیں ان کی زبانی آپ سنتے رہتے ہیں۔ حضرت عقبہؓ اور ان کے ساتھیوں کو بھی اپنے منزل تک رسائی کے لئے درمیان میں ایک ایسے جنگل کو سر کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ جنکا انسانی خون کے پیاسے اور جان کے دشمنوں میں شمار ہوتا ہے۔ شیر' بھیڑیئے' سانپوں اور دیگر موذی حشرات الارض سے وہ علاقہ بھرا پڑا تھا۔ اس حصہ زمین کو عبور کرنا تو دور کی بات تھی وہاں ایک قدم رکھنا موت کا ازخود استقبال کرنے اور دعوت دینے کے مترادف تھا۔ رفقاء سفر نے اپنے امیر کو مشورہ دیا کہ ہلاکت اور موت سے محفوظ رہنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس جنگل کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ ترک کیا جائے مگر اطاعتِ خداوندی کے جذبہ سے معمور اس بندۂ خدا نے یہ مشورہ قبول کرنے کی بجائے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر عقل ودانش سے خالی درندوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے جنگلی درندو! خبردار ہو جاؤ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جان قربان کرنے والے صحابی ہیں' ہمارے یہاں آنے کی غرض صرف اور صرف کلمہ اللہ کی اشاعت اور تبلیغ دین ہے' تم اپنی مرضی سے ہمارے اس مقدس راہ میں روڑے اٹکانے کے بجائے راستے سے ہٹ جاؤ اگر اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو تمہارا وہی حشر ہوگا جس کا ہمارا مالک اور بادشاہ یعنی رب العالمین حکم فرمائے گا۔ ان کے خطاب کے ختم ہوتے ہی سارے کے سارے درندے جنگل سے بھاگ نکلے۔ راستہ پُرامن اور بے خطر ہو کر امیر اپنے رفقاء سمیت جنگل کو عبور کر گئے۔

عہدِ الست

مسلمان جب زبان وفعل سے کلمہ شہادت کا اقرار واذعان کر لیتا ہے تو وہ درحقیقت اسلامی احکامات' اوامر پر عمل کرنے اور منکرات ونواہی سے بچنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کر دیتا ہے۔ عہد الست بھی وہی وعدہ اور معاہدہ ہے جو عالم ارواح میں بندوں نے اپنے رب العالمین

سے کیا ہوا ہے۔انسان نے جب بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے وعدوں کو نبھایا۔خطبہ کے ابتداء میں تلاوت شدہ وعدہ کے مطابق رب کائنات نے پھر ایسے واقعات ان مقرب افراد کے ہاتھوں رونما فرمائے کہ انسانی عقل دنگ رہ کر رتی برابر عقل رکھنے والا اقرار کئے بغیر نہیں رہتا کہ یہ سب کچھ قوتِ ایمانی کے سوا کسی اور چیز کا ثمرہ نہیں۔

تفویض وتوکل کی برکات

سرکشی، نافرمانی اوراخلاق باختگی سے بھرے اس دور میں اولاد والدین کی، شاگرد استاذ کا، رعیت، امیر و بادشاہ کی، بیوی خاوند کی، غرض اپنے کو بڑے بڑے عقل کل سمجھنے والے اپنے علاوہ کسی دوسرے کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں۔اور جب اسی انسان نے مکمل سپردگی، اطاعت، اللہ کی شہنشاہیت اور اقتدار کو من وعن تسلیم کرلیا۔تو دشت وصحراء اور جنگلات کے وحشی جانوران کے سامنے سرِ تسلیم خم ہوکر انکے احکامات پر چلنے لگے۔اسلام کے علاوہ کسی اور نام ونہاد باطل مذہب کے ایسے پیروکار قطعاً نہیں جنکے ذریعے حق تعالیٰ نے ایسے امورِ خوارق کا ظہور فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر خصوصی عنایات

ایسے عجائب وغرائب واقعات سن کر ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا اپنے رب پر عقیدہ مزید محکم ومضبوط ہوجاتا ہے کہ جن لوگوں نے ہر چیز تقدیر الٰہی وتوفیق ایزدی کے سپرد کردی، انکو پہلے تو اس دنیا ہی میں قدرتی مدد ونصرت کے ذریعہ فتح وکامرانی اور خوشحالی کی نعمتیں ملیں، صرف یہ نہیں بلکہ جنت کے قیمتی انعامات بلند مراتب اور سب سے بڑھ کر نعمت عظمیٰ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی صورت میں ملے گی۔پھر تو اسی انسان پر اطاعت ربانی کی برکت سے ایسے راحتوں کے دروازے کھلتے جاتے ہیں۔جن کی جھلک کا اندازہ انبیاء کے سردار کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلمقال :قال ربکم عزوجل: لوان عبیدی اطاعونی لاسقیتھم المطربا اللیل واطلعت علھیم الشمس باالنھار ولم اسمعھم صوت الرعد(رواہ احمد)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بزرگ و برتر تمہارے رب نے فرمایا: اگر میرے بندے میری تابعداری کریں گے تو یقیناً میں ان پر رات کو بارش برساؤں گا اور دن کو ان پر سورج طلوع کروں گا (حتیٰ کہ) ان کو بادل گرجنے کی آواز بھی نہ سناؤں گا''

رات کی بارش کی منفعتیں

رحیم و کریم کی شان کریمانہ کو پھر دیکھئے کہ فرماتے ہیں: کہ بارش پھر رات کو برساؤں گا کیونکہ بارش رب جلیل کی نعمتوں سے اہم نعمت اور انسانی ضرورت ہے۔ لیکن اس کے برسنے کے وقت انسان کے کئی امور میں تعطل بھی پیدا ہو جاتا ہے، جو کبھی کبھی انسان کے پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔ رات کو چونکہ آرام کا وقت ہوتا ہے۔ مشاغل و مصروفیات سے بے نیاز ہو کر انسان سونے اور آرام کا خواہشمند ہوتا ہے۔ تو رب کریم انہی مطیع اور فرمانبردار بندوں پر اپنی رحمت کا نزول بارش کی صورت میں فرما دیتا ہے۔ نہ کسی شغل میں رکاوٹ آتی ہے۔ بارش کی طلب اور ضرورت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نیند کی صورت میں راحت سے بھی مالا مال ہو جاتا ہے۔ پھر آپ حضرات کو خود اندازہ ہے کہ بارش کے دوران بادلوں کی گھن گرج اور بجلی کے چمکنے سے خوفناک اور ڈراؤنی آواز بھی پیدا ہوتی ہے، نیند کی حالت میں رب العزت اسی بندے کو ان ڈرانے والی آوازوں کے سننے سے بھی محفوظ کر دیتا ہے۔ پھر مزید لطف و کرم کو دیکھئے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد دنیوی امور نمٹانے کا مرحلہ آتا ہے جو بادل و بارش کی صورت میں ناممکن ہوتے ہیں تو وہی خالق و مالک اپنے انہی نیک و پاک بندوں پر احسان فرما کر آسمان پر صاف و شفاف سورج کو نمودار فرما دیتے ہیں۔ تا کہ سکون سے اپنے روزمرہ کے امور سرانجام دے سکیں۔

رزق اللہ تعالیٰ ہی نے دینا ہے

کاش اگر آج امت کی اپنے خالق و مالک کے وعدوں پر دل سے یقین و اعتماد ہوتا تو نہ رزق کے لئے دردر ٹھوکریں کھا کر ذلیل و خوار ہوتے اور نہ کفار و اغیار کے دست و بازو بن کر ان کے ہر حکم کے سامنے معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے۔ رزق کو انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے جیسے

یہ تمام کائنات اللہ نے انسان کی خدمت پر مامور فرمائی۔ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ انسان رزق کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔یہاں سے انسان نے اپنا سب کچھ برباد کردیا ہے ورنہ رب کا تو وعدہ ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئی قدرًا (سورۃ الطلاق)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مشکل) سے نکلنے کا راستہ پیدا کردیتا ہے اور اسے (اللہ تعالیٰ) ایسی جگہ سے رزق پیدا فرمادیتا ہے جہاں سے (اس کے) وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا اور جو شخص (اپنے امور میں) اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرے تو دنیا وآخرت میں اس کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو پہنچنے والا ہے''

(یعنی وہ اپنے ہر حکم اور فیصلہ نافذ کرنے کی مکمل صلاحیت اور قوت رکھتا ہے) اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے لئے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔

اسبابِ رزق کا اختیار کرنا سنت ہے

آج ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہمیں جو کچھ مل سکتا ہے وہ صرف ہماری مساعی ہی کا نتیجہ ہے اگر کسب وکمائی کے وسائل وذرائع اختیار کریں گے تو رزق ملے گا ورنہ قسمت میں بھوک وافلاس ہی ہوگی جبکہ مسلمانوں کی یہ شان نہیں وہ رزق ومعاش کے اسباب اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تابعداری کے ساتھ یہ عقیدہ رکھے گا کہ یا اللہ اسباب پر آپ کے حکم کے مطابق میں نے عمل کردیا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا سنت ہے۔اب دنیا وآخرت کے معاملات میں کامیابی آپ ہی کے قدرت اور توفیق پر موقوف ہے۔

راحت وسکون کیسے حاصل ہو

آج زمین کے وسیع وعریض خطہ کا بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے زیرِ تسلط ہے' اربوں رعایا مسلمان' حکمران مسلمان وسائل بے انتہاء مدارس اور معاہد ہزاروں' وعظ ونصیحت کے محافل بے شمار' گلی گلی مسجد' منبر ومحراب دینی احکامات سے بھرپور رسائل ورجرائد کی بھرمار اس کے باوجود

دین ودنیا ہرلحاظ سے تمام مسلمان ذلت وپستی کا رونا رو رہے ہیں۔ملک وریاست' دولت وعزت کے جوحقیقی اسباب ہیں اس کو ہم نے ترک کردیا۔ ہرفرد بے چین ہے کہ مجھے عزت راحت وسکون کیسے حاصل ہو۔سکون وراحت کے حصول کی خواہش صرف آرزو اور تمنا کی حد تک ہے' اس کے حاصل کرنے کے جوحقیقی تدابیر اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں ان سے ہم نے مکمل صرف نظر کیا ہوا ہے۔مسلم قوم اگر دنیا کے اقوام پر غالب ہوگی تو اس کے لئے اخلاق محمدی کو اپنانا ہوگا۔دین واسلام کا جھنڈا لیکر مقابلہ کے لئے میدان عمل میں نکلنا پڑے گا۔یہ وہ طاقت اور قوت ہے جس کا مقابلہ نہ دولت کرسکتی ہے اور نہ عددی اکثریت۔نہ کفار کے توپ و تفنگ' راکٹ بم اور میزائل' شرط یہ ہے کہ مسلمان اللہ ورسول سے کیا ہوا وعدہ سچا دکھا کر ثبات اور استقلال سے مشکلات ومصائب کے سامنے ڈٹ جائیں۔

جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین

آپکو معلوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے جب کفارِ مکہ کو دعوت اسلام دی' ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے ساتھ صرف تین سرفروش مسلمان تھے۔حضرت ابوبکرؓ خدیجہ الکبریٰؓ اور حضرت علیؓ ،مقابلہ میں کفار کی بے پناہ طاقت۔مسلمانوں کی تعداد جب تیرہ ہوئی۔علانیہ نماز پڑھنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔حضرت دارِارقم کے گھر میں بند دروازے کے اندر نماز ادا کرتے رہے۔غالب آنے کے ظاہری اسباب ووسائل کا نام ونشان ہی نہ تھا۔دنوں کے دن گزرنے پر بھی حالت یہ تھی کہ کھانے کا ایک نوالہ بھی میسر نہ تھا۔مگر ان پاک وصاف اور ایمان کے زیور سے مالا مال جماعتِ مقدسہ کا نصب العین دولت خوارک' اور اقتدار نہ تھا۔صرف اور صرف اعلائے کلمۃ اللہ' کہ میں رہوں یا ختم ہوجاؤں مگر اللہ تعالیٰ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلمکے نام اور دین کا بول بالا ہو۔

طاقتور اسلحہ

مسلمان کا یہ ایسا مضبوط اور طاقتور اسلحہ ہے کہ اسکے سامنے پھر دنیا کی بڑی سی بڑی

طاقت اور عددی کثرت صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی عقیدہ اور اسلامی تعلیمات کو اپنانے کے بعد ان میں ایسا روحانی انقلاب آیا کہ قوت و طاقت اور فوجی لاؤ لشکر کے غرور میں مست حاکم و سرداران کے سامنے اپنے آپکو کمزور تر اور بے بس سمجھنے لگے۔

نصرت اور فتوحات کے وعدے پورے ہوئے

اسی تبدیلی کو مالکِ کون و مکان نے ان بابرکت کلمات میں ذکر فرمایا:

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہٖ ورزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون (سورۃ انفال)

''وہ زمانہ یاد رکھو جب تمہاری تعداد بہت کم تھی اور زمین پر تم کمزور سمجھے جاتے، تم اس وقت اس خوف میں رہتے کہ کہیں لوگ تم کو اچک نہ لے جائیں پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں (رہنے کے لئے) ٹھکانہ دیا اور اپنی امداد سے تم کو قوت دے دی اور تمہیں (پاک وصاف) رزق کے اسباب مہیا کروئے تا کہ تم (اللہ تعالیٰ کے) شکر ادا کرنے والے بن جاؤ''

اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسی قوت و طاقت کے حاصل کرنے کے بعد انہی بھوک و افلاس کے مارے ہوئے قلندروں اور خدا مست مسلمانوں کے سامنے رزق کے انبار اور ڈھیر لگ گئے۔ تکبر و غرور اور عیش و عشرت کا تو ان کے ہاں تصور بھی نہ تھا۔ جہاد کے موقع پر مالِ غنیمت میں اپنے اپنے حصہ کے لاکھوں درہم و دینار فوراً حاجتمندوں اور مساکین میں تقسیم کر کے خود اور اپنے اہل وعیال کو بھوک اور افلاس کی حالت میں چھوڑ کر اپنے مالک و خالق کے سامنے بطور شکر سجدہ ریز رہتے۔

رب ذوالجلال ہم اور آپ بلکہ تمام امت مسلمہ کو حقیقی طور پر اپنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہونے کی توفیق رفیق فرماویں۔ امین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

احتسابِ اعمال اور محاسبہ نفس

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم . وعداللّٰہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدّ لنھم من بعد خوفھم امنایعبدوننی لایشرکون بی شیئا ومن کفربعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون. (سورۃ نور)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وعدہ کرلیا ہے کہ ان کوالبتہ ملک میں اس طرح حاکم بنادیں گے جس طرح حاکم بنایا پہلے لوگوں کواوران کے لئے اس دین کو جوان کیلئے پسند کردیا جمادیں گے۔اوران کے خوف کے بدلے ان کو(اللہ تعالیٰ)امن دے گا(یہ لوگ)میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں ٹھہرائینگے۔اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں گے پس وہی لوگ نافرمان ہونگے''

عالم اسلام مصائب کی زد میں

مذکورہ آیت کریمہ جس کی تلاوت گزشتہ چارپانچ مواعظ کے دوران مسلسل کررہا ہوں۔اس میں اہم مسئلہ کی طرف پوری امت کی توجہ دلائی جارہی ہے کہ اسوقت دنیا کے جس حصہ میں مسلمان رہ رہے ہیں'انتشار'مصیبت اور گھمبیر مسائل کے شکار ہیں' کبھی ہم نے سر جوڑ کرغور کیا

ہے کہ یہ مصائب مسلمانوں کے ہاں کیوں خیمہ زن اور ان کا مقدر ہو چکی ہیں' گردو پیش کا جائزہ لیں تو کہیں بھی عیسائی عیسائی کے خون کے در پے نہیں۔ یہودی یہودی کے خون کا پیاسا نہیں بلکہ تمام غیر مسلم ایک نقطہ پر متفق ہیں اور وہ نقطہ صرف اور صرف مسلمان اور اسلام دشمنی ہے۔ مسلم دنیا بھی آپس میں ایسی الجھنوں کا شکار ہے کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔

خود کردہ را علاجے نیست

جب بھی آپس میں بیٹھنے کا موقع ملتا ہے مسلمانوں کے زوال، ان پر ظلم و ستم اور بدحالی کے تذکرے بکثرت ہوتے رہتے ہیں۔ شاذونادر ہی کوئی مجلس ان اذکار سے خالی ہو گی۔ کوئی فحاشی و عریانی پر نالاں اور کسی کو رشوت' سود' زنا' مہنگائی وغیرہ کی شکایت ہے۔ کیا ہم اور آپ نے کبھی ان پریشانیوں کے عوامل و اسباب پر سوچا ہے۔ صرف مسلمان ہی ان مسائل و مصائب کے گرداب میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں؟ بے شمار وجوہات میں سے ایک وجہ تو یہ ہے، کہ ہم میں سے جو کسی برائی کے خلاف سب سے زیادہ بول رہا ہے اس کے دینوی اخروی ضرر گنتے گنتے تھکتا نہیں جب خود اسی بدی سے معاملہ کرنے کا وقت آیا ہے تو نہایت خوشی سے ہتھیار ڈالنے کے بعد اسی برائی سے ڈھیل کر کے اس میں مبتلا ہو جاتا ہے' خود کردہ را علاجے نیست۔

دوسروں سے قبل اپنی اصلاح کی فکر

گویا ہر مسلمان امت کی اصلاح و فلاح کا تو خواہشمند ہے مگر یہ خواہش صرف اس حد تک ہے کہ دوسرا راہ راست پر آ جائے اپنے درستگی کی طرف نہ توجہ ہے نہ خواہش' ہر ایک کی نظر اپنے مادی فوائد' ذاتی مسائل تک محدود ہے' ان فوائد کے حصول اور مسائل کے حل میں عہد شکنی' جھوٹ' فریب اور دھوکہ دہی کو بھی مہارت اور عقل و دانش سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ دوسروں کے اصلاح کی آرزو رکھنے والے کیلئے ضروری ہے کہ دوسروں کے عیوب کی نشاندہی سے پہلے اپنے گریباں میں دیکھے کہ انہی گناہ میں یہ خود تو گرفتار نہیں اگر یہ خود مبتلا ہے تو پہلے اپنی اصلاح کر کے

دوسروں کوراہ راست پرلانے کی فکر کرے اگرخود برائی سے بازنہیں آتا اور دوسروں کونیکی کا حکم کرتا ہے تو یہ امت کا خیرخواہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اورامت دونوں کا مجرم ہے۔

اصلاح پسندوں کے بارے میں ارشادات خداوندی

انہی قسم کے اصلاح پسندوں کے بارہ میں رب العالمین نے وعیدوں کی شکل میں واضح آیات نازل فرماکرایسے افراد سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ارشادفرمایا:

اتأمرون الناس باالبروتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (البقرہ)

''کیاتم لوگوں کونیکیوں کا حکم دیتے ہواوراپنے آپ کوبھلائیوں سے بھلا بیٹھتے ہواورتم قرآن مجید پڑھتے رہتے ہوکیاتم پھربھی سمجھتے نہیں ہو۔''

دوسرا ارشادہے: **یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون.**

'' اے ایمان والو!تم ایسی بات کیوں کرتے ہوجس پرخودعمل نہیں کرتے۔''

اپنی ذات کا محاسبہ

دوسرے پراثر تب ہوتا ہے' جب ترغیب اورگناہ کی نشاندہی کرنے والاخودنیکی پرعمل کرے اورگناہ سے بچتا رہے' تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مبارک ہستیوں نے لوگوں کودین کی طرف آنے اوراس پرعمل کرنے کی دعوت دی۔پہلے وہ خودعمل کرکے دوسروں کے لئے ایسے نمونے بن گئے کہ لوگ ان کودیکھ کرایمان اوراعمال صالحہ کی طرف راغب ہوجاتے۔شاید ہم رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کےاس ارشادکا مصداق بن چکے ہیں کہ

مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسیٰ نفسہ کمثل السراج یضیٔ للناس ویحرق نفسہ (طبرانی)

''اس آدمی کی مثال جولوگوں کوخیرسکھائے اورخوداس پرعمل نہ کرے اس چراغ کی طرح ہے جو اورلوگوں کوروشنی دے رہاہے مگرخوداپنے آپ کوجلارہاہے۔''

اسلام ہمیں سب سے پہلے اپنےنفس کےمحاسبہ کا حکم دیتا ہے۔

جماعتِ صحابہؓ کی بے مثال تربیت

اپنے اعمال و کردار پر غور، محاسبہ او راصلاح کے بعد اور لوگوں کو نیکیوں پر آمادہ اور برے کاموں سے بچانے کی کوشش ہو تو یہ جدو جہد کارگر ثابت ہو کر اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے اور خدمت خلق کی بہترین صورت ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط اخلاصِ نیت سے امت کی صلاح وفلاح ہو صرف لوگوں کی برائیوں اور گندگی کی تشہیر کر کے ان کو ذلیل کرنا نہ ہو۔ اسی انسان کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے اعلیٰ اخلاقی اور نفسیاتی تربیت سے مالا مال فرمایا، تو محاسبہ نفس کے ایسے مثال قائم کر دیئے کہ اسلام کے علاوہ اور مذاہب کی تاریخ میں اس کی مثال کا ملنا بھی ناممکن ہے، اگر کسی وقت بتقضائے فطرت بشری آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے کسی صحابی سے گناہ کا ظہور ہو جاتا تو اپنے مضبوط ایمان کی وجہ سے وہ بے چین ہو کر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلمکی طرف دوڑتے کہ اے اللہ کے رسول مجھے گناہ کے اس آلودگی سے پاک فرما۔ اپنے اصلاح کیلئے اسے یہ پرواہ نہ ہوتی کہ لوگ کیا کہیں گے۔ مذاق اڑائیں گے، حاضرین کے سامنے شرمندگی اور رسوائی ہوگی، گہرے وسیع او رواضح ایمان کی بدولت نجات اخروی کے لئے وہ ہر قسم کے دنیوی مصائب و پریشانی جھیلنے کے لئے ہمہ تن تیار رہتے۔ اسی راہ میں کسی قسم کے مصلحت کو رکاوٹ تسلیم کرنے کے وہ قطعاً روادار نہ تھے۔

حضرت ماعزؓ بن مالک کا اعتراف جرم

محاسبہ نفس اور آخرت کی سزا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی خاطر اقرار جرم کرنے والوں میں سے ایک اہم واقعہ دربار نبوت کی حاشیہ نشینی کر کے اس سے فیضیاب ہونے والے حضرت ماعزؓ کا آپ نے سنا ہوگا۔

عن ابن عباسؓ قال لما اتی ماعز بن مالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ : لعلک قبلت اوغمزت او نظرت قال لا یا رسول اللہ قال انکتھا لایکنی قال نعم فعند ذلک امر برجمہ (رواہ البخاری)

''حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب ماعز بن مالک (مسجد نبوی میں) حضور صلی اللہ علیہ

وسلمکے پاس آئے اور کہا کہ مجھ سے زنا کاری ہوئی ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: شاید تم نے اجنبیہ سے بوسہ لیا ہوگا؟ یا اسے صرف (شہوت) سے ہاتھ لگایا ہوگا ؟یا (صرف) دیکھا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے پوچھا کیا تم نے زنا (جماع) کیا ہے؟ راوی کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے یہ بات اشارے کنایہ میں نہ پوچھی۔ماعز نے کہاہاں میں نے جماع کیا ہے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے ماعز کو سنگسار کروانے کا حکم فرمایا۔

خوفِ خدااور عقیدہ آخرت کے برکات

یہ واقعہ کتب احادیث میں کئی رواۃ سے مختلف تفصیلات کے ساتھ ذکر ہے۔جس کے ہر ہر جملہ میں بے شمار اسرار ورموز اور مسائل کا استنباط واستخراج پوشیدہ ہے۔جس پر بحث وتحیص علماء وطلباء ہی کا کام ہے۔ہم اور آپ جیسے گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے افراد نے گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد کبھی اس بے چینی اوراپنے ضمیر کوملامت کرنے کا مظاہرہ کیا ہے؟ جس کا اظہار حضرت ماعز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلمکے دربار میں اصرارواقرار سے فرمایا۔خوف خداوعقیدہ جزاوسزاء کی اتنی پختگی تھی کہ بار بار آخرت کی سزا کی جگہ دنیا کی سزا برداشت کرنے پرمصر تھے۔وہ شیطان کے اس دھوکہ میں آنے والے نہ تھے کہ جو کچھ گناہ کرنے ہیں کرلو دنیا کے خرافات سے جی بھرلو۔آخرعمر میں توبہ کرلیں گے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔سارے گناہ معاف کردے گا۔ بلکہ ہروقت خوفِ خدااور آخرت کی فکر میں ایسے محواور متفکر رہتے کہ تمام عمر کا حساب دینا پڑے گا، پل صراط کو عبور کرنا ہے، ذرے ذرے کا پوچھا جائے گا۔کیوں؟ کیا؟ کیسے؟ اور کہاں سے حاصل کیا؟ بدن کے ہر عضو کے اعمال کے بارے میں جوابدہی ہوگی۔کاش ہم میں بھی اسی طرح کی سوچ پیدا ہوتو پھر یقیناً خوف خدا پیدا ہوکر ہروقت اور ہرقدم پر اپنے احتساب کی ایسی عادت پڑ جائیگی کہ خطااور گناہ کے سرزد ہونے پر بے چین ہوکر گناہ کی گندگی سے فوری طور پر پاک ہونے کے طریقے اور راستے تلاش کرنے میں لگ جائیں گے۔

حضرت غامدیہؓ کا قصہ

اپنے ساتھ خود انصاف کرنے کی جو قوت اللہ نے ان کو عطا فرمائی یہ صرف مرد حضرات صحابہؓ کی خصوصیت نہ تھی بلکہ صنف نازک صحابیات بھی مردوں سے دو قدم آگے نکلنے کے جذبہ سے معمور تھیں۔ حضرت ماعز کے رجم کے بعد ایک عورت غامدیہؓ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگی' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہوگئی' مجھے پاک وطاہر فرما۔ گناہ کے دھلنے اور معافی کے لئے ایسی تڑپ رہی تھی کہ فوراً گناہ کا ثبوت بھی پیش کردیا میں اس غلطی کی وجہ سے حاملہ بھی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کی ولادت تک انتظار کرنے کا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بچہ کی ولادت کی خبر دے دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو دودھ سے فراغت تک انتظار کرنے کا حکم دیا۔ دودھ پلانے کی مدت کے خاتمہ پر بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دے کر پھر حاضر ہوئی کہ یارسول اللہ اب تو یہ بچہ خود کھانا کھانے کے لائق ہوگیا ہے۔ میرے دودھ پلانے کی اب اس کو ضرورت نہیں۔ اطمینان وسکون اور چین تب اسے حاصل ہوا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

گناہ کی یاد میں اپنے آپ پر دنیوی سکون حرام کرنے والی اس مقام پر فائز ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کرلی اگر ایسی توبہ کوئی ناجائز ٹیکس لینے والا کرے تو اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

گناہوں کی نحوست

خیرالقرون میں مرد تو کیا کہ عورتوں کی حالت یہ تھی کہ گناہ صادر ہونے کے بعد جب تک صدقِ دل سے توبہ اور سزا کا اجراء نہ ہوتا مرغ نیم بسمل کی طرح بےقرار رہتی۔ آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ رب العزت کی نافرمانی اور گناہوں پر گناہوں کا سلسلہ جاری ہے کسی کو اپنے معاصی کا احساس ہی نہیں ہورہا توبہ تو دور کی بات ہے۔ گویا گناہ کو گناہ سمجھنے کی قوت بھی سلب ہوچکی ہے۔ خود گناہ کے گندے تالاب میں تیرتے ہوئے بھی دوسروں کے پاکی کے درپے ہیں۔ یقیناً

بات ہے کہ خود اس حال میں ہوں تو دوسروں کی اصلاح کی خواہش کب پوری ہوسکتی ہے۔انہی پے در پے گناہوں کے صادر ہونے کا ایک بڑا نقصان وہ اثر یہ ہوجاتا ہے کہ مسلمان کے دل میں رب العالمین کی جو عظمت ہوتی ہے گناہوں سے دل سیاہ ہوکر یہی انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت سے محروم ہوجاتا ہے۔ جب اس حد کو مسلمان پہنچ گئے تو مصائب و پریشانیوں کی کیا شکایت؟ ان اعمال کا نتیجہ تو یہی نکلتا ہے۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے اور اٹل فیصلہ ہے:

مااصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم .

''جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔یعنی یہ تمہارے گناہوں ہی کا وبال ہے۔''

نسخہ اصلاح عالم

آج مسلم دنیا کے مسلمان اپنے اوپر ظالم و جابر اور بے دین حکمرانوں کے مسلط ہونے کا واویلا کررہے ہیں واقعی ایسا ہی ہے کہ اپنے ہی ملکوں میں رہنے والوں پر غیر ملکی اور کفر کے آلہ کار لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار ہے جو دین کے جڑوں کو کمزور کرنے اور اپنے ہی رعیت پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑنے میں دشمنوں سے بھی آگے نکلے ہوئے ہیں' آخر کیوں؟ اگر اسلامی تعلیمات واحکامات کا عبرت کی آنکھوں سے غور کیا جائے تو یہ سب کچھ بھی ایمان کے دعویٰ کے باوجود ایمان وعمل صالح پر استقامت سے قائم نہ رہنے اور مکمل اتباع نہ کرنے کا خمیازہ بھگتنا پڑرہا ہے۔ جبکہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو بدلنے کے بجائے صرف دعاؤں سے اپنے ظالم حکمرانوں کو بدلنے کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے۔

ظالموں کے شر سے بچنے کا نسخہ

حالانکہ مرشد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات سے نجات حاصل کرنے کیلئے ایسا نسخہ اکسیر ذکر فرمایا ہے جس پر کاربند رہ کر نہ صرف رعیت کو اطمینان وسکون بلکہ بگڑے ہوئے حاکموں

کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابی الدرداءؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالیٰ يقول انا الله لا اله الا انا مالک الملوک قلوب الملوک فی يدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوكهم عليهم باالرحمتو الرأفة. واذا عصونی حولت قلوبهم بالسخطة والنقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم باالدعاء على الملوک ولکن اشغلوا انفسکم باالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم (رواہ ابونعیم)

”حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: کہ میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہیں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں(اگر) بندے میری فرمانبرداری کرتے ہیں تو (ظالم) بادشاہوں کے قلوب کو انکے حق میں رحمت اور شفقت کی طرف موڑ دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حق میں (عادل اور نرم خو) حاکموں کو غضب اور سختی کی طرف موڑ دیتا ہوں۔جس کے نتیجے وہ بادشاہ ان کو سخت مشکلات اور تکالیف میں مبتلا کر دیتے ہیں۔اس لئے تم اپنے کو ان حاکموں کے لئے (صرف) بددعا کرنے میں مشغول نہ رکھو بلکہ(دعاؤں کے ساتھ اپنے آپ کو ذکر اللہ میں مشغول کرو تا کہ میں تمہیں ان حاکموں کے شرور اور تکالیف سے محفوظ رکھوں“

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کے برکات

گویا رب ذوالجلال کا طے شدہ اصول ہے کہ اوروں سے اصلاح حال کی توقع رکھنے سے پہلے اپنے اعمال و کردار کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ و رسول کے احکامات کا پابند کرنا ہوگا۔اگر اخلاق و اعمال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اسوۂ بنا کر اسی کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم کیا جائے۔تو حاکم بھی دیندار، مشفق و مہربان ہوں گے۔رحمتوں کا نزول ہوگا۔اطمینان وسکون کی

زندگی میسر ہوکر عبادات کی ادائیگی کا ذوق وشوق اور معاصی سے نفرت کا رجحان خود بخود پیدا ہوگا‘ ورنہ زبوں حالی کا یہ لامتناہی سلسلہ طویل سے طویل تر ہوکر جاری وساری رہے گا۔

بہرحال خطبہ کے ابتدا میں ذکر کردہ آیت میں رب العزت نے خلافت وامارت کیلئے جن شرائط واوصاف کا ذکر فرمایا۔ صحابہ‘ تابعین اور تبع تابعین ان شرائط پر سختی سے کاربند رہے تو خالق و مالک نے وعدہ کی پابندی کی صورت میں ان کے ذریعہ وہ کارہائے نمایاں رونما فرمائے جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا‘ عبرت اور نمونہ کے طور پر کچھ انعامات واکرامات کا ذکر انشاء اللہ آئندہ ہوگا۔ یہی اصل اصول روز قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے ہے اگر وہ اپنے رب سے کئے ہوئے عہد کی پابندی کریں گے تو کامیابی وسرفرازی دارین‘ اگر عہد توڑ دیا تو ذلت وخواری۔

بات لمبی ہوگئی محاسبۂ نفس مستقل موضوع ہے۔ انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر اس مسئلہ پر تفصیلی معروضات پیش کروں گا۔

رب العزت ہمیں عمل اور عقل کو حیران کرنے والے واقعات سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆